قوسِ قزح

(اسلامی موضوعات پر دھنک رنگ مضامین)

شہناز کوثر

اختر کتاب گھر
اظہر منزل نیو شالیمار کالونی
ملتان روڈ — لاہور

DATA ENTERED

Marfat.com

DATA ENTERED
ق ۸۱۰۸
۳۳۷۲۵

کتاب: قوس قزح
موضوع: سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور دیگر اسلامی موضوعات پر دھنک رنگ مضامین
مصنفہ: شہناز کوثر۔ ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور
مصحح: شمیم اختر۔ کوثر پروین
ناشر: اظہر محمود۔ اختر محمود
اشاعت اول: ۲۲۔ اگست ۱۹۹۰
خوشنویس: حافظ خلیل احمد نوری
آزاد اردو کمپوزنگ سنٹر (وحدت روڈ) ہیلو۔ ۸۶۵۵۳۲
تعداد: گیارہ سو
مطبع: بونس پرنٹرز' لاہور
قیمت: ۵۰ روپے

اختر کتاب گھر

اظہر منزل' نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ۔ لاہور
فون: ۴۱۳۶۸۴

Marfat.com

انتساب

✪ ---- ان کنکریوں کے نام

جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹھی مبارک میں آتے ہی کلمہ گو ہو گئیں

✪ ---- اس سوکھی لکڑی کے نام

جس سے سرکارؐ نے ٹیک نہ لگائی تو فرط غم سے اس کی چیخیں نکل گئیں

✪ ---- احد پہاڑ کے نام

جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ مجھے اس سے پیار ہے

✪ ---- چاند کے نام

جو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل بہلانے کو کھلونا بنا

✪ ---- اس پتھر کے نام

جس پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدم مبارک رکھا تو وہ فرط عقیدت سے موم ہو گیا

✪ ---- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانس کی آمد و شد کے نام

جو بطحا و طیبہ کی ہوا کو معطر کرنے کا ذریعہ بنی

✪ ---- اس پاک مٹی کے نام

جسے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا

✪ ---- ان آنسوؤں کے نام

جو وفور محبت سے کسی عاشق رسولؐ کی آنکھوں سے بہہ جائیں

✪ ---- اس لمحے کے نام

جب والد محترم راجا رشید محمود نے دنیا میں نعت کے موضوع پر پہلے علمی و تحقیقی مجلہ **"ماہنامہ نعت"**
کے اجرا کا فیصلہ کیا۔

Marfat.com

دل و نگاہ کی پہنائیوں پہ چھائی ہے
محبّتوں سے مرتّب حسین قوسِ قزح
شہادتوں کی شفق رنگ سُرخیوں کے طفیل
فلک ہے حرمتِ آقا ؐ تو دین قوسِ قزح

راجا رشید محمود

Marfat.com

فہرست

حیات طیبہ میں ربیع الاول کی اہمیت	۹
حمد میں نعت کی صورتیں	۶۳
نعت میں اظہار عجز	۷۱
مدینہ، تاجدار مدینہؐ کی نظر میں	۷۵
اسلامی تعلیمات میں عدد کی اہمیت	۷۹
درود شریف ـــــ کس کس کی سنت	۱۱۹
سبزہ، بہار، پھول اور درود شریف	۱۳۵
نوید مسیحا کی مسیحائی	۱۴۷
شہیدان ناموس حضورؐ کی مشترکہ خصوصیات	۱۵۵

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

بلغ العلیٰ بکماله

کشف الدجیٰ بجماله

حسنت جمیع خصاله

صلوا علیه وآله

Marfat.com

حیاتِ طیبہ میں ربیع الاوّل کی اہمیت

حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام سیرت نگار اور سب قدیم و جدید مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت ربیع الاوّل میں ہوئی۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل ابنِ کثیر القرشی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وھذا مالا خلاف فیہ انہ ولد صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین ثم الجمھور علی ان ذٰلک کان فی شھر ربیع الاول (اس امر پر ذرا اختلاف نہیں ہے کہ حضورؐ دوشنبہ (پیر) کے دن پیدا ہوئے۔ پھر جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاوّل کا مہینا تھا) ۱؎

قمری مہینوں میں سے بعض مہینے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس دنیا میں ظہور فرمانے سے پیشتر ہی متبرک اور مقدس مشہور تھے اور حضورؐ کے اعلانِ نبوّت کے بعد بھی بعض مہینوں کو عظمتیں نصیب ہوئیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضورؐ کی اس دنیا میں تشریف آوری کسی ایسے باعظمت مہینے میں کیوں نہ ہوئی۔ ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں "یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا حرمت والے مہینوں یا شعبان المبارک میں پیدا ہوتے تو بعض ناسمجھ اس سے بے بنیاد وہم کا شکار ہو جاتے کہ آپ کو جو عظمت و شان حاصل ہے، وہ اِن مہینوں کی فضیلت اور قدر و منزلت کی وجہ سے ہے لیکن خالق حکیم جلّ جلالہٗ نے چاہا کہ آپ کی ولادت ماہِ ربیع الاوّل میں ہوتا کہ یہ مہینا آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے شرف و بزرگی حاصل کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جشنِ میلادِ نبوی

کی بدولت خدائے علی و قدیر کی عنایات و نوازشات کا اظہار ہو"۔ ۲

چنانچہ معلوم ہوا کہ ربیع الاوّل کو عظمت آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک سے نصیب ہوئی۔ یہ مبارک مہینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہو گیا تو اس نسبت نے اسے اہمیت بخش دی۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضورؐ کی اس دنیا میں ظہور پذیر ہونے کے علاوہ اس مہینے کو یہ خصوصیت بھی نصیب ہے کہ اسی میں سرکارؐ نے ہجرت فرمائی اور اسی میں اس دنیا سے پردہ فرمایا۔

مولانا محمد جعفر پھلواری لکھتے ہیں: "ظہورِ قدسی، آغازِ نبوت، اختتامِ ہجرت اور ظاہری مفارقت وغیرہ جیسے کئی اہم واقعات ماہ ربیع الاوّل ہی میں ہوئے"۔ ۳

شفیق بریلوی ایڈیٹر "خاتونِ پاکستان" کراچی اپنے مضمون میں ربیع الاوّل کی اہمیت کے بیان میں لکھتے ہیں "ربیع الاوّل کے معنی ہیں بہار کا پہلا مہینہ۔ ربیع اس موسم کو کہتے ہیں جس میں کونپلیں پھوٹیں، درختوں اور پودوں پر موسمِ بہار کے آثار نمایاں ہونے لگیں۔ عرب میں اس ماہ میں موسم بہت خوشگوار ہو جاتا تھا۔ درختوں کھیتوں میں ہریالی نظر آتی تھی، اس وجہ سے اس کو بہار کا پہلا مہینہ کہتے تھے۔ اگر اس ماہ مبارک میں کوئی اور بڑا واقعہ نہ بھی ہوا ہوتا، تو اس کی عظمت و تقدیس کے لیے صرف اتنا ہی کافی تھا کہ اس عالمِ امکان کا سب سے بڑا انسان اسی مہینہ میں متولد ہوا۔ رمضان اس لیے مبارک ہے کہ اس مہینہ میں قرآنِ پاک نازل ہوا۔ پھر وہ مہینہ کیسے مبارک نہ ہو گا جس میں صاحبِ قرآن پیدا ہوا"۔ ۴

اس حقیقت کی طرف شفیق بریلوی سے پہلے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے ہیرو، مفتی عنایت احمد کاکوروی نے ان الفاظ کی طرف اشارہ کیا تھا: "پیدا نہ ہونا آپؐ کا بروز جمعہ یا بماہ رمضان یا اور کسی دن میں جو متبرک مشہور ہیں، اس میں یہ نکتہ ہے کہ یہ بات نہ کہی جاوے کہ آپؐ کو برکت دن اور مہینے سے حاصل ہوئی بلکہ ایسے دن اور مہینے میں پیدا ہوتے کہ اس کو برکت آپؐ کے سبب ہوئی"۔ ۵

ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی اپنی کتاب "علموا اولادکم محبة رسول اللہ" ۶

Marfat.com

میں لکھتے ہیں۔ " یہ (ربیع الاول) آپ کی شریعتِ مطہرہ میں بھی عمدہ مہینا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ فصلِ ربیع سب سے اچھا اور معتدل موسم ہے۔ اس میں کپکپا دینے والی سردی ہوتی ہے، نہ جھلسا دینے والی گرمی۔ اس میں نہ رات لمبی ہوتی ہے، نہ دن اور یہ موسم خزاں، جاڑے اور گرمیوں کے موسموں کی تمام بیماریوں سے پاک ہوتا ہے۔ بلکہ لوگ اس میں نئی زندگی اور جوش و ولولہ پاتے ہیں۔ ان کی راتیں یادِ الٰہی میں، قیام اور ان کے دن روزے کے لیے سازگار رہتے ہیں۔ یہ فضا رحمت و شفقت کی شریعت کے مطابق ہے جسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے۔" [۸]

شیخ الامام ابو عبد الرحمٰن الصقلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " ہر شخص اپنے نام سے ایک حصہ رکھتا ہے۔ اس اصول کا اطلاق اشخاص پر بھی ہوتا ہے اور دوسری چیزوں پر بھی۔ چنانچہ موسمِ ربیع میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی نعمتیں زمین کا سینہ چیر کر باہر نکل آتی ہیں اور رزق کے ذخائر جن پر انسانوں کی زندگی اور معیشت اور ان کے احوال کی بہتری کی بنیاد ہوتی ہے، میسر آجاتے ہیں۔ اس میں بیج اور گٹھلیاں اور انواع و اقسام کے پودے پھوٹ پڑتے ہیں۔ چنانچہ یہ منظر ہر دیکھنے والے کو خوشی بخشتا ہے اور زبانِ حال سے ان کھیتوں کے پکنے کی خوشخبری دیتا ہے۔ اس میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی نعمتوں کے آغاز پر مسرت و شادمانی کی طرف ایک بہت بڑا اشارہ مضمر ہے۔" [۸]

محمد نور النبی شمسی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس دنیائے آب و گل میں تشریف آوری کے حوالے سے ربیع الاوّل کی مدح میں یوں تر زبان ہوتے ہیں:

" ربیع الاوّل شریف وہ مبارک مہینہ ہے جس میں آفتابِ نبوت ماہتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع ہو کر اپنے پرتوِ جمال کے فیضان سے تمام کائنات کو مالامال کر دیا۔ ربیع الاوّل شریف وہ برگزیدہ مہینہ ہے جس میں دعائے خلیلؑ، بشارتِ مسیحؑ، تعبیرِ خوابِ آمنہؓ مجسّم بن کر ظاہر ہوئی۔" [۹]

محمد بن ہشام نے "سیرت ابن ہشام" میں لکھا ہے "رسول خدا پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے جس سال کہ اصحاب فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی"[11]
علامہ ابن حجر عسقلانی[11] اور طبری[12] نے بھی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔ ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول پر اجماع ہے[13] مولانا اشرف علی تھانوی اپنی مشہور کتاب نشر الطیب میں لکھتے ہیں "سب کا اتفاق ہے کہ دو شنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے آٹھویں یا بارھویں۔ ماہ سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا، سنہ سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا"[14] مولانا سید عبد القدوس ہاشمی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول پیر کے روز صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے"[15] شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں "جمہور اور عام مورخین ۱۲ ربیع الاول سنہ عام الفیل کو یوم ولادت تسلیم کرتے ہیں"[16] مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "بارھویں ربیع الاول سنہ عام الفیل کو دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آپ پیدا ہوئے"[17] مولانا شاہ عطاء اللہ خان عطا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "۱۲ ربیع الاول سنہ عام الفیل (اسی سال میں واقعہ اصحاب الفیل واقع ہوا تھا) بروز دوشنبہ موسم بہار بوقت صبح صادق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے"[18] شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے "مدارج النبوت" میں رقم طراز ہیں۔
"بعض علماء نے اس قول پر دعویٰ کیا ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی اور بعض کے نزدیک دو راتیں گزر چکی تھیں، بعض کے نزدیک آٹھ راتیں گزر چکی تھیں اور بعض کے نزدیک دس راتیں آئی ہیں"[19]
ملا واحدی ایڈیٹر "نظام المشائخ" دہلی لکھتے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول کو حضورؐ کی ولادت ہوئی[20] سر سید احمد خان اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ "جمہور مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارھویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن روز بعد پیدا ہوئے"[21] الحاج حکیم غلام نبی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ صبح کے وقت

عالم وجود میں جلوہ فرما ہوئے۔[۲۱] عمر ابو النصر نے اپنی کتاب "نبی اُمّی" میں لکھا ہے کہ حضور پاکؐ کی ولادت عام الفیل میں ۱۲۔ ربیع الاول کو پیر کے دن ہوئی۔[۲۲] امام یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ لکھتے ہیں کہ آپؐ کی ولادت ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیر کے دن طلوع صبح کے قریب ہوئی۔[۲۳] مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے ۸ یا ۱۲۔ ربیع الاول کو حضور پاک صاحب لولاکؐ کی ولادت باسعادت کا دن قرار دیا ہے۔[۲۴] سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آپؐ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے۔[۲۵] ابوالجلال ندوی نے لکھا ہے کہ سرورِ دو عالمؐ مکہ میں دوشنبہ ۱۲۔ ربیع الاول کی صبح کو پیدا ہوئے۔[۲۶] علامہ مفتی عنایت احمد کاکورویؒ لکھتے ہیں۔ بارھویں ربیع الاول کے اسی سال میں جس میں قصۂ اصحاب فیل واقع ہوا۔ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔[۲۷]

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔ ولادت باسعادت ۱۲۔ تاریخ کو ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو اکہتر برس بعد ہوئی۔[۲۸] ماہنامہ "مولوی" دہلی کے رسولؐ نمبر ۱۳۵۵ھ میں ہے "ربیع الاول کی ۱۲۔ تاریخ تھی کہ ولادت نبویؐ کا نور ایک پردہ ضیا بن کر تمام عالم امکان پر مسلط ہو گیا"۔[۲۹] محمد عبدالشکور لکھنوی لکھتے ہیں "ربیع الاول کے مہینہ میں دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آٹھویں تاریخ اور بقول بعض بارھویں کو حضورؐ نے اس خاکدان تیرہ کو اپنے جمال جہاں آرا سے منور فرمایا"۔[۳۰] مولانا احمد رضا خان بریلوی کے والد مکرم مولانا نقی علی خان بریلوی نے "سرور القلوب بذکر المحبوبؐ" میں ۱۲۔ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔[۳۱] شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ فواد قاہرہ لکھتے ہیں۔ ۱۲۔ ربیع الاول بروز دوشنبہ صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔[۳۲] پیر محمد کرم شاہ اپنی تفسیر "ضیاء القرآن" میں لکھتے ہیں "بارہ ربیع الاول کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افزائے بزم گیتی ہوئے"۔[۳۳] قاضی عبدالدائم دائمؔ

Marfat.com

لکھتے ہیں "یہ حقیقت ہے کہ متعدد تاریخی دلائل کے علاوہ تقویم کی رو سے بھی ۱۲ ربیع الاول ہی صحیح ہے"[۳۵] مولانا قاری احمد کے مطابق "۱۲ ربیع الاول کی صبح صادق کتنی حسین و سعید ساعت تھی جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین کا خلعتِ فاخرہ زیب تن فرما کر عبدالمطلب کے گھر میں جلوہ افروز ہوئے"[۳۶]

صاحبزادہ ساجد الرحمٰن (ادارۂ تحقیقات اسلامیہ، اسلام آباد) ۱۲ ربیع الاول ہی کو صحیح تاریخ قرار دیتے ہیں[۳۷] حضورؐ کے مشہور سیرت نگار حضرت علامہ نور بخش توکلی بھی ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو حضورؐ کی ولادت کا دن لکھتے ہیں[۳۸] ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اپنی کتاب "حیات محمد" میں لکھتے ہیں "اکثریت ۱۲ ربیع الاول پر متفق ہے اور یہی قول ابن اسحٰق وغیرہ کا ہے"[۳۹] نواب سید محمد صدیق حسن خان لکھتے ہیں۔ "ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر کے، روز دوشنبہ شب دوازدہم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی"[۴۰] مولانا مفتی محمد شفیع نے ۱۲ ربیع الاول کو صحیح قرار دیا ہے[۴۱] پروفیسر سید شجاعت علی قادری لکھتے ہیں "آپؐ اصحابِ فیل کے واقعہ کے پچپن روز بعد ۱۲ ربیع الاول شریف کو صبح صادق کے وقت اس خاک دانِ عالم میں جلوہ فرما ہوئے"[۴۲] مولانا نیاز علی کی کتاب میں ہے کہ "حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو جلوہ افروزِ عالم ہوئے جبکہ نوشیروان عادل فارس پر حکمران تھا"[۴۳] مولوی محمد عبداللہ خاں سابق پروفیسر مہندر کالج، پٹیالہ "خطبات نبویؐ" میں تحریر کرتے ہیں۔ "حضور خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بروز پیر ۱۲ ربیع الاول ۶۱۶۳ھ بعد از ہبوط سیدنا آدم علیہ السلام بمقام مکہ ظہور پذیر ہوئی۔"[۴۴] سید محمد نظام الدین احمد جعفری لکھتے ہیں۔ بارھویں تاریخ شہر ربیع الاول اوائل عام فیل کے مطابق ۴۰ھ حکومت نوشیروان عادل بروز دوشنبہ وقت صبح صادق آفتاب عالمتاب رسالت مطلع قدم سے جلوہ افروز ہوا۔[۴۵]

ابن جوزیؒ کے مولود نامے کا ترجمہ مولانا عبدالحلیم شررؔ لکھنوی نے کیا تھا، جو ۱۹۲۳ء میں لکھنؤ سے چھپا۔ اس میں ہے: "ماہِ ولادت یعنی ربیع الاول شروع ہوا تو ہر روز

ولادت باسعادت موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول سنہ عام الفیل[50]، کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔[51] مولوی عبدالسلام ہمدانی امرتسری "آفتاب رسالت"[52] میں لکھتے ہیں ۱۲ ربیع الاول کو حبیب خدا فخر کونین، سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مولودِ مسعود سے اہل جہاں کو مفتخر و ممتاز فرمایا۔ قیصر و کسریٰ کے ایوان متزلزل ہوئے۔ آتش کدے سرد پڑ گئے اور ان بتوں نے جن کو مرکزِ عبودیت تصور کر کے پوجا جاتا تھا، سرِ نیاز جھکا دیا۔[53]

علامہ حکیم ابوالحسنات خطیب مسجد وزیر خان لاہور لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہؓ بیان کرتی ہیں "ماہِ ربیع الاول شروع ہوا تو تمام عالم انوارِ سماویہ سے منور نظر آنے لگا۔ اور غیب سے تسبیح و تہلیل کی صدائیں میرے کانوں میں گونجنے لگیں۔ شروع ماہ کے پہلے ہفتہ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ بشارت لائے اور فرمایا "آمنہؓ مبارک ہو۔ تم سے وہ پیغمبر اولوالعزم ظاہر ہونے والے ہیں جو صاحبِ اسماءِ حسنیٰ اور آیاتِ کبریٰ ہیں جب بارھویں شب ربیع الاول شریف آئی تو کوئی منادی ندا دینے لگا۔ اے آمنہؓ تمہیں مبارک ہو۔ آج تم سے وہ مولودِ مسعود ہو گا جو آفتاب فلاح و ہدایت اور فخرِ سعادت و نجابت ہے۔ ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا"[54] علامہ حکیم محمد عالم آسی کے مضمون "مجالس میلادِ نبویؐ" میں ہے "آپؐ کی پیدائش مکہ معظمہ میں ہوئی۔ اس کو سب مانتے ہیں مگر شبِ ولادت میں اختلاف ہے۔ زیادہ تر مشہور اور صحیح یہی قول ہے کہ حضور علیہ السلام ۱۲ ماہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور حضرت ابنِ عباسؓ کی روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔"[55]

بعض مفسرین، علما اور دانشوروں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے اور بعض نے کچھ اور اقوال بھی نقل کیے ہیں لیکن مہینا بہر حال سب نے ربیع الاول ہی تسلیم کیا ہے۔ مثلاً علامہ قسطلانی[56] حافظ ابن قیم[57] ابنِ حزم[58] حمیدی[59] عبدالرحمٰن شافعی[60] محمد طلعت عرب[61]، علامہ راشد الخیری[62] شبلی نعمانی[63] قاضی محمد سلیمان منصور پوری[64] مولانا ابوالکلام آزاد[65] محمد اسلم جیراجپوری[66]

غلام احمد پرویز،[۶۷] چودھری افضل حق[۶۸] عبدالکریم ثمر[۶۹] اور دوسرے بہت سے اہل قلم حضرات ۱۲ ربیع الاوّل کے بجائے کوئی اور تاریخ لکھتے ہیں لیکن اس تاریخ سازدن کو بہرحال ربیع الاوّل ہی کے مہینے سے متعلق تسلیم کرتے ہیں۔

نزولِ وحی کا آغاز

حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری ربیع الاوّل کے مبارک مہینے میں ہوئی۔ یہ کائنات میں امن وسلامتی کا آغاز تھا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا دوسرا اہم موڑ نزولِ وحی کا آغاز ہے جب قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا اور پڑھنے والے نے رب کے نام سے پڑھا۔ قرآن پاک کے نزول کا آغاز بھی ربیع الاوّل شریف ہی میں ہوا۔ اور وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى[۷۰] کا معنی یہ ہے کہ حضور آقا ومولا علیہ الصلوٰۃ والثنا کی ہربات وحی الٰہی ہے، ان کی گفتار فرمان خداوندی ہے، اُن کا کوئی ارشاد اس دائرے سے باہر نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں جو اُس نے دنیا کی اصلاح کے لیے اپنے محبوب سے کیں اور سرکار نے ان باتوں کو من وعن دنیا تک پہنچایا قرآن مجید ہے۔ اس کلام کا آغاز اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ[۷۱] سے ہوا ——— اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بنائی ہوئی اشرف المخلوقات تخلیق (انسان) سے باتیں کرنے کا وسیلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو بنایا تو یہ ربیع الاوّل ہی کا مہینہ تھا۔

محمد نظام الدین احمد کہتے ہیں "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کو پہنچے۔ دوشنبہ کے روز آٹھویں تاریخ ربیع الاوّل کو غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ امین کو بھیج کر وحی نازل فرمائی"[۷۲] "رحمتِ دوعالم"[۷۳] میں شاہ عطاء اللہ خان عطا رقم کرتے ہیں "۸ ربیع الاوّل ۱۳ھ میلادی مطابق ۱۲ فروری ۶۱۲ء بروز پیر غارِ حرا میں عبادت کررہے تھے، اس فرشتے نے خدا کا بھیجا ہوا سب سے پہلا پیغام جس کو وحی کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا"[۷۴] مفتی محمد عنایت احمد کاکوروی لکھتے

ایک نئی شان اور تازہ کرامات نمایاں ہونے لگیں۔ پہلی رات حضرت آمنہ رضی کو ایک خاص فرحت و بشاشت محسوس ہوئی۔ دوسری رات بشارت دی گئی کہ آپ کا ہر مقصد بر آئے گا۔ اور سب آرزوئیں پوری ہوں گی۔ تیسری رات آپ نے ملائکہ کے تسبیح پڑھنے کی آواز علانیہ اور آشکارا طور پر سنی۔ چوتھی رات آپ پر اپنی دولتمندی و سعادت کا حال آشکارا ہو گیا۔ پانچویں رات ایک نئی فرحت و مسرت حاصل ہوئی جو استقلال کے ساتھ قائم رہی۔ چھٹی رات کو تھکن، کمزوری اور ساری کلفت دور ہو گئی۔ ساتویں رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیل اللہ ابراہیمؑ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہیں بشارت ہو اس نبیؐ کی جو جلیل القدر اچھے ناموں نشانیوں اور اعلیٰ کنیتوں والے ہیں۔ آٹھویں رات کو چونکہ اب زمانہ ولادت سرورِ عالمؐ بالکل قریب آ پہونچا تھا، حضرت آمنہ رضی نے دیکھا کہ فرشتے آپ کے گرد طواف کر رہے ہیں۔ نویں رات کو دیکھا کہ سارا گھر نور سے معمور ہو گیا اور روشنی سے جگمگا اٹھا۔ دسویں رات کو سنا کہ حضرت رسولؐ مختار کی خوشی میں طیور نغمہ سنجی کر رہے ہیں۔ گیارھویں رات کو دیکھا کہ فرشتے خداوند عالم کی حمد و ثنا میں مشغول ہیں اور سارا گھر ان کی آوازوں سے گونج اٹھا ہے۔ بارھویں رات کو سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے "آمنہ تمہیں مبارک ہو"۔[۴۶]

خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں "ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو دوشنبہ کے دن آدمؑ کی پیشانی کا نور، نوح و ابراہیمؑ کے دل کا سرور، اسمٰعیل کی راحت جان، ہاشم و عبداللہ کے گھرانہ کی شان، غریبوں کا حامی، بیکسوں کا سہارا بی بی آمنہ رضی کے پیٹ سے تولد ہوا"۔[۴۷]
علامہ معین کاشفی ہرویؒ کا قول ہے کہ ربیع الاول کے مہینہ میں آنحضرت عالم وجود میں آئے اور اکثر کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔[۴۸] امام ابن جوزیؒ "الوفا" میں لکھتے ہیں کہ "محمد بن اسحاق بن خزیمہ فرماتے ہیں۔ حضورؐ پیر کے دن عام الفیل بارھویں رات ربیع الاول گزرنے پر تشریف لائے۔[۴۹] شیعہ عالم مُلّا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ "محمد بن یعقوب کلینی نے کہا حضرتؐ کی ولادت جب ہوئی تو ماہِ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر رہی تھیں۔[۵۰]
اہلِ علم کی تحقیق و کاوش کا فکری نتیجہ ہے کہ "ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

Marfat.com

ہیں "دوشنبہ کے دن آٹھویں ربیع الاوّل کو غارِ حرا میں جبرئیلؑ آپؐ کے پاس آئے اور وحیِ الٰہی لائے"[۱۲] "حبیب خدا" میں ہے "جب آپؐ چالیس برس کے ہوئے، آپؐ کو خلوت محبوب ہو گئی۔ آپؐ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے۔ ربیع الاوّل کی آٹھویں دوشنبہ کے دن جبریل علیہ السلام آئے اور سورہ اقراء کی شروع کی آیتیں آپؐ پر لائے"[۱۳] محمد عبدالشکور لکھنوی مدیر "النجم" لکھتے ہیں "جب عمر شریف چالیس برس کی ہوئی تو دوشنبہ کے دن ۱۷ رمضان کو اور بقولے ۸ ربیع الاوّل کو وہ دولت کبریٰ آپؐ کو عنایت ہوئی، جو ازل سے آپؐ کے لیے نامزد ہو چکی تھی"[۱۴]

مختلف سیرت نگاروں نے کہیں کہیں آٹھ ربیع الاوّل کے بجائے نو ربیع الاوّل بھی لکھا ہے لیکن بات اِس مقدس مہینے ہی میں رہی۔ "سیرت احمد مجتبیٰ" میں ہے "قمری سال سے عمر ۴۰ سال ایک دن ہوئی تو ۹ ربیع الاوّل سنہ ۴۱ میلادی (مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء) پیر کی شام حرا کی خلوتیں جگمگا اٹھیں۔ غارِ حرا کے اندھیرے میں یکایک روشنی ہوئی۔ روح الامینؑ امرِ حق کے ساتھ ظاہر ہوئے"[۱۵] ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے بھی نزولِ وحی کے آغاز کی تاریخ ۹ ربیع الاوّل لکھی ہے[۱۶] قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے ہیں "جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو ۹ ربیع الاوّل سنہ ۴۱ میلادی (مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء) کو بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم ۔۔۔ لے کر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اس وقت آنحضرتؐ غارِ حرا میں تھے"[۱۷]

معراج النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں معراج شریف کی بڑی اہمیت ہے جب ذاتِ پاک جلّ شانہ، نے حضورؐ کو جسدِ عنصری کے ساتھ راتوں رات سیر کرائی[۱۸] سیرت کی عام کتابوں میں اس عظیم واقعے کا تعلق رجب المرجب سے بتایا گیا ہے لیکن کہیں کہیں یہ بات بھی ملتی ہے کہ معراج کا یہ واقعہ ربیع الاوّل میں پیش آیا۔

Marfat.com

تھا۔ مثلاً علامہ امام یوسف بن اسمٰعیل نبھانی اپنی کتاب "انوارِ محمدیہ" میں لکھتے ہیں:۔
"ربیع الاوّل کے مہینے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور جسم کو بیداری کی حالت میں مسجد الحرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے۔ پھر مسجدِ اقصیٰ سے آپؐ کو سات آسمانوں سے اوپر لے گئے اور آپؐ نے خدا کو دونوں آنکھوں سے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی باتیں القا کی گئیں اور پانچ نمازیں فرض ہوئیں، پھر آپؐ راتوں رات مکّے کو واپس آ گئے۔۔۔۔ یہ واقعہ بعثت کے پانچویں سال پیش آیا۔ ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ رجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا۔ حافظ عبد الغنی المقدسی نے اس روایت کو ترجیح دی ہے"۔ [۸۱] ۱۲ سنہ نبوت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی جو آپؐ کے فضائل مختصّہ میں سے ہے۔ اس وقت عمر مبارک اکاون برس ۹ ماہ کی تھی۔ حضرت جبریلؑ بُراق لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کو اس پر سوار کر کے پہلے بیت المقدس لے گئے۔ پھر وہاں سے آسمانوں پر لے گئے۔ وہاں کے عجائب و غرائب ملاحظہ فرماتے۔ حق سبحانہٗ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ جنت دیکھی، دوزخ دیکھی، انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی، وہیں پنج وقتی نماز کی فرضیت کا حکم ملا۔ یہ معراج جسمانی تھی۔ تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۲۷ ربیع الاوّل لکھی ہے، بعض نے ۲۷ ربیع الآخر، بعض نے ۲۷ رجب اور یہی زیادہ مشہور ہے۔ [۸۲]

ہجرتِ مدینہ

ہجرتِ مدینہ اسلام کے عروج کا آغاز تھا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینۂ طیبہ کو ہجرت فرماتے وقت ربّ کریم سے دعا فرمائی "اے اللہ! تو نے میری محبوب ترین جگہ سے مجھے ہجرت کرائی۔ اب تو مجھے اس قطعۂ زمین میں آباد کر جو تجھے سب سے محبوب اور پسندیدہ ہو"۔ [۸۳] اللہ کریم نے اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنی محبوب اور پسندیدہ سرزمین (مدینۂ منوّرہ) میں بسایا اور سرکارؐ اب تک وہیں تشریف فرما ہیں اور اہم ترین بات یہ ہے کہ سرکارؐ اپنے خالق و مالک کی پسندیدہ جگہ پر

ربیع الاوّل شریف میں پہنچے۔

مولانا اشرف علی تھانوی ہجرتِ مدینہ کے بارے میں لکھتے ہیں "آپؐ مکہ سے دوشنبہ کے روز ربیع الاول کے مہینے میں اور بقول بعض صفر کے، ترپن سال کی عمر میں چلے تھے اور دوشنبہ ہی کے دن بارھویں ربیع الاوّل کو مدینہ میں پہنچے۔[۸۴]

ماہنامہ "آستانہ" دہلی میں ہے "۲۷ صفر ۱۳ نبوت مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۱ء جمعرات کی شام سے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو گھیر لیا گیا۔۔۔۔ حضورؐ سورۂ یٰسین تلاوت کرتے ہوئے گھر سے نکلے اور صاف نکل گئے، اللہ کے فضل سے کسی کی حضور پر نظر نہیں پڑی۔۔۔۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اُن کو ساتھ لے کر جبل ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔۔۔۔ تین دن اور تین راتیں غارِ ثور میں گزریں۔۔۔۔ پانچویں دن یعنی یکم ربیع الاول مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۱ء کو پیر کے دن تلاش کا زور ٹوٹا تو حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ غار سے باہر آئے اور سفر شروع کیا۔[۸۵]

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں "جب رات کو اُن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آگھیرا۔ اس وقت خدا کے نبیؐ نے پیارے بھائی علیؓ سے فرمایا "تم میرے بستر پر میری چادر لے کر سو رہو۔ ذرا فکر نہ کرنا۔ کوئی شخص تمہارا بال بیکا نہ کر سکے گا اور خدا کا رسولؐ خدا کی حفاظت میں باہر نکلا اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورۂ یٰسین پڑھتا ہوا صاف نکل گیا۔ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے نہ دیکھا۔ یہ واقعہ ۲۷ صفر ۱۳ نبوت روز پنجشنبہ (۱۲ ستمبر ۶۲۱ء) کا ہے۔۔۔۔ تین روز تک غار (غارِ ثور) میں رہے۔۔۔۔ چوتھی شب ابوبکرؓ کے گھر سے دو اونٹنیاں آگئیں، جن کو اسی سفر کے لیے خوب فربہ اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط سوار ہوئے اور مدینہ کی جانب یکم ربیع الاوّل روز دوشنبہ (۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) کو روانہ ہوئے۔[۸۶]

"انوارِ مدینہ" میں ہے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ کو روانہ ہوئے تھے اور بارہ تاریخ کو مدینہ پہنچے۔[۸۷] شیخ محمد رضا سابق مدیر

مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ اپنی کتاب "محمدؐ رسول اللہ" میں لکھتے ہیں "مکہ سے آپؐ کی تشریف بری یکم ربیع الاول پنجشنبہ کے دن عمل میں آئی اور اسی ماہ کی بارہ تاریخ ولادت مبارکہ سے ترپن سال بعد بروز دوشنبہ بوقت ظہر مدینہ میں داخل ہوئے۔"[۸۸] مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں۔ "۸۔ ربیع الاول آپؐ قبا پہنچے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے ۳ میل دور واقع ہے۔"[۸۹] "سراپائے قدس" میں ہے "۶۲۲ء (۱۲ ربیع الاول ۱۲ نبوی) میں حضور علیہ السلام نے حکم خداوندی کے تحت حضرت صدیق اکبرؓ کی معیت میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسی سفر میں حضور علیہ السلام نے سراقہ بن جعشم کو بتایا کہ اسے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔"[۹۰]

آر، وی، سی باڈلے اپنی کتاب "محمدؐ رسول اللہ" میں لکھتے ہیں "ماہ ربیع الاول کا نیا چاند آسمان پر تھا۔ یعنی ربیع الاول کی شروع کی تاریخیں تھیں"[۹۱] "خطبات سیرت" میں حافظ محمد یونس بیان کرتے ہیں "غار ثور میں متواتر تین دن قیام کے بعد ربیع الاول ۱ھ بروز پیر صدیق اکبرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ دو اونٹنیاں لے کر آگئے ان کے ساتھ عبداللہ اریقط بھی پہنچے جن کو راستہ بتلانے کے لیے اُجرت دے کر ساتھ لے لیا گیا تھا۔ وہ آگے آگے راستہ دکھانے کے لیے چلے"۔[۹۲] "نقوش" رسولؐ نمبر کے مطابق غار ثور سے روانگی جمعہ ۲ ربیع الاول کو غار میں سہ روزہ قیام، جمعہ تا دوشنبہ ۲ تا ۵ ربیع الاول اور قبا میں آمد دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔[۹۳]

محمد عبدالشکور مدیر "النجم" لکھنؤ لکھتے ہیں "شب جمعہ کو خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ تین دن غارِ ثور میں اقامت فرمائی، وہاں سے روانہ ہو کے ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔"[۹۴]

قبا میں آمد

علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "قبا میں آپؐ کا داخلہ اسلام کے

Marfat.com

دورِ خاص کی ابتدا ہے، اس لیے مؤرخین نے اس تاریخ کو زیادہ اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔ اکثر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یہ آٹھ ربیع الاول ۱۳ سنہ نبوی تھی[95] محمد نظام الدین احمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ جنابِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہنچ کر محلہ قبا میں منازل بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور وہ دن دوشنبہ بارھویں ربیع الاول کی تھی۔ چودہ دن آپؐ وہاں رہے[96] "خطباتِ سیرت" میں ڈاکٹر حافظ محمد یونس لکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ ثور سے یکم ربیع الاول دوشنبہ کو مدینہ منورہ ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تھے اور ۸ ربیع الاول دوشنبہ قبا پہنچ گئے تھے[97] "رحمۃٌ للعالمین" میں ہے "۸ ربیع الاول ۱۳ سنہ نبوت روز دوشنبہ کو خدا کا نبیؐ قبا میں پہنچ گیا۔"[98] عمر ابو النصر نے اپنی کتاب "رسولِ عربی" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ ہجرت آٹھ روز میں طے کیا اور ۱۲ ربیع الاول ۱۴ سنہ نبوی کو مدینہ میں واقع قبا میں پہنچے۔[99]

حضرت سلمان فارسیؓ کا قبولِ اسلام

حضرت سلمانؓ فارسی مسلمان ہونے سے پہلے کئی مذاہب اختیار کر چکے تھے مگر انہیں وہ ذہنی سکون نہ ملا تھا جس کی انہیں تلاش تھی۔ آخر کار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیامِ قبا کے دوران وہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور حقیقی سکون پا لیا۔ جناب سلمان فارسیؓ ایک یہودی کے غلام تھے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا اپنے آقا کو کہو تمہیں آزاد کر دے لیکن اس نے آزادی کی شرط یہ رکھی کہ وہ تین ہزار کھجوروں کے پودے اس طرح لگائیں کہ ایک بھی پودا ضائع نہ ہو اور چالیس اوقیہ چاندی اور چار ہزار درہم نقد ادا کریں۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا کہ وہ اپنے بھائی کی آزادی میں اس کی مدد کریں۔ ہر صحابی نے اپنے مقدور کے مطابق مدد کی۔ حتیٰ کہ تین ہزار کھجوروں کے درخت جمع کر دیئے گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب درخت لگانے لگو تو مجھے بلا لینا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ پودے اپنے دستِ اقدس سے لگا

Marfat.com

حضرت سلمانؓ نے فرمایا "قسم ہے اس خدائے لم یزل کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ان پودوں میں سے ایک پودا بھی ضائع نہ ہوا۔ اس کے بعد ایک صحابی حاضر ہوئے جنہوں نے حضورؐ کی خدمت میں مرغی کے انڈے کے برابر وزن کا سونا پیش کیا اور بتایا کہ یہ کان سے ملا ہے۔ حضورؐ نے حضرت سلمانؓ کو بلایا اور فرمایا۔ یہ لے جاؤ اور اپنی قیمت ادا کر آؤ۔ سلمانؓ نے عرض کی حضورؐ اس سے قیمت پوری نہ ہو سکے گی۔ ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے پر اپنی زبان پھیر کر فرمایا، لے جاؤ، پورا اُترے گا۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں جب تولا گیا تو اس کی قیمت چار ہزار درہم سے ذرّہ بھر بھی کم و بیش نہ ہوئی۔[۱۱]

مختلف مذاہب میں سے صرف اسلام ہی حضرت سلمانؓ کے اطمینانِ قلب کا باعث بنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبا میں قیام کے دوران حضرت سلمانؓ فارسی نے اسلام قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس اوقیہ سونا ان کے آقا کو دیا اور تین سو درخت اپنے ہاتھوں سے لگا کر انہیں آزادی دلائی[۱۲] (مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تین ہزار کھجوریں لکھی ہیں اور محمد احمد پانی پتی نے تین سو کھجوریں ـــــ لیکن اصل بات یہ ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیع الاول میں یہ پودے اپنے ہاتھوں سے اس مقصد کے لیے لگائے کہ حضرت سلمانؓ غلامی کے بندھنوں سے آزاد ہو جائیں۔)

مسجدِ تقویٰ یا مسجدِ قبا

"تاریخِ مدینہ" میں عبدالحق محدّث دہلوی لکھتے ہیں "آپ نے تین دن با خلافِ روایات تین دن سے زیادہ اسی جگہ قیام فرما کر مسجدِ قبا کی بنیاد ڈالی اور ایک روایت میں ہے کہ خود اہلِ قبا نے یہ درخواست کی تھی کہ ہم لوگوں کے لیے ایک مسجد بنوا دیجیے۔۔۔ ثقہ روایتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرتؐ اس مسجد کی تعمیر کے لیے خود بذاتِ شریف پتھر ڈھوتے تھے۔[۱۳] "البتہ مسجد وہ ہے کہ جس کی بنیاد رکھی گئی ہے

Marfat.com

تقویٰ پر پہلے دن سے۔"[۱۰۳] "رحمتِ دو عالم" میں ہے" مدینہ سے تین میل باہر کچھ اونچائی پر پہلے سے ایک چھوٹی سی آبادی تھی جس کو عالیہ اور قبا کہتے ہیں، یہاں مسلمانوں کے کئی معزز گھرانے رہتے تھے۔ قیام کے زمانہ میں حضورؐ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی تھی جس کا نام قبا کی مسجد ہے۔ اس نواح میں یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی عبادت گاہ ہے۔[۱۰۴]

شبلی نعمانی لکھتے ہیں "قبا میں آپؐ کا پہلا کام مسجد تعمیر کرانا تھا۔ حضرت کلثومؓ کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ یہیں دستِ مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی۔ یہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآنِ مجید میں ہے" وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیز گاری پر رکھی گئی ہو، وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت پسند ہے اور خدا صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (التوبہ ۱۰۸) حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شاعر تھے، وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے اور جس طرح مزدور کام کرتے وقت تھکن مٹانے کو گاتے جاتے ہیں، وہ اشعار پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرتؐ بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔[۱۰۵]

حافظ محمد یونس لکھتے ہیں "دورانِ قیام قبا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا انتظام فرمایا۔ تحمیلِ ہجرت کے بعد یہ پہلی مسجد تھی جس کی بنیاد حضورؐ کے دستِ مبارک سے رکھی گئی۔ اس مسجد کی عمارت بالکل سادہ تھی اور رسولؐ اللہ بہ نفسِ نفیس اس کی تعمیر میں شریک رہے تھے۔[۱۰۶] محمد نظام الدین احمد اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں "جنابِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں پہنچ کر محلہ قبا میں منازل بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور وہ دن دوشنبہ، بارھویں ربیع الاول کی تھی۔ چودہ دن آپؐ وہاں رہے اور مسجد قبا باعانت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم تعمیر کرائی۔ جب تک آپؐ وہاں رہے، اسی مسجد میں نماز پڑھتے رہے۔۔۔۔ اوّل مسجد ہے کہ عہدِ اسلام میں بنائی گئی۔ اس کے فضائل احادیث میں بہت ہیں اور بڑی فضیلت یہ ہے کہ آنجنابؐ

دوشنبہ و پنجشنبہ کو نماز وہیں پڑھتے تھے۔[۱۰۷] عمر ابو النصر لکھتے ہیں "قبا پہنچ کر سب سے پہلے کام آپؐ نے یہ کیا کہ اپنے دستِ مبارک سے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو چند ہی روز میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی"[۱۰۸] مولانا عبد السلام ہمدانی امرتسری لکھتے ہیں "محلہ قبا جو ایک چھوٹی سی بستی ہے، ۸ ربیع الاول کو آپؐ وہاں پہنچے تو آپؐ نے چودہ روز قیام کیا اور اس جگہ آپؐ نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور اسی جگہ "اسلام" کے متعلق سب سے پہلے خطبہ دیا"۔[۱۰۹]

سرکارؐ کا پہلا خطبۂ جمعہ

حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیع الاوّل میں اس کائناتِ عالم میں قدم رنجہ فرمایا۔ ربیع الاول ہی میں قرآنِ پاک نازل ہونا شروع ہوا۔ بعض سیرت نگاروں کے بقول معراج شریف بھی اسی مہینے میں ہوئی۔ ہجرتِ مدینہ کی تکمیل بھی اسی مہینے میں ہوئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول میں قبا پہنچے، ربیع الاوّل میں مسجدِ قبا بنائی۔ قبا ہی میں سرکارؐ کے قیام کے دوران میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ ربیع الاول ہی میں آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء مدینۂ طیبہ میں پہنچے اور نواحِ مدینۂ پاک میں پہلا جمعہ پڑھا اور پہلا خطبۂ جمعہ ربیع الاوّل شریف میں دیا۔

عبد القدوس ہاشمی اپنے مضمون میں بیان کرتے ہیں "۲۲ ربیع الاوّل پہلی نمازِ جمعہ اور سب سے پہلا خطبہ نماز بمقام محلہ بنی سالم شہر مدینہ منورہ۔ اسی سال سے مقام یثرب مدینۃ النبیؐ (نبی کا شہر) کہلانے لگا۔ جو بعد کو صرف المدینہ مشہور ہوا"۔[۱۱۰] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "آنحضرتؐ جمعہ کے دن مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بنو سالم بن عوف مقام پر جمعہ کا وقت ہوگیا تو آپؐ نے وہیں وادی کی مسجد میں اپنے سو ہمراہی مسلمانوں کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا فرمائی۔ یہ سب سے پہلا جمعہ تھا۔ جو آپؐ نے نواحِ مدینہ میں ادا فرمایا تھا۔ اور آپؐ کا سب سے پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں دیا گیا تھا"[۱۱۱] حافظ محمد یونس "خطباتِ سیرت" میں لکھتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول یکم ہجری کو بروز جمعہ قبل دوپہر آپؐ

Marfat.com

قبلہ سے روانہ ہوئے۔ چونکہ انصار اور دیگر جوق در جوق آکر راستہ کے دونوں جانب کھڑے ہوئے جا رہے تھے۔ اس لیے سواری کی رفتار بہت تیز نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بنی سالم کے محلے میں پہنچے تو نمازِ جمعہ کا وقت ہو گیا تھا اس لیے آپؐ نے وہیں نماز ادا کی۔ نماز سے قبل آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ آپؐ کی پہلی نمازِ جمعہ اور پہلا خطبۂ نماز تھا۔ خطبہ مبارکہ میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہے "مسلمانو! حظ اٹھاؤ مگر حقوق الٰہی میں فروگذاشت نہ کرو۔ خدا نے اس لیے تم کو اپنی کتاب سکھائی اور اپنا راستہ دکھایا ہے کہ راست بازوں اور جھوٹوں کو الگ الگ کر دیا جائے"۔ [۱۱۲] شاہ عطاء اللہ خان عطا کہتے ہیں "چودہ دن کے بعد آپؐ نے شہرِ مدینہ کا رُخ کیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ راہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ یہ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں پہلی نمازِ جمعہ تھی۔ نماز سے پہلے خطبہ پڑھا۔ یہ خطبہ ایسا تھا کہ جس نے سنا، اثر میں ڈوب گیا"۔ [۱۱۳] "سیرۃ النبی" میں ہے "چودہ دن کے بعد جمعہ کو آپؐ شہر کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ راہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ جمعہ کی نماز یہیں ادا فرمائی۔ نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ یہ آنحضرتؐ کی سب سے پہلی نمازِ جمعہ اور سب سے پہلا خطبۂ نماز تھا۔ لوگوں کو جب تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جوشِ مسرت سے پیش قدمی کے لیے دوڑے"۔ [۱۱۴] مولوی عبدالسلام لکھتے ہیں "قبلہ سے جب آپؐ مدینہ کو جانے لگے تو جمعہ کا دن تھا۔ راستہ میں قبیلہ بنو سالم کے محلّہ میں نماز کا وقت آگیا۔ آپؐ نے جمعہ کی نماز وہیں ادا فرمائی۔ نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ تاریخ اسلام میں یہ سب سے پہلی نمازِ جمعہ اور خطبۂ نماز تھا"۔ [۱۱۵] "خطباتِ نبویؐ" میں ہے "آپؐ نے جمعہ کے روز قبا سے مدینہ کی طرف کوچ کیا۔ جب آپؐ بنی سالم بن عوف کے قبیلے میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آگیا۔ وہاں کے لوگوں نے پہلے ہی ایک مسجد بنا رکھی تھی، وہاں آپؐ نے خطبہ جمعہ فرمایا اور نماز ادا کی۔ خطبہ کی کچھ باتیں مندرجہ ذیل ہیں "اور جو شخص اپنے اور خدا کے درمیانی حقوق میں ظاہر و باطن میں اصلاح کرے اور اس کی نیت اس سے بجز رضائے خدا اور کچھ نہ ہو تو دنیا میں نیک نام ہو گا اور

Marfat.com

مرنے کے بعد جب کہ آدمی اعمالِ خیر کا محتاج ہوگا۔ زاد و ذخیرہ ہو کے اس کو ملے گا۔ اور اس کے علاوہ اگر اصلاح نہ کرے تو وہ بدوں کے سبب چاہے گا کہ اس میں اور بدیوں میں ایک بڑا دراز فاصلہ ہوگا۔[116]

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں "۱۲ ربیع الاول سنہ ہجرت کو جمعہ کا دن تھا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)[117] قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام کا پہلا جمعہ تھا۔ (فرمایا) "حمد و ستائش خدا کے لیے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد و بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔"[118] "نقوش" میں ہے "مدینہ میں نمازِ جمعہ ۱۶ ربیع الاول کو ہوا۔"[119] رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں داخل ہونے کے بعد وہاں کے پہلے جمعہ میں مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:۔

"میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور بہترین تاکید یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو آخرت کے لیے آمادہ کرے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دے۔ حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو، جیسے کہ خود اس نے تمہیں اپنی ذات سے ڈرتے رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ نہ تو اس سے بڑھ کر کوئی نصیحت ہے نہ اس سے افضل کوئی ذکر ہے۔"[120]

کتاب "حیاتِ رسول" میں ہے "شہر (مدینہ) میں داخل ہونے سے پہلے محلہ بنو سالم میں نمازِ جمعہ کا وقت آگیا اور آپؐ نے وہاں اسلام کا پہلا جمعہ پڑھا اور پہلا خطبہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "اپنی آیندہ زندگی کی فکر کرو۔ تم مرنے کے بعد خدا کے حضور حاضر کیے جاؤ گے اور وہ تم سے ہم کلام ہوگا۔ اور کہے گا کہ اے شخص کیا تیرے پاس میرا رسولؐ نہیں آیا تھا جس نے تجھے میرے احکام پہنچائے۔ کیا میں نے مال دے کر تجھ پر فضل نہیں کیا تھا؟ پھر تو نے کیا توشہ آگے بھیجا؟ وہ شخص دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھے گا، کچھ نہ پائے گا۔ پھر سامنے دیکھے گا تو جہنم کو پائے گا۔[121]

حضرت ابوایوبؓ انصاریؓ کے ہاں قیام

حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدینہ پاک میں تشریف لانا، وہاں پہلا جمعہ پڑھنا، وہاں پہلا خطبہ ارشاد فرمانا اور حضرت ابوایوب انصاری کے گھر میں قیام فرمانا ہجرت مدینہ ہی سے متعلق ہے۔ لیکن الگ الگ نہایت اہم واقعات ہیں، اس لیے ان کا علیحدہ علیحدہ ذکر ضروری سمجھا گیا ہے۔

" رحمتِ دو عالم" میں ہے " ۲۰ ربیع الاوّل کو بروز جمعہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں داخل ہوئے۔ ارادتمند مدینے والوں کی مسرت کا جوش اور ارادت کے اظہار کا ولولہ اس درجہ تک تھا کہ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ آپؐ میرے ہی گھر میں اُتریں مگر آپؐ نے کسی کی دل شکنی کو گوارا نہ کیا اور فرمایا کہ جہاں میری اونٹنی جاکر خود بخود بیٹھ جائے گی، میں وہیں اُتر پڑوں گا ۔ ۔ ۔ جہاں اب مسجدِ نبویؐ ہے، اونٹنی وہاں بیٹھ گئی ۔ ۔ ۔ اس کے بعد اونٹنی اٹھی، کچھ قدم آگے چل کر پھر مڑ کر وہیں آگئی۔ جہاں پہلے بیٹھی تھی۔ یہ دوبارہ بیٹھنا آخری فیصلہ تھا۔ ہر چند لوگوں نے کوشش کی کہ اونٹنی اٹھے مگر وہ نہ اُٹھی۔ چونکہ اس مقام کے پاس جہاں اب مسجدِ نبویؐ ہے، ابوایوبؓ انصاری کا گھر تھا۔ اس لیے آپؐ اُنھی کے یہاں مہمان اُترے"۔ [۱۲۲]

"نقوش" میں ہے " ہجرت کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ کی طرف چلے تو بہت سے قبائل نے آپؐ کے ٹھہرانے کی تمنا ظاہر کی لیکن یہ سعادت سیدنا ابوایوب کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپؐ کی اونٹنی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب بیٹھ گئی"۔ [۱۲۳]

شبلی نعمانی لکھتے ہیں " جہاں اب مسجدِ نبویؐ ہے اس سے متصل حضرت ابوایوب انصاریؓ کا گھر تھا۔ کوکبہ نبویؐ یہاں پہنچا۔ سخت کشمکش تھی کہ آپؐ کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہو؟ ۔ ۔ ۔ آخر یہ دولت ابوایوب کے حصہ میں آئی"۔ [۱۲۴] محمد نظام الدین احمد جیفری کی کتاب میں ہے " ۱۴ روز اقامتِ محلہ قبا کے بعد، آپؐ نے اندر شہر

Marfat.com

کے ارادہ اقامت کا فرمایا۔ شہر کے لوگ کمال متمنّی اس بات کے تھے اور ہر ایک کی نہایت آرزو تھی کہ آپؐ ہمارے محلہ میں ٹھہریں۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ نے فرمایا ناقہ مامور ہے جہاں بیٹھے گی وہاں ٹھہروں گا۔ اونٹنی چلتے چلتے منبر مسجد شریف کی جگہ بیٹھ گئی، پھر اُٹھی اور دروازہ ابو ایوب انصاری پر بیٹھی۔[125] "تواریخ حبیبؐ اللہ میں ہے کہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں ٹھہریں مگر آپؐ نے فرمایا میری اونٹنی اس کام کے لیے مامور ہے اور اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔"[126]

انصار کے ہر قبیلے اور خاندان کی دلی آرزو تھی کہ میزبانی کا شرف اسے بخشا جائے، ۔ ۔ ۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اونٹنی کو چھوڑ دو وہ خدا کی طرف سے مامور ہے۔ اونٹنی چکر کاٹ کر ابو ایوب انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی"[127]

"آفتاب رسالت" میں عبد السلام بیان کرتے ہیں" ہر ایک کی تمنا ہے کہ اس سعادت کا شرف مجھے عطا ہو۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابو ایوبؓ کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی اور آپ ابو ایوبؓ انصاری کے مکان میں تشریف لے گئے"[128]

شیخ محمد رضا کی کتاب میں ہے "بنو سالم کے مقام پر نماز پڑھنے کے بعد شہر مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے سب کی خواہش تھی کہ آپؐ ان کے ہاں ٹھہریں۔ آپؐ نے اونٹنی کو چھوڑ دیا اور وہ خدا کے حکم سے حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی اور اس طرح آپؐ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان بنے"۔[129] "حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے پر قیام کیا"۔[130]

"انوارِ محمدیہ" میں ہے "بعد از نماز آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور مدینے کو چلے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چلتے چلتے وہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ رضی اللہ عنہ کے صحن میں بیٹھ گئی، گردن زمین پر رکھ دی اور بغیر منہ کھولے آہستہ آہستہ بولنے لگی۔ آپؐ اُترے اور فرمایا "یہ ہے ان شاء اللہ ہماری منزل اور حضرت ابو ایوبؓ انصاری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کجاوہ اٹھا کر اندر لے گئے"۔[131]

"مدینہ میں ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مہمان بنیں مگر

آپؐ کی اونٹنی حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔ حضرت ابو ایوبؓ نے سامان اٹھایا اور اپنے گھر میں لے گئے۔" ۱۳۲ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار جب مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ جس محلہ یا گلی میں جاتے، لوگ آپؐ کی اونٹنی کو پکڑتے تاکہ آپؐ انہی کے گھر میں قیام فرمائیں مگر آپؐ نے فرمایا کہ اونٹنی کے راستے سے ہٹ جاؤ، یہ حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ اونٹنی چلتے چلتے مسجد نبویؐ کی جگہ جا رکی۔ تھوڑا سا آگے گئی پھر واپس پہلی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہاں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا گھر تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔" ۱۳۳

مسجدِ نبویؐ کی تعمیر

"مسجدِ نبویؐ کی تعمیر ربیع الاول ۱ھ میں ہوئی۔ سرکار رحمۃ للعالمینؐ مدینے میں تشریف لائے تو آپؐ نے فوراً ہی اپنے منصوبے کے مطابق تعمیری و انقلابی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا اور اس مقصد کی خاطر سب سے پہلے مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کی۔ آپؐ نے جس زمین پر مسجد تعمیر کی۔ وہ بنو نجار کے دو انصار کی ملکیت تھی جن کے نام سہل اور سہیل تھے۔ یہ دو بھائی تھے انہوں نے یہ زمین "خدا کے گھر" کے لیے بلا معاوضہ آپؐ کی نذر کرنا چاہی۔ لیکن آپؐ نے باصرار قیمت دے کر خریدا۔ آپؐ چونکہ عنقریب اسلامی مملکت کے پہلے سربراہ یعنی حکمران بننے والے تھے لہذا آپؐ نے مفت زمین لینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس سے آئندہ حکمرانوں کو لوگوں سے جبراً بلا قیمت زمین لینے کا (چاہے مسجد ہی کے لیے ہو) جواز مل جاتا اور لوگ اُسے سُنّتِ حسنہ سمجھ بیٹھتے اور اس طرح دنیا میں ظلم کی رسم پڑ جاتی۔" ۱۳۴

پہلی اذان

کتاب "پیغمبرِ اعظم و آخر" کے مطابق پہلی اذان ربیع الاول ۱ھ مطابق اکتوبر

Marfat.com

۶۲۲ھ کو مسجدِ نبویؐ میں دی گئی۔ ڈاکٹر نصیر الدین ناصر لکھتے ہیں "مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کے ساتھ نظامِ صلوٰۃ کے قیام کی پہلی ضرورت تو پوری ہو گئی لیکن وقتِ مقررہ پر باجماعت نماز ادا کرنے کا بندوبست کرنا ابھی باقی تھا۔ صحابہ کرامؓ نے اس سلسلے میں متعدد تجاویز پیش کیں۔ مثلاً ناقوس، دف، منادی وغیرہ کے ذریعے لوگوں کو مطلع کیا جائے لیکن آپؐ نے کسی تجویز کو پسند نہ فرمایا۔ آپؐ یقیناً وحی کے منتظر تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وحی کے ذریعے اذان کے مروّجہ طریقے اور الفاظ سے مطلع کیا۔ حسنِ توارد دیکھیے کہ بعض صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے بھی خواب میں مروّجہ اذان سُنی اور آپؐ کی خدمتِ اقدس میں اس کا اظہار کیا۔ آپؐ نے فرمایا "اس میں وحی تم سے سبقت لے گئی"۔ پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا اور اس طرح حضرت بلالؓ کو اسلام کا پہلا مؤذن بننے کا قابلِ رشک شرف حاصل ہے"۔ ۱۳۵

غزوۂ بواط

حضور نبیٔ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی حیاتِ طیّبہ میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے بہت سے معرکے ہوئے۔ ان میں سے کئی غزوے اور کئی سرایا بھی ربیع الاوّل کے مہینے میں وقوع پذیر ہوئے۔ ایسے معرکوں کا اجمالی ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

غزوۂ بواط ربیع الاول ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء میں ہوا۔ ۱۳۶ اس غزوہ کے علمبردار سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ ۱۳۷ اور ان کا نائب سعد بن معاذؓ کو مقرر کیا گیا تھا۔ ۱۳۸ یہ غزوہ ہجرت سے تیرھویں مہینے کے آغاز ماہِ ربیع الاوّل میں وقوع ہوا۔ حضرت سعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ علمدار تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنا خلیفہ بنایا اور دو سو اصحاب کے ساتھ قافلۂ قریش کے قصد سے نکلے جس میں اُمیہ بن خلف اور قریش کے سو آدمی اور اڑھائی ہزار اونٹ تھے مگر مقابلہ نہ ہوا اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بواط سے واپس تشریف لے آئے۔ ۱۳۹

Marfat.com

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس غزوے کا ذکر کیا ہے لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قافلے کے ساتھ روانگی کا بطورِ خاص ذکر نہیں کیا۔ لکھتے ہیں: "ہجرت کے دوسرے سال ربیع الاوّل کے مہینے میں غزوۂ بواط میں دو سو صحابہؓ کو قریش کے قافلے سے جنگ کے لیے روانہ کر دیا۔ ان میں اُمیہ بن خلف تھا۔ یہ لوگ رضویٰ کے اطراف میں پہنچ گئے۔ یہ جگہ مدینہ سے تین منزل مکہ کی طرف ہے۔ یہ لوگ بھی جنگ کے بغیر مدینہ مشرفہ واپس آ گئے"[۱۴۰] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون "سیرتِ نبویؐ (توقیت کی روشنی میں)" میں لکھتے ہیں کہ غزوۂ بواط غزوۂ بدرِ اولیٰ کے بعد کا واقعہ ہے۔ لکھتے ہیں "اس غزوہ پر جانے کی تاریخ ابنِ حبیب کے موجودہ نسخے میں ۲ ربیع الآخر یوم دوشنبہ نظر آتی ہے مگر ساتھ ہی تاریخ مراجعت دوشنبہ ۲۰ ربیع الآخر بیان کی گئی ہے"[۱۴۱] غزوۂ بواط ابتدائی مہموں کے سلسلے کی پانچویں کڑی تھی۔ واقدی کے مطابق بواط ایک مقام تھا جو رضویٰ کے کنارے ذی خشب کے نواح میں واقع تھا اور مدینہ سے اس کا فاصلہ محض تین بُرد تھا۔ ربیع الاول ۲ھ/ستمبر ۶۲۳ء میں یعنی چوتھی مہم کے ایک ماہ کے اندر اندر آپ کاروانِ قریش کو روکنے کی غرض سے نکلے۔ اس بار کاروانِ مکہ میں سو قریشی تھے اور پندرہ سو اونٹ اور سالارِ کارواں امیہ بن خلف بھی تھا لیکن مڈبھیڑ نہیں ہوئی اور آپؐ لوٹ آئے۔[۱۴۲] "خطباتِ سیرت" میں حافظ محمد یونس لکھتے ہیں "ربیع الاوّل ۲ھ کو حضورؐ بہ نفس نفیس ۲۰۰ جانثاروں کو لے کر رضویٰ پہاڑ ینبوع کے علاقے میں گئے۔ راستہ میں ۱۰۰ آدمیوں کا قریش کا ایک قافلہ ملا۔ جو اُمیہ بن خلف کی سرکردگی میں جا رہا تھا۔ مگر حضورؐ نے ان کو گزر نے دیا۔[۱۴۳]

غزوۂ سفوان یا بدرِ اولیٰ

[۱۴۴] غزوۂ بدرِ اولیٰ یا غزوۂ سفوان ربیع الاوّل ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء میں ہوا۔ مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ہجرت کے دوسرے سال ماہِ ربیع الاوّل ہی میں کرز بن جابر فہری (جو روسائے مشرکین میں سے تھا مگر بعد میں ایمان لایا)

Marfat.com

کی گوشمالی کے لیے ایک اور غزوہ کی تیاری کی گئی حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم علمدار تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ کرز مذکور مدینہ منورہ کے اونٹ جو جمار میں چرا کرتے تھے، ہانک کر لے گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کے نواح میں وادیٔ سفوان تک تشریف لے گئے مگر کرز بچ کر نکل گیا۔ اور حضور سراپا نور مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے[۱۴۵] "خطبات سیرت" میں ہے "ربیع الاول ۲ ھجری کو کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کر کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اطلاع ملی تو آپ نے سپاہیوں کا دستہ ساتھ لے کر اس کا پیچھا کیا۔ کرز تو بچ کر نکل گیا مگر آئندہ کے لیے سد باب ہو گیا۔[۱۴۶] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "ابن اسحٰق کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جمادی الاخریٰ ۲ ھ کا تھا، چنانچہ ابن حبیب نے اس کی تاریخ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۲ ھ ہی بیان کی ہے۔ بخلاف اس کے واقدی اور ابن سعد کے نزدیک یہ واقعہ ربیع الاول ۲ ھ کا ہے[۱۴۷] محمد یٰسین مظہر صدیقی اپنے مضمون میں بدر اولیٰ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں: "واقدی کا بیان ہے کہ ربیع الاول ۲ ھ میں کرز بن جابر فہری نے مدینہ کے اونٹوں پر، جو جماء اور اس کے نواح میں چرتے تھے، حملہ کیا تھا۔ خبر سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حملہ آوروں کے تعاقب میں نکلے مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ ... طبری کے بیان کے مطابق اضافہ ہے کہ شرکاء مہم سب کے سب مہاجر تھے لیکن ان کی تعداد کسی نے بھی نہیں بیان کی ہے۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام کے بیانات بھی دوسروں کی مانند ہیں۔[۱۴۸]

غزوۂ لوط

مولوی اشرف علی تھانوی کے مطابق "ربیع الاول ۲ ہجری میں غزوۂ لوط واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں۔ قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا۔ مگر مقابل نہیں ملا۔[۱۴۹]

Marfat.com

سریۂ زید بن حارثہ

مولوی اسحٰق النبی علوی لکھتے ہیں "سریۂ زید بن حارثہ کے متعلق ابن اسحٰق کی تشریح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے چھ ماہ بعد کا ہے یعنی ربیع الاول ۳ھ کا بخلاف اس کے واقدی اور ابن سعد نے اس کو جمادی الاخریٰ کا واقعہ قرار دیا ہے۔ اس واقعے کی تاریخوں پر بھی دو تقویمی کارفرمائی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ جدول تقدیم میں ربیع الاوّل ۳ھ مئی، جمادی الاخریٰ مدنی کے مطابق ہے۔ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ موسم سرما کا تھا۔ جدول سے اندازہ ہوتا ہے کہ ربیع الاوّل ۳ھ نومبر دسمبر ۶۲۴ء سے مطابق تھا۔[۱۵۰]

کعب بن اشرف کا قتل یا سریۂ محمد بن مسلمہ

محمد بن مسلمہؓ کی قیادت میں یہودی کعب بن اشرف کا خاتمہ ربیع الاول ۳ھ اگست ستمبر ۶۲۴ء کو ہوا[۱۵۱] شبلی نعمانی لکھتے ہیں "یہودیوں میں کعب بن اشرف ایک مشہور شاعر تھا۔۔۔ اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں سرداران قریش مارے گئے تو اس کو نہایت صدمہ ہوا۔۔۔ لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے شعر پڑھتا اور روتا اور رُلاتا تھا۔۔۔ مدینہ میں واپس آیا تو آنحضرتؐ کی ہجو میں اشعار کہتا اور لوگوں کو آنحضرتؐ کے برخلاف برانگیختہ کرنا شروع کر دیا۔۔۔ فتنہ انگیزی کا زیادہ اندیشہ ہوا تو آپؐ کی مرضی سے حضرت محمد بن مسلمہؓ نے بہ مشورہ روسائے اوس جا کر اس کو ربیع الاول ۳ھ میں قتل کر دیا۔[۱۵۲]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر "پیغمبر اعظمؐ و آخر" میں لکھتے ہیں "یہودی فتنہ گر دسرغنہ کعب بن اشرف کا انجام ۱۴ ربیع الاول ۳ ہجری مطابق ۴ ستمبر ۶۲۴ء کو ہوا۔۔۔ محمد بن مسلمہؓ نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ایسے ڈرامائی انداز میں کعب بن اشرف کا خاتمہ کر دیا کہ یہودیں میں خوف و سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی اور انہیں تحریری طور پر عہد کرنا

Marfat.com

پڑا کہ وہ آیندہ ایسی مذموم حرکات اور باغیانہ سرگرمیوں سے باز رہیں گے۔ اس واقعے سے وہ فتنہ فرو ہوگیا جو جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے لیے مہلک ثابت ہوسکتا تھا۔[۱۵۳]

شیخ محمد رضا کے مطابق کعب بن اشرف محمد بن مسلمہؓ کا ماموں تھا مگر جب اس کی شرارتیں اور اسلام کے خلاف حربے حد سے بڑھ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی "اے اللہ! مجھے جس طرح ہو کعب بن اشرف کے فتنہ سے بچا"۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے اپنے ماموں کو مارنے کی اجازت آپؐ سے لی۔ اور حضرت ابو نائلہؓ جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی اور شاعر تھے اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔ شیخ محمد رضا یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۳ھ مطابق ۶۲۴ء میں ہوا۔[۱۵۴]

اُمّ المؤمنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کا انتقال

حضرت زینبؓ بنت خزیمہ بن حارث قیسیہ جو قبیلہ عامر بنو صعصعہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ لقب اُم المساکین تھا۔ آپ شہیدِ اُحد حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی بیوہ تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اوائلِ رمضان میں دوسرا نکاح فرمایا اور بارہ اوقیہ زرِ مہر قرار پایا۔ آپؓ نے اسی سال یعنی ۳ھ ربیع الاول میں انتقال فرمایا۔[۱۵۵]

حضرت اُمِ کلثومؓ کا نکاح

عمر ابو النصر "رسولِ عربی" میں حضرت اُمِ کلثومؓ کے نکاح کے بارے میں لکھتے ہیں "حضرت عثمانؓ کی پہلی بیوی حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔ جب حضور جنگِ بدر کے لیے تشریف لے جانے لگے تو وہ سخت بیمار ہوگئیں اور چند ہی دنوں میں ان کی وفات ہوگئی۔ ان کی وفات کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُمِ کلثومؓ کی شادی حضرت

Marfat.com

عثمانؓ سے کر دی۔ اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہا جاتا ہے۔ یہ شادی ربیع الاوّل ۳ھ میں ہوئی۔[۱۵۶] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "اس واقعے سے متعلق واقدی کی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ سے ان کا نکاح ربیع الاوّل ۳ھ میں ہوا تھا مگر رخصتی جمادی الاخریٰ میں ہوئی، جس کی بظاہر کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ گمان غالب یہ ہے کہ واقدی کو اس نکاح کی دو مختلف روایتیں پہنچی تھیں۔ ایک ربیع کی دوسری جمادی کی۔ ان دونوں میں تطبیق کی خاطر انہوں نے نکاح اور رخصتی دونوں رسموں کو علیحدہ علیحدہ مہینے میں قرار دیا۔"[۱۵۷]

"مدینۃ الرسول" میں ہے "حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد ربیع الاوّل ۳ھ میں سیدنا عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ چھ سال تک سیدنا عثمانؓ کے ساتھ رہیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔[۱۵۸] مولانا سید سلیمان ندوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "۳ھ میں جو غزوۂ بدر کا سال تھا حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تو ربیع الاوّل میں حضرت عثمانؓ نے حضرت اُمّ کلثومؓ سے نکاح کر لیا۔ بخاری میں ہے کہ جب حضرت حفصہؓ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت عثمانؓ نے تامل کیا لیکن دوسری روایتوں میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا: "میں تم کو عثمانؓ سے بہتر شخص کا پتا دیتا ہوں اور عثمانؓ کے لیے تم سے بہتر شخص ڈھونڈتا ہوں تم اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دو۔ اور میں اپنی لڑکی کی شادی عثمانؓ سے کر دیتا ہوں۔"[۱۵۹] شاہ مصباح الدین شکیل کے مطابق یہ شادی وحیِ الٰہی کی بنا پر ہوئی۔" ۲ھ میں بدر کی لڑائی کی فتح کے دن حضرت رقیہؓ راہی ملکِ عدم ہوئیں تو حضرت عثمانؓ بے حد مغموم رہنے لگے۔ ایک دن حضورؐ نے فرمایا کہ اے عثمان! تم اس قدر کیوں حزن و ملال میں مبتلا ہو۔ عرض کیا مجھ سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا

کہ نبی زادی خاک بسر ہوئیں اور خانوادۂ نبوت سے ہمیشہ کے لیے میرا رشتہ ٹوٹ گیا۔ ابھی یہ گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ جبریلؑ امین اس حکم کے ساتھ حاضر ہوئے کہ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اُمِ کلثومؓ کا عقد عثمانؓ کے ساتھ کر دیا۔ تعمیل حکم میں حضرت رقیہؓ کے مہر کے برابر مہر پر عقد ہوا۔ یہ واقعہ ربیع الاول کا ہے۔ دو ماہ بعد جمادی الآخر ۳ھ ہجری میں رخصتی عمل میں آئی۔[۱۶۰]

شیخ محمد رضا کی کتاب میں ہے کہ حضرت رقیہؓ کے انتقال پر حضرت اُم کلثومؓ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ ربیع الاول ۳ھ کو کر دیا۔ اور دو ماہ بعد رخصتی ہوئی۔[۱۶۱]

غزوۂ ذوامر یا غزوۂ انمار یا غزوۂ غطفان

مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "غزوۂ ذوامر کے واقعے کی توقیت پر بھی دو تلفظ کی کارفرمائی کا اثر واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کیونکہ ابن اسحٰق کی صراحت سے اس کی تاریخ آخر ذوالحجہ ۲ھ ثابت ہوتی ہے جبکہ واقدی کے نزدیک یہ ربیع الاول ۳ھ کا واقعہ تھا۔ جدول سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۲ھ میں ذوالحجہ اور ربیع الاول متبادل مہینے تھے[۱۶۲] ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کے مضمون میں ہے "غزوۂ ذوامر ربیع الاول ۳ھ مطابق ستمبر ۶۲۴ء کو ہوا[۱۶۳] جبکہ ڈاکٹر نصیر الدین ناصر کے مطابق یہ غزوہ محرم ۳ ھجری مطابق ۶۲۴ء کو ہوا۔[۱۶۴]

غزوۂ بنی نضیر

حکیم غلام نبی لکھتے ہیں "ربیع الاول ۴ھ مطابق ۶۲۵ء میں غزوۂ بنی نضیر پیش آیا۔ جس کے بعد یہودان بنو نضیر کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا۔[۱۶۵] عبدالقدوس ہاشمی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ ربیع الاول ۴ ھجری کو غزوۂ بنو نضیر پیش آیا[۱۶۶] شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب میں ہے "ربیع الاول کے

Marfat.com

ماہ میں غزوہ بنی النضیر واقع ہوا۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا۔ یہاں کے لوگوں کو چھ روز تک محصور رکھا گیا۔ آخر کار جب یہ لوگ شام کی جانب جلا وطنی پر راضی ہو گئے تو انہیں جانے کی اجازت مل گئی"۔[۱۶۷] ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی کے مطابق غزوہ بنو نضیر کا واقعہ ربیع الاول ۴ھ مطابق اگست ۶۲۵ء کو پیش آیا۔ اس غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اپنا خلیفہ حضرت عمرو بن ام مکتومؓ کو مقرر کیا۔[۱۶۸] ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "بنو نضیر یہودِ مدینہ کا ایک قبیلہ تھا جو مسجدِ نبویؐ سے جنوب مشرق کی طرف شہر سے باہر آباد تھا۔ یہ ہر وقت اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپؐ ہمارے تین علماء سے اسلام پر گفتگو کرنے کے لیے تشریف لائیں اور ساتھ تین صحابی بھی لے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعوت قبول فرمالی اور حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو ساتھ لے کر ان کے ہاں چلے گئے۔ یہود نے آپؐ کے آنے سے پہلے چھت پر ایک یہودی کو چڑھا دیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ جب مسلمان باتوں میں لگ جائیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک وزنی سل گرا دے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو انہیں اسی دیوار کے سائے میں بٹھایا گیا لیکن وحی نے آپؐ کو سازش کی اطلاع دے دی۔ چنانچہ آپؐ اٹھ کر واپس چلے گئے اور بنو نضیر کو سزا دینے کی سکیم بنانے لگے۔ آپؐ ربیع الاول ۴ھ میں صحابہؓ کا ایک جیش لے کر بنو نضیر کے محلے میں گئے، ان کا محاصرہ کر لیا اور پندرہ دن کے بعد اس شرط پر صلح ہوئی کہ یہود ہتھیار چھوڑ جائیں اور جتنا سامان اٹھا سکتے ہیں، لے کر مدینہ سے نکل جائیں۔ چنانچہ یہ لوگ خیبر وغیرہ کی طرف چلے گئے۔[۱۶۹]

نور بخش توکلی لکھتے ہیں۔ "آپؐ نے بنو نضیر کی شرارتوں سے تنگ آ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار آپؐ نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا اور اجازت دی کہ وہ جو مال اونٹوں پر لے جا سکتے ہیں لے جائیں۔[۱۷۰] شیخ محمد رضا کی کتاب میں ہے "بنو نضیر میں سے صرف

دو شخص اسلام لائے تھے۔ یامین بن عمیر بن کعب بن عمیر بن حجاش اور ابوسعد بن وہب۔ چنانچہ یہ بدستور اپنے اموال پر قابض رہے اور انہوں نے اپنا مال و سامان محفوظ کر لیا۔ اس غزوہ میں عزوک قتل کر دیا گیا جو بنی نضیر کا بہادر تیر انداز تھا۔ اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا۔[171] شاہ عطاء اللہ خاں کہتے ہیں " بنی نضیر کی جلا وطنی ربیع الاول ۴ھ میں ہوئی۔ بنو قریظہ نے تو آپؐ سے معاہدہ کر لیا مگر بنو نضیر نے اپنی شرارتوں اور شیطنت کاریوں پر برابر قائم رہے۔ انہیں اپنی شجاعت و دولت مندی اور مضبوط و مستحکم قلعوں پر بڑا ناز تھا۔ قریش کے بھروں میں آئے ہوئے تھے۔ اعلانیہ کہتے تھے کہ مسلمان ابھی قریش ہی سے لڑے ہیں ہمارے دست و بازو انہوں نے نہیں دیکھے۔ ہم سے مقابلہ پڑے تو ہم انہیں دکھا دیں۔ رسول کریمؐ انہیں سمجھانے کے لیے گئے تو انہوں نے یہ انتظام کیا کہ آپؐ کو دھوکے سے بلا کر اوپر سے پتھر لڑھکا کر شہید کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے آگے بلایا مگر آپؐ کو ان کی سازش کا علم ہو گیا۔ اور آپؐ لوٹ آئے۔۔۔ جب یہ کسی طرح باز نہ آئے تو انہیں سزا دینے کا تہیہ کیا گیا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک جمعیت لے کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ جب یہ ہر طرح سے مجبور ہو گئے تو انہوں نے اظہار عجز کیا اور یہ خود ہی جلا وطنی پر راضی ہو گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور انہیں اپنے تمام مال و متاع سمیت نکل جانے کی اجازت دے دی۔[172] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں۔ " غزوۂ بنو نضیر کے واقعہ کی تاریخ ابن حبیب سہ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۴ ہجری بیان کی ہے جو مکی تقویم کے حساب سے ٹھیک بیٹھتی ہے۔ وسٹنفیلڈ کی تقویم کے اعتبار سے یہ تاریخ غلط ہے "[173]

مسجد الفضیخ یا مسجد الشمس

عبدالباری لکھتے ہیں " اس واقعہ (غزوہ بنی نضیر) کی یادگار میں مسجد شمس یا مسجد الفضیخ یا مسجد الفیضخ موجود ہے۔[174] اب اس کو مسجد الشمس کہتے ہیں۔ مسجد قبا کے

قریب یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو مسجد قبا سے مشرقی جانب ایک بلند مقام پر سیاہ پتھروں سے بنی ہوئی ہے۔ اس کی چھت ندارد ہے۔ مربع گیارہ در گیارہ گز ہے۔
جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی النضیر کا محاصرہ کیا تھا اور ان کے قریب خیمہ لگایا تھا تو چھ روز تک اسی مسجد کی جگہ پر نماز ادا فرمائی تھی۔ اس کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی گئی۔ ابن شیبہ اور ابن زبالہ بیان کرتے ہیں کہ ابو ایوب اور انصار کی ایک جماعت اس مسجد کی جگہ پر بیٹھ کر فیضخ استعمال کرتے تھے (یہ ایک پینے کی چیز ہے۔) جب شراب کی حرمت کے لیے آیت نازل ہوگئی تو اس خبر سن کر مشکیزہ کا منہ کھول دیا اور مشک میں جتنی فیضخ تھی، اسی مقام پر گرا دی۔ اس وجہ سے اس کو مسجد فیضخ کہتے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ شاید یہ قصہ مسجد کی تعمیر سے پہلے کا ہو یا شراب کی نجاست کا علم اس کے بعد ہوا ہو۔ امام احمد اپنی مسند میں ابن عمرؓ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ اسی مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیضخ کا ایک کوزہ لایا گیا تھا جس کو آپؐ نے نوش فرمایا تھا۔ اسی سبب سے اس کو مسجد فیضخ کہتے ہیں۔ [175]

سورۂ حشر

غزوۂ بنی نضیر کے مہینہ یعنی ماہ ربیع الاول میں سورۂ حشر نازل ہوئی۔ [176]
شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سورۂ حشر پوری کی پوری بنو نضیر کے واقعات میں نازل ہوئی ہے جس میں ان مصائب کا مفصل بیان کیا گیا ہے جو خدا کی طرف سے یہود پر نازل ہوئے اور جو آنحضرتؐ نے ان پر اللہ کی طرف سے مسلط فرمائے۔ بخاری شریف میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے۔ آپؐ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سورۂ حشر کا ذکر کیا تو فرمایا اسے سورۂ نضیر کہو۔ [177]
عبدالباری لکھتے ہیں "پڑاؤ ڈالنے کے بعد بنو النضیر کے پورے محلہ کو اس طرح گھیر لیا کہ کسی طرف سے نہ کوئی نکل کر باہر جا سکے اور نہ باہر سے کسی قسم کی مدد محلہ میں پہنچ

Marfat.com

سکے۔۔۔ مگر جب کیمپ سے دونوں محلّوں کی طرف نگاہ دوڑائی جاتی تو درمیان کے کھجور کے درخت یہودیوں کے قلعوں کو آڑ کر لیتے تھے، ان درختوں کو بغیر کاٹے کام چلنا مشکل نظر آیا۔ حُسنِ اتفاق سے اِن زاویوں کے درمیان جو کھجور کے درخت حائل تھے، گھٹیا قسم کے تھے جن کے کاٹے جانے سے کم نقصان تھا۔ سہیلی کا تو بیان ہے کہ بنو النضیر اس کھجور کو غذا کے کام میں بھی نہ لاتے تھے۔۔۔ جب اس طرح درختوں کو کاٹا جانے لگا تو بنو قریظہ نے آپؐ کو کہلا بھیجا۔ "اے محمدؐ تم تو فساد کو منع کرتے ہو اور کہتے ہو کہ میں اصلاح کرنے آیا ہوں، پھر یہ درخت کیوں کاٹ رہے ہو؟ کیا یہ اصلاح ہے۔ آپؐ کے اور مسلمانوں کے متفکر ہونے پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔۔۔ "تم نے لینہ کے جو درخت کاٹ ڈالے یا جس قدر ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو یہ سب خدا کے اِذن سے ہوا اور اس لیے کہ وہ فاسقوں کو رُسوا کرے۔" [۱۷۸]

شراب کی شرعی حد

عبدالقدوس ہاشمی لکھتے ہیں "۴ ھجری ربیع الاوّل غزوہ بنو نضیر ہوا اور شراب کی تحریم کا حکم نازل ہوا۔" [۱۷۹] شیخ محمد رضا شراب کے متعلق لکھتے ہیں "حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے شراب پینے والے کو کھجور کی چھڑی اور جوتوں سے پٹوایا۔۔۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ کے سامنے ایک شخص کو پکڑ کر لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں اسے کھجور کی چھڑی سے چالیس ماریں لگوائیں۔ شراب ۴ھ میں غزوہ بنی نضیر کے اثنا میں حرام کی گئی۔ [۱۸۰]

غزوہ دومۃ الجندل

"سراپائے اقدسؐ" میں ہے "ربیع الاوّل ۵ھ مطابق جولائی ۶۲۶ء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غزوۂ دومۃ الجندل کے لیے تشریف لے گئے لیکن آپؐ کی ہیبت کے سبب دشمن مقابلہ پر نہ آیا۔" [۱۸۱] شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں "ربیع الاوّل

کے مہینے میں جنگ کے بغیر غزوہ دومۃ الجندل واقع ہوا"۔ [۱۸۲] کرنل ڈاکٹر محمد ایوب خان اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں "دومۃ الجندل والوں کی خبر ملی کہ وہ مقابلہ کے لیے نکل رہے ہیں۔ ربیع الاول ۵ھ میں آپؐ نے ایک ہزار صحابہؓ کے ہمراہ ادھر مسافت کی۔ وہ لوگ منتشر ہو گئے اور کچھ اونٹ اور بکریاں غنیمت میں ملیں۔ دومۃ الجندل مدینہ سے پندرہ روز کی مسافت پر ہے اور دمشق سے پانچ روز کی مسافت پر"۔ [۱۸۳] غلام جیلانی برق لکھتے ہیں "دومۃ الجندل کا قصبہ مدینے سے پانچ سو میل شمال میں اس تجارتی شاہراہ کے قریب واقع تھا جو یمن سے شام تک جاتی تھی چونکہ وہاں کے قبائل مدینہ کے تجارتی قافلوں کے لیے خطرہ بن گئے تھے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی گوشمالی کے لیے ۲۲/۲۴ ربیع الاول ۵ھ کو ایک ہزار صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ حضرت سباع بن عرفطہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور پندرہ دن کے بعد دومہ میں پہنچے لیکن قبائل منتشر ہو چکے تھے اس لیے واپس آ گئے۔ [۱۸۴]

"انوارِ محمدیہ" میں ہے "یہ غزوہ ہجرت کے انچاس ماہ کے بعد، ربیع الاول کے مہینے میں پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ وہاں شرپسندوں کی ایک جماعت ہے جو وہاں سے گذرنے والوں کو ستاتی ہے۔ چنانچہ آپؐ ایک ہزار صحابہ کو لے کر ربیع الاول کی پچیس تاریخ کو روانہ ہوئے اور مدینہ کی سربراہی سباع بن عرفطہؓ کے سپرد کی۔ جب وہاں پہنچے تو سوائے بھیڑ بکریوں کے کچھ نہ تھا۔ چنانچہ ان کے ڈھور ڈنگر اور ریوڑ چرانے والوں کو قابو کر لیا۔ کئی مارے گئے اور کئی بھاگ گئے۔ اہالیان بستی کو پتہ چلا تو وہ غائب ہو گئے۔ آپؐ وہاں پہنچے تو کسی سے آمنا سامنا نہ ہوا۔ آپؐ نے چند دن وہاں قیام فرمایا اور اِدھر اُدھر مہمیں روانہ کیں۔ ربیع الثانی کی بیس تاریخ کو واپس آ گئے۔ [۱۸۵]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے مطابق "ربیع الاول ۵ھ مطابق اگست ۶۲۶ء میں آپؐ کو اطلاع ملی کہ دومۃ الجندل میں، جو مدینے سے پندرہ روز کی مسافت پر ہے، مشرکین کثیر تعداد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا منصوبہ قافلوں کو لوٹنا اور مدینے کو

Marfat.com

تاخت و تاراج کرنا ہے۔ فتنے کو سر اٹھاتے ہی کچل دینا آپؐ کی کامیاب حکمتِ عملی تھی۔ لہذا آپؐ نے فوراً ۲۵ ربیع الاول ۵ھ مطابق ۲۴ اگست ۶۲۶ء کو ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف پیش قدمی کی۔ سباعؓ بن عرفطہ غفاری کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ مشرکین کو اسلامی لشکر کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ اُٹھے۔ بغاوت فرو ہو گئی اور فتنہ دب گیا۔ [۱۸۶]

مہم یا غزوۂ بنی لحیان

غلام نبی لکھتے ہیں "ربیع الاول ۵ھ مطابق جولائی ۶۲۶ء میں حضور علیہ السلام غزوۂ دومۃ الجندل کے لیے تشریف لے گئے لیکن آپؐ کی ہیبت کے سبب دشمن مقابلہ پر نہ آیا۔ [۱۸۷] محمد یٰسین مظہر صدیقی کے مطابق "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن اُم مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔" [۱۸۸] شیخ محمد رضا کہتے ہیں: "یہ غزوہ ابتداء ماہِ ربیع الاول ۶ھ مطابق جون جولائی ۶۲۷ء کو واقع ہوا جس کا سبب یہ ہوا تھا کہ آنحضرتؐ حضرت عاصم بن ثابت اور ان کے ساتھی قراء کے قتل کی وجہ سے بہت رنجیدہ تھے جو ماہِ صفر ۴ھ میں بئر معونہ کے مقام پر دھوکے سے قتل کر دیے گئے تھے۔ پس آپؐ نے اس کا اظہار فرمایا کہ آپؐ شام جا کر ان مجرمین کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے ان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ مدینہ سے روانہ ہوئے۔۔۔۔ وہاں پہنچ کر آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ وہ کفار آپؐ کی آمد سے خائف ہو کر پہاڑیوں کی چوٹیوں پر جا چھپے ہیں۔ آپؐ نے وہاں ایک دو دن قیام فرمایا اور ان کی تلاش میں پہاڑوں کے ہر طرف طلایہ گرد دستے روانہ فرمائے۔ پس حضرت ابو بکرؓ کو دس سواروں کا دستہ دے کر روانہ فرمایا تاکہ قریش کو ان کی آمد کا علم ہو تو وہ دہشت زدہ ہو جائیں۔ پھر آنحضرتؐ بغیر جنگ کیے واپس ہو گئے۔ [۱۸۹]

نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں "یہ غزوہ یکم ربیع الاول ۶ھ مطابق ۲۱ جولائی ۶۲۷ء کو ہوا۔ اس مہم کا مقصد حضرت عاصم بن ثابتؓ اور دیگر شہدائے رجیع کا انتقام لینا

Marfat.com

تھا۔ اس کی قیادت آپؐ نے کی تھی۔ بنو لحیان خوف سے پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ آپؐ اہلِ مکہ کو مرعوب کرنے کی خاطر اور آگے بڑھے اور مکے کی حدود میں پہنچ کر مراجعت فرمائی۔ [۱۹۰]

مہم عکاشہ رضؓ

غلام جیلانی برق لکھتے ہیں کہ "حضورؐ کو اطلاع ملی کہ نجد کا ایک قبیلہ اسد شرارت پر آمادہ ہے آپؐ نے حضرت عکاشہؓ بن محصن الاسدی کو ربیع الاول ۶ھ میں چالیس صحابہ کا ایک دستہ دے کر اس کی گوشمالی کے لیے بھیجا۔ جب یہ دستہ ارضِ اسد کے ایک چشمے غمر پر پہنچا تو وہ لوگ منتشر ہو گئے۔ [۱۹۱] محمد رضا لکھتے ہیں "غمر مکہ کے راستہ میں فید نامی قلعہ سے دو دن کے فاصلہ پر واقع قبیلہ بنی اسد کا کنواں ہے۔ یہ سریہ ماہ ربیع الاول ۶ھ میں پیش آیا۔ حضرت عکاشہؓ چالیس آدمیوں کا دستہ لے کر روانہ ہوئے۔ دشمن ان کی آمد کی خبر سے خوف زدہ ہو کر فرار ہو گئے۔ جب مسلمان ان کے مقام پر پہنچے تو ان کے فرار ہو جانے کی وجہ سے ان کا شہر خالی پایا۔ پس مسلمانوں نے ان کی تلاش میں ایک دستہ روانہ کیا جنہوں نے قریب ہی ان کے اونٹوں کے پیروں کے نشانات دیکھ کر ادھر کا رخ کیا اور ان کے ایک آدمی کو پا لیا۔ اور اسے امان دے دی جس کے بدلے اس نے اپنے قبیلہ کے اونٹوں کا پتا بتا دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر کے ان کے دو سو اونٹ ہانک لیے اور اس پتا بتانے والے کو آزاد کر دیا۔ اور اونٹوں کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ [۱۹۲]

مہم ذوالقصّہ

نقوش کے مطابق "مدینہ سے چوبیس میل دور نجد میں بنو ثعلبہ کا ایک موضع ذوالقصّہ کہلاتا تھا۔ حضورؐ کو اطلاع ملی کہ وہاں ثعلبہ کے آدمی حملے کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے ربیع الاول ۶ھ میں محمد بن مسلمہؓ کو صرف دس صحابہ کے ہمراہ

مقابلے کے لیے بھیجا۔ وہاں ایک سو آدمی اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے سب کو مار ڈالا۔ صرف محمدؓ بن مسلمہ بچ کر نکل سکے۔ حضورؐ نے فوراً چالیس صحابہ کا ایک اور دستہ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کی قیادت میں روانہ کیا لیکن وہ لوگ منتشر ہو گئے۔ دو تین ہفتے بعد ثعلبہ کے چند آدمی اپنے اونٹوں کو چرانے کے لیے مدینہ کے قریب ایک چراگاہ میں آ گئے۔ حضورؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو دوبارہ چالیس صحابہ کے ساتھ بھیجا، وہ خود تو بھاگ گئے۔ لیکن ان کے بیشتر مویشی پیچھے رہ گئے جنہیں یہ ہانک لائے۔[۱۹۳]

غزوہ ذی قرد

"سراپائے اقدس" میں ہے "ربیع الاول ۶ھ مطابق جون جولائی ۶۲۷ء کو غزوہ بنی لحیان واقع ہوا۔۔۔ اسی ماہ غزوہ ذی قرد پیش آیا جس میں دشمن کو ذلت آمیز شکست ہوئی"۔[۱۹۴] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "اس کا نام غزوہ غابہ بھی ہے۔ ذو قرد غطفان کے علاقے کے قریب مدینہ سے بارہ میل کے فاصلے پر ایک کنواں ہے۔ یہ غزوہ ماہ ربیع الاول ۶ھ مطابق جولائی ۶۲۷ء میں پیش آیا تھا۔ بخاری میں ہے کہ یہ غزوہ خیبر سے تین دن قبل اور غزوہ حدیبیہ کے بیس دن بعد پیش آیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ عیینہ بن حصن فزاری نے آنحضرتؐ کے اونٹوں پر چھاپہ مارا تھا۔۔۔ آنحضرتؐ نے حسب عادت اپنے بعد حضرت ابن مکتومؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا اور پانچ سو مجاہدین کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو اپنے بعد تین سو مجاہدین کے دستہ کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لیے مامور فرما گئے۔۔۔ اس غزوہ کا انجام یہ ہوا کہ مسلمانوں نے دشمن کو جا لیا اور انہیں شکست دے دی، ان کے سرغنوں کو قتل کر ڈالا۔۔۔ مسلمانوں کے صرف ایک مجاہد محرز بن نضلہؓ شہید ہوئے پھر آنحضرتؐ آگے بڑھ کر خیبر کے سامنے مقام ذاکر تک پہنچ گئے تو دشمن پناہ کے لیے بنی غطفان کے پاس جا چھپے۔۔۔۔ اس موقع پر حضرت ابو قتادہؓ نے مسعدہ بن حکمہ فزاری کو قتل کر دیا تھا۔ اس لیے آنحضرتؐ نے مقتول کا گھوڑا اور ہتھیار انہیں عطا فرما دیے۔

Marfat.com

اِدھر راستہ میں حضرت عکاشہ بن محصنؓ کو ابان بن عمرو اور اس کا بیٹا عمر ایک اونٹ پر سوار مل گئے تو آپؓ نے انہیں اپنے نیزے میں پرو کر دونوں کو قتل کر دیا۔ آنحضرتؐ اس موقع پر مدینہ سے پانچ دن غیر حاضر رہے۔[۱۹۵]

سریہ حضرت شجاع بن وہب الاسدی یا سریہ بنو ہوازن

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ کے مطابق (یہ سریہ) "ہجرت کے آٹھویں سال ربیع الاوّل کے مہینے میں چوبیس آدمیوں کے ساتھ بنو ہوازن کی ایک جماعت کے خلاف بھیجی گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر حملے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ وہ راتوں کو سفر کرتے اور دن کو چھپ رہتے، تاآنکہ ایک صبح کو ان پر ہلہ بول دیا۔ اونٹ اور بکریاں ہنکا لیں اور ہانک کر مدینے لے آئے۔"[۱۹۶]

مہم کعبؓ بن عمیر یا ذات اطلاع

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں "حضورؐ نے ربیع الاوّل ۸ھ میں حضرت کعبؓ بن عمیر غفاری کو پندرہ صحابہ کے ہمراہ ذات اطلاع میں تبلیغ کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا اور سب کو مار ڈالا۔ صرف ایک زخمی کسی طرح مدینے میں واپس پہنچا۔"[۱۹۷] "انوارِ محمدیہ" میں ہے "یہ مہم ہجرت کے آٹھویں سال ربیع الاوّل کے مہینے میں پندرہ آدمیوں کے ساتھ ذات اطلاع کے خلاف روانہ کی گئی۔ وہاں پہنچے تو مقابلے پر ایک بڑی جماعت موجود تھی، گھمسان کا رن پڑا۔ چنانچہ مسلمان شہید ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک زخمی مسلمان جوان کا امیر بنایا جاتا تھا، ان میں سے غائب ہو گیا۔ جب رات چھا گئی تو وہ بہ مشکل تمام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا رنج ہوا چنانچہ ان کے خلاف لشکر کشی کا ارادہ کیا اتنے میں معلوم ہوا کہ وہ کسی دوسرے مقام پر منتقل ہو گئے ہیں۔ اس لیے ارادہ ترک

کر دیا گیا۔[۱۹۸]

عدی بن حاتم طائیؓ

۹ھ ربیع الاوّل کے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی قیادت میں ایک مہم طے کے علاقے کی طرف بھیجی۔ ان کے آنے کی خبر سن کر عدی بن حاتم طائی بھاگ گیا۔ اور اس کے قبیلہ والوں کو قید کر لیا گیا جن میں اس کی بہن سفّانہ بھی تھی۔ ان قیدیوں کو مدینہ میں لایا گیا اور مسجدِ نبوی کے قریب ایک حظیرہ میں رکھا گیا۔ جب آپؐ اس طرف سے گزرے تو سفّانہ نے کہا کہ اسے چھوڑ دیں کیونکہ اس کا بھائی فرار ہو گیا ہے اس لیے اس کا فدیہ دینے والا کوئی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں۔ آپؐ نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا اور اسے آزاد کر دیا۔ آزاد ہونے کے بعد وہ اپنے بھائی کے پاس ملک شام پہنچی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت تعریف کی اور اسے اسلام قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ وہ شام سے سیدھا مدینہ پہنچا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت مسجد میں تھے۔ عدی بن حاتم کو لے کر گھر کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک بڑھیا ملی۔ اس کی بات آپؐ نے نہایت غور سے سُنی۔ گھر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کو گدّے پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔ عدی بن حاتم دل میں پکار اُٹھا کہ یہ کام کسی بادشاہ کا نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتیں کرنے کے بعد اسلام لے آیا۔[۱۹۹]

وفد بَلّی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں مختلف قبیلوں کے وفد حاضر ہوتے رہے سیرت کی کتابوں میں ہے کہ ربیع الاوّل ۹ھ میں بَلّی کا وفد ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ سیرتِ ابنِ ہشام میں ہے "حضرت رویفع ابنِ ثابت

Marfat.com

بلوی فرماتے ہیں۔ ماہِ ربیع الاوّل ۹ھ میں میری قوم کا وفد آیا۔ میں نے انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ پھر انہیں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ اپنے کاشانۂ مبارک میں صبح کے وقت تشریف فرما تھے۔ وفد کے رئیس ابو الضباب آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور گفتگو کے بعد سب لوگ اسلام لے آئے۔ انہوں نے ضیافت کا حکم اور چند دیگر دینی مسائل پوچھے جو آپؐ نے بیان فرمائے۔ پھر میں ان حضرات کو لے کر اپنے گھر آگیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں کی ایک گٹھڑی اُٹھا کر لا رہے ہیں۔ فرمایا ان کھجوروں سے کام چلاؤ۔ میں نے ان حضرات کو یہ کھجوریں اور کچھ دوسری چیزیں پیش کیں۔ انہوں نے تین دن قیام کیا پھر رخصت لینے کے لیے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے انہیں عطیات عطا فرمائے۔ اس کے بعد وہ لوگ اپنے علاقے میں چلے گئے۔[۲۰۰]

سریہ بنی کلاب

"انوارِ محمدیہ" میں ہے "یہ مہم بنو کلاب کے خلاف ہجرت کے نویں سال ربیع الاوّل میں بہ جانب قرطا روانہ کی گئی۔ انہیں دعوتِ اسلام دی گئی لیکن انہوں نے انکار کیا۔ جنگ ہوئی، بنو کلاب بھاگ گئے اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت حاصل ہوا۔[۲۰۱] غلام ربانی برق کے مضمون میں ہے "بنو کلاب نجد میں رہتے تھے۔ ان کے متعلق خبر ملی کہ یہ حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے ربیع الاوّل ۹ھ میں حضرت ضحاکؓ بن سفیان کو ان کی طرف بھیجا۔[۲۰۲] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "آنحضرتؐ نے ماہِ ربیع الاوّل ۹ھ کو مجاہدین کا ایک لشکر قرطاء کی طرف بھیجا۔ اس پر حضرت ضحاک۔۔۔۔ کو افسر مقرر فرمایا جو بڑے دلیر اور بہادر لوگوں میں سے تھے۔ اُن کے ساتھ اُصید بن سلمہ بن قرطؓ بھی تھے۔ پس یہ لوگ قرطیوں سے زج لاوہ (نجد کے ایک مقام) پر جا ملے اور انہیں اسلام لانے کی دعوت دی مگر اُنہوں نے انکار کر دیا۔ تب مسلمانوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں شکست دے دی۔ اور ان کا مال و متاع لوٹ لیا۔[۲۰۳] مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے

Marfat.com

ہیں "۹ ہجرت ربیع الاوّل میں ایک لشکر ضحاک بن سفیان کی ہمراہی میں بنی کلاب کی طرف بھیجا اور بعد قتال کے، کفار کو ہزیمت ہوئی۔[۲۰۴]

سریہ خالد بن ولیدؓ

"انوار محمدیہؐ" کے مطابق "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حجۃ الوداع سے پہلے ہجرت کے دسویں سال ربیع الاوّل کے مہینے میں بنو عبد المدان کی طرف جو نجران کا ایک قبیلہ تھا، روانہ فرمایا تھا۔ وہ مسلمان ہو گئے تھے[۲۰۵] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "آنحضرتؐ نے ماہ ربیع الاول ۱۰ھ مطابق جون ۶۳۱ء میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو چار سو مجاہدین کا سردار بنا کر نجران کی طرف بنو حارث بن کعب پر فوج کشی کے لیے روانہ فرمایا اور انہیں حکم فرمایا کہ ان سے جنگ کرنے سے پہلے ان پر تین دن تک اسلام کی دعوت پیش کریں۔ اگر وہ منظور کر لیں تو تم ان کا اسلام قبول کر لو۔ پھر ان میں قیام کر کے انہیں اللہ کی کتاب، سنت نبی کریمؐ اور اسلامی حقائق کی تعلیم دیتے رہو۔ اہل نجران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔ پس یہ ہدایات لے کر حضرت خالد بن ولیدؓ روانہ ہو کر نجران پہنچے اور سواروں کو مختلف سمتوں میں بھیج دیا تاکہ وہ ہر طرف لوگوں کی اسلام کی طرف بلائیں۔۔۔۔ پس وہ لوگ اسلام لے آئے۔[۲۰۶]

حضرت ابراہیمؓ کا انتقال

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں حضرت ابراہیمؓ کا انتقال خاص اہمیت رکھتا ہے اور یہ واقعہ بھی ربیع الاوّل میں پیش آیا۔

حکیم غلام نبی لکھتے ہیں "حضور علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ سولہ ماہ کی عمر میں ربیع الاول ۱۰ھ میں وفات پا گئے"[۲۰۷] سید سلیمان ندوی حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے متعلق لکھتے ہیں "حضرت ابراہیمؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ ذوالحجہ ۸ھ ہجری بمقام عالیہ جہاں حضرت ماریہؓ قبطیہ رہتی تھیں، پیدا

Marfat.com

پیدا ہوئے۔۔۔۔ ابراہیمؓ نے اُم سیف ہی کے ہاں انتقال کیا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو خبر ہوئی تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے ساتھ تشریف لائے۔ نزع کی حالت تھی گود میں اُٹھالیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا یارسولؐ اللہ آپ کی یہ حالت ہے، آپؐ نے فرمایا یہ رحمت ہے۔۔۔۔ چھوٹی سی چارپائی پر جنازہ اٹھایا گیا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ عثمانؓ بن مظعون کی قبر کے متصل دفن ہوئے۔ قبر میں فضل بن عباسؓ اور اُسامہ نے اُتارا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) قبر کے کنارے کھڑے تھے۔۔۔۔ ابوداؤد اور بیہقی کی روایت کے موافق دو مہینے دس دن عمر پائی ذوالحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس روایت کی بنا پر ۹ھ میں انتقال ہوا۔ واقدی کے نزدیک ماہ ربیع الاول ۱۰ھ میں وفات کی۔[۲۰۸] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "آنحضرتؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ جو آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت ماریہؓ کے بطن سے تولد ہوئے تھے، صرف سولہ مہینے کی عمر میں بماہ ربیع الاول ۱۰ھ مطابق جون ۶۳۱ء وفات پا گئے۔ آنحضرتؐ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سہارے حجرہ میں داخل ہوئے، جہاں حضرت ابراہیمؓ قریب المرگ تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو آنحضرتؐ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔۔۔۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت ابراہیمؓ کو بقیع کے قبرستان میں دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ آنحضرتؐ نے ان کی میّت کی نماز پڑھی جس میں چار تکبیریں کہیں۔۔۔۔ دفن کے بعد ان کی قبر پر ایک مشکیزہ پانی چھڑک دینے کا حکم فرمایا۔ یہ پہلی قبر تھی جس پر پانی چھڑکا گیا۔ جب ان کی قبر برابر کی جانے لگی تو آنحضرتؐ نے قبر کے ایک حصہ میں ایک پتھر سا دیکھا۔ آپؐ اسے اپنے دست مبارک سے درست فرمانے لگے اور فرمایا "تم جب کوئی کام کرو تو اسے مکمل اور اچھی طرح انجام دیا کرو۔ کیونکہ اس سے میّت کے نفس کو راحت و اطمینان حاصل ہوتا ہے"۔[۲۰۹]

حضرت ابراہیمؓ کے انتقال کے دن خطبہ

ڈاکٹر محمد رفیع الدین ہاشمی اپنے مضمون "خطبات رسولؐ" میں لکھتے ہیں "آنحضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا تو اسی روز سورج گہن لگا۔ آپؐ نے

Marfat.com

اعلان کرایا کہ سب لوگ نماز کے لیے مسجد میں جمع ہو جائیں۔ لوگ اکٹھے ہوئے تو آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں آپؐ نے طویل قرأت کی۔ نماز میں مرد اور عورتیں شریک تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کو غشی آگئی۔ نماز اس وقت ختم ہوئی جب سورج گہن سے آزاد ہو چکا تھا۔ نماز کے بعد آپؐ نے ایک خطبہ دیا، جس میں فرمایا "سورج اور چاند کو نہ کسی کے پیدا ہونے سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی موت سے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ڈراتا ہے۔ اے اُمّتِ محمدؐ! جب انہیں دیکھو تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ سے دعائیں کرو، تکبیریں کہو، صدقہ دو، اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، یہاں تک کہ گہن کھل جائے۔"[۲۱]

مہم اُسامہؓ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آخری مہم ربیع الاوّل میں روانہ کی۔ اور اس کا امیر حضرت اُسامہ بن زید کو مقرر کیا۔ مولوی اسحٰق النبی علوی لکھتے ہیں "ابن سعد کا بیان ہے کہ صفر ۱۱ھ کے آخری ہفتے میں دوشنبہ کے دن آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہادِ روم پر جانے کی تیاری کریں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوشنبے کو ۲۸ تاریخ تھی۔ اس سے صرف ایک دن بیچ یعنی چہارشنبہ کے روز یکایک پیغمبرِ اسلام کی طبیعت ناساز ہونا شروع ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمام رفقاء تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور جُرف میں فوج اکٹھی ہونا شروع ہو گئی۔ جو غالباً عہدِ رسالتؐ میں فوجی پڑاؤ تھا۔ اس لیے یہ ممکن نہ تھا کہ اس پروگرام کو کسی طویل عرصے کے لیے ملتوی کر کے فوج کو چھٹی دے دی جائے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے دوسرے ہی دن یعنی پنجشنبے کے روز خود اپنے دستِ مبارک سے ایک پرچم تیار کیا اور اُسامہ بن زید کے سپرد کر کے قیادت ان کے ہاتھ میں دے دی۔ ۔ ۔ ۔ وسٹنفیلڈ کی جدول کے بموجب یہ پنجشنبہ ۲ ربیع الاوّل کو پڑتا تھا۔ لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ربیع الاوّل کا چاند بجائے ۲۹ کے ۳۰ کو ہوا تھا یا اہلِ مدینہ اس کو دیکھ نہ سکے تھے تو پنجشنبے کی پہلی

Marfat.com

تاریخ ہوگی۔ جو روایت کے عین مطابق ہے۔ دوسرے پنجشنبے یعنی ۸ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپؐ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو آپؐ نے ایک تحریر لکھنا چاہی لیکن بیماری کی شدت تھی اور یہ کام نہ ہوسکا۔ اس عرصے میں طبیعت کبھی بگڑتی کبھی سنبھلی۔ تمام اہل سیر متفق ہیں کہ اُسامہ کی نامزدگی پہ لوگوں میں ویسی ہی سرگوشیاں شروع ہوگئی تھیں، جیسی ان کے باپ کی سرداری پر۔۔۔۔ تو آپؐ اسی بیماری کی حالت میں مسجد تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے "لوگو! اُسامہ کے لشکر کو بڑھاؤ اور اس میں جاکر ملو۔ اگر تم اس کے امیر ہونے پر اعتراض کرتے ہو، تو اس سے پہلے تم نے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا اور بیشک اُسامہ ہر طرح سرداری کے لائق ہے، اور اس کا باپ بھی لائق تھا" یہ واقعہ دس ربیع الاول کا ہے۔ جب کہ مرض اپنی پوری شدت پر تھا، آنحضرتؐ کی خواہش تھی کہ یہ لشکر جلد از جلد روانہ ہو، چنانچہ اسی تاریخ کو اکثر صحابہ آنحضرتؐ سے رخصت ہوکر "جرف" کو روانہ ہوگئے جہاں لشکر پڑا تھا۔ ابن سعد کا بیان ہے "اور یہ واقعہ ہفتے کے دن ۱۰ ربیع الاول کا ہے کہ جو مسلمان اُسامہ کے ساتھ جانے والے تھے، آنحضرتؐ سے رخصت ہوتے۔۔۔۔ آخر کار رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کا وقت آگیا، لبِ مبارک ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے "نماز اور غلام" یہ واقعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو دوشنبے کے دن دوپہر کے بعد کا ہے کہ اُسامہؓ کا پرچم جو جرف پہنچ چکا تھا، واپس آیا اور آستانۂ نبوت پر نصب کر دیا گیا۔" [۲۱]

غلام جیلانی برق لکھتے ہیں "حضورؐ کو اطلاع ملی کہ شمالی سرحد پر رومی مصروفِ شرارت ہیں۔ آپؐ نے حضرت اُسامہؓ بن زید کو بلایا اور تین ہزار مجاہدین کے ہمراہ ۱ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو روم کی طرف روانہ کیا۔ آپؐ مدینہ کے باہر جُرف میں آخری جائزے کے لیے ٹھہرے۔ ۱۲ ربیع الاوّل کو آگے بڑھنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ حضورؐ کی وفات کی خبر ملی۔ لشکر واپس آگیا لیکن جونہی حضرت ابوبکرؓ بیعت وغیرہ سے فارغ ہوچکے تو آپؐ نے اُسامہؓ کو اپنی مہم پر دوبارہ جانے کا حکم دے دیا۔ آپؐ یکم ربیع الآخر کو روانہ ہوئے۔ بیس دن کے بعد منزل (موتہ) پر پہنچے۔ شریروں کی گوشمالی کی۔ پھر واپس چل

Marfat.com

پڑے اور پندرہ دن کے بعد مدینے پہنچ گئے۔ [۲۱۱]

سرکارؐ کے آخری خطبے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علالت کی حالت میں ربیع الاول ۱۱ھ کے پہلے پیر کو اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے۔ وصال مبارک سے پہلے پانچ دنوں میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجدِ نبویؐ میں اور حجرۂ مبارکہ میں سیدہ عائشہؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ کے ساتھ جو گفتگو فرمائی، اسے مولوی محمد عبداللہ خاں پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ نے اپنی کتاب "خطباتِ نبویؐ" میں جمع کر دیا ہے۔ یہ سب خطبے اور گفتگو ربیع الاول ۱۱ ہجری میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک سے پہلے پانچ دنوں میں فرمائی گئی۔ [۲۱۲]

وصال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول ہی کے مہینے میں دنیا کی نظروں سے اوجھل ہوئے اور اپنے محبوب و محب خالقِ حقیقی جل شانہٗ سے جا ملے۔ آپؐ کا وصال دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوا۔ [۲۱۳]

حواشی:

(۱) حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا محمد، قصص القرآن۔ جلد چہارم۔ ناشرانِ قرآن لاہور، ص ۲۸۷ (۲) عبدہٗ یمانی، ڈاکٹر محمد۔ علموا اولادکم محبۃ رسول اللہ۔ ص ۱۰۲ اس کتاب کے باب "الاحتفاء بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ از محمد طفیل ضیغم ماہنامہ "نعت" لاہور بابت اکتوبر ۱۹۸۸ء میں بھی شائع ہوا۔ یہ ترجمہ وہیں سے لیا گیا ہے (ص ۴۸) (۳) ماہِ نو (ماہنامہ) کراچی سیرتِ رسولؐ۔ جولائی و اگست ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۴ (مضمون "بارہ وفات" از محمد جعفر

Marfat.com

پھلواروی) (۴) محفل (ماہنامہ) لاہور۔خیرالبشر نمبر۔ مارچ ۱۹۸۱ء ص ۴۰،۲۴ ("ماہ ربیع الاول تاریخ کے آئینہ میں" از شفیق بریلوی) (۵) عنایت احمد کاکوروی۔ تواریخ حبیب اللہ (مکتبۂ مہریہ رضویہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ نے یہ کتاب "سیرت رسول اعظمؐ" کے عنوان سے شائع کی ہے) ص ۱۳ (۶) عبدہٗ یمانی۔ ڈاکٹر محمد۔ علّموا اولادکم محبّۃ رسول اللہ۔ ص ۱۰۱، ۱۰۲۔ (۷) نعت (ماہنامہ) لاہور۔ ستمبر ۱۹۸۸ء۔ ص ۴۷، ۴۸ (ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی کی کتاب کے باب بعنوان "الاحتفاء بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ از محمد طفیل ضیغم) (۸) ایضاً۔ ص ۴۷ (۹) نور النبی شمس، محمد۔ میلادِ مصطفیٰؐ۔ انجمن جامع مسجد اہلسنّت چک نمبر ۳۵ —— ۱۲ ایل چیچہ وطنی۔ ص ۱۲ (۱۰) سیرۃ ابن ہشام ص ۸۹ (۱۱) قاری احمد، مولانا۔ تاریخ مسلمانان عالم۔ جلد دوم۔ ص ۲۷ (۱۲) "نقوش" لاہور۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اوّل۔ ص ۱۰۷ (مضمون "ابن الجوزی اور سوانح رسولؐ" از ڈاکٹر غلام جیلانی برق) (۱۳) ابنِ جوزی، علامہ "میلادِ رسولؐ" (مترجم ڈاکٹر پروفیسر شریف احمد) ص ۳۷ (۱۴) اشرف علی تھانوی، مولانا۔ حبیبؐ خدا۔ ص ۲۹ ۔ (۱۵) خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء۔ ص ۱۱۰ ("سیرت نبویؐ کی بعض ضروری تاریخیں" از مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی) (۱۶) مصباح الدین شکیل، شاہ۔ سیرتِ احمد مجتبیٰؐ۔ ص ۶۲ (۱۷) خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء۔ ص ۸۳۹ ("میلادِ رسولؐ" از مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی") (۱۸) عطاء اللہ خان عطارؔ، مولانا۔ رحمتِ دو عالمؐ ص ۶۷ (۱۹) مدارج النبوت (مترجم محمد اشرف نقشبندی)، ص ۲۴ (۲۰) آستانہ (ماہنامہ) دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ دسمبر ۱۹۵۳ء ص ۲۵ (۲۱) خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء۔ ص ۱۵ ("رسول کریمؐ کا عہدِ طفلی" از سر سید احمد خان) (۲۲) غلام نبی ایم اے حکیم "سراپائے اقدسؐ"۔ ص ۵ (۲۳) عمر ابو النصر "نبیٔ امّی"۔ (مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی) ص ۵۶ (۲۴) الانوار المحمدیہ (مترجم پروفیسر غلام ربّانی) ص ۲۴ (۲۵) عبدالشکور فاروقی لکھنوی ذکرِ حبیبؐ۔ ص ۲۷ (۲۶) ابو الاعلیٰ مودودی، علامہ۔ "سیرت سرورِ عالمؐ" جلد دوم۔

ص ۹۲، ۹۴ (۲۷) "ماہِ نو" سیرتِ پاک کے مضامین کا انتخاب۔ مطبوعہ ۱۹۶۶۔ ص ۱۵

(۲۸) تواریخ حبیبِ الٰہ۔ ص ۱۳ (۲۹) سلیمان ندوی، سید۔ "رحمتِ عالم"۔ ص ۱۳۔

(۳۰) مولوی (ماہنامہ) دہلی (مضمون "ولادت وطفولیت") ص ۱۵ (۳۱) النجم

(پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ۔ ص ۳ (۳۲) نقی علی خان بریلوی، مولانا۔

"سرور القلوب بذکر المحبوب"۔ ص ۱۱-۱۲ (۳۳) محمد رضا، شیخ۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۰

(۳۴) کرم شاہ، پیر محمد۔ تفسیر ضیاء القرآن۔ جلد پنجم۔ ص ۶۶۵ (۳۵) جامِ عرفان

(ماہنامہ) ہری پور۔ اکتوبر ۱۹۸۴۔ ص ۱۰، ۱۱ (۳۶) قاری احمد، مولانا۔ تاریخ مسلمانانِ عالم

جلد دوم۔ ص ۷۲ (۳۷) شاجد الرحمٰن، صاجزادہ۔ سیرتِ رسول۔ ص ۶ ۔ (۳۸)

نور بخش توکلی، علامہ۔ سیرتِ رسولِ عربی۔ ص ۴۳ (۳۹) محمد حسین ہیکل۔ حیاتِ محمد۔

مترجم محمد وارث کامل۔ (ص ۱۳۹) (۴۰) صدیق حسن خان، نواب۔ الشمامۃ العنبریۃ

من مولد خیر البریۃ ص ۷ (۴۱) جامِ عرفان (ماہنامہ) اکتوبر ۱۹۸۴۔ ص ۱۱/ محمد شفیع،

مولانا مفتی۔ سیرتِ خاتم الانبیاء۔ مطبوعہ کراچی۔ ۱۴۰۲ھ۔ ص ۱۸ (۴۲) انیسِ اہلِ سنت

(ماہنامہ) فیصل آباد۔ عیدِ میلاد النبی نمبر۔ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ۔ ص ۶۸ (۴۳) نیاز علی

مولانا (مرتب)۔ "انتخابِ صحاح ستہ"۔ ص ۱۰ (۴۴) عبداللہ خان، مولوی محمد۔ خطباتِ نبوی۔

۱۹۲۴۔ ص ۱ (۴۵) نظام الدین محمد جعفری "جنات النعیم فی ذکرِ نبی الکریم"۔ ص ۴۲

(۴۶) ابنِ جوزی "ولادتِ سرورِ عالم" (مترجم مولانا محمد عبدالحلیم شرر) مطبوعہ دلگداز

پریس لکھنؤ۔ طبعِ اول۔ ۱۹۲۳۔ ص ۳۲، ۳۴ (۴۷) حسن نظامی، خواجہ "میلاد نامہ اور

رسول بیتی" مطبوعہ محبوب المطابع، دہلی۔ دسواں ایڈیشن۔ اپریل ۱۹۲۸۔ ص ۲۴ (۴۸)

معارج النبوۃ۔ جلد دوم۔ ص ۸۴ (۴۹) "الوفاء"۔ جلد اول ص ۹۰ (۵۰) جلاء العیون

جلد اول۔ ص ۷۲/ حیات القلوب جلد دوم۔ ص ۱۱۲ (۵۱) اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ

(جامعہ پنجاب، لاہور) جلد ۱۹۔ ص ۱۲ (۵۲) عبدالسلام، مولوی "آفتابِ رسالت"۔

کتب خانہ ہمدانیہ، امرتسر، ۱۳۵۴ھ۔ ص ۳۰ (۵۳) حکیم عبدالرحمٰن خلیق نے اپنے مضمون

مشمولہ ہفت روزہ "اہلِ حدیث" لاہور میں تحریر فرمایا کہ امرتسر میں عیدِ میلاد النبی کا اہتمام

Marfat.com

ان مولانا عبدالسلام ہمدانی کی جدّ وجہد سے ہوتا تھا (شمس الاسلام بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۱۔ ص ۲۱) محققِ عصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے میرے والد (ایڈیٹر "نعت") کو بتایا کہ امرتسر میں سب سے پہلے مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی و دبیر غلام محی الدین قاسمی برادران نے اپنی مسجد کٹڑہ کمہاراں سے عیدِ میلادالنبیؐ کا جلوس نکالا جس میں دس پندرہ آدمی تھے۔ یہ جلوس سکتری باغ میں جاکر ختم ہوا۔ اگلے سال سے مولانا عبدالسلام ہمدانی نے جلوس کا باقاعدہ اہتمام کرنا شروع کیا جو انجمن پارک بیرون ہال دروازہ سے نکلتا تھا اور سکتری باغ پر اختتام پذیر ہوتا تھا۔ جلوس کی قیادت مولانا عبدالسلام ہمدانی، مولانا غلام محمد ترنّم اور ابوالبیان محمد داؤد فاروقی خلفِ حضرت مولانا نور احمد محشّیِ مکتوباتِ مجدد الفِ ثانی، فرمایا کرتے تھے۔ (۵۴) ابوالحسنات، حکیم "مدنی تاجدارؐ" میلاد نمبر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند، لاہور۔ ص ۲۴ (۵۵) الفقیہ (ہفت روزہ) امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ مضمون "مجالسِ میلادِ نبویؐ" از مولانا حکیم محمد عالم آسی) ص ۴۰ (۵۶) پیامِ عمل (ماہنامہ) لاہور مارچ ۱۹۸۱۔ ص ۲۴ (۵۷) ابنِ قیم، حافظ (مترجم رئیس احمد جعفری) زاد المعاد۔ جلد اوّل ص ۶۸ (۵۸) جامِ عرفان (ماہنامہ) ہری پور۔ اکتوبر ۱۹۸۴۔ ص ۱۰ (۵۹) ایضاً۔ (۶۰) عبدالرحمٰن شافعی۔ نزہۃ المجالس۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۶ (۶۱) "رحمۃ للعالمینؐ" جلد اوّل۔ ص ۴۰ (۶۲) راشد الخیری، علامہ "آمنہؓ کا لالؐ" ص ۱۷ (۶۳) شبلی نعمانی۔ "سیرۃ النبیؐ" جلد اوّل۔ ص ۱۷۶ (۶۴) "رحمۃ للعالمین۔ جلد اول۔ ص ۴۰ (۶۵) جامِ عرفان (ماہنامہ)، اکتوبر ۱۹۸۴۔ ص ۱۱ (۶۶) قاری احمد، مولانا "تاریخِ مسلمانانِ عالم" جلد دوم۔ ص ۷۲۔ (۶۷) پرویز "معراجِ انسانیت" ص ۸۰ (۶۸) افضل حق چودھری۔ "محبوبِ خداؐ" ص ۲۰ (۶۹) عبدالکریم ثمر "رسولؐ کائنات"۔ ص ۲۷ (۷۰) النجم۔ ۵۳: ۳، ۴ ۔ (۷۱) العلق۔ ۹۶: ۱ (۷۲) محمد نظام الدین احمد جعفری "جنات النعیم فی ذکر النبی الکریم" دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی۔ ص ۴۷ (۷۳) عطاء اللہ خان، مولانا "رحمتِ دو عالمؐ"۔ ص ۸۷۔ (۷۴) عنایت احمد کاکوروی "تواریخِ حبیبِ الٰہؐ" ص ۲۲ (۷۵) اشرف علی تھانوی، مولانا "حبیبِ خداؐ" ص ۶۶ (۷۶) النجم (پندرہ روزہ) لکھنؤ، ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ

Marfat.com

ص ۹ (۷۷) مصباح الدین شکیل، شاہ "سیرتِ احمد مجتبیٰؐ" ص ۱۳۷ (۷۸) نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبرِ اعظم و آخرؐ" ص ۲۵۹ (۷۹) محمد سلیمان سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمینؐ" ص ۴۷ (۸۰) بنی اسرائیل ۱۷: ۱ (۸۱) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ جلد اوّل۔ "انوارِ محمدیہ" ص ۷۲ (۸۲) النجم (پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ ص ۱۶ (۸۳) مستدرک حاکم۔ بحوالہ "میرے سرکارؐ" ص ۳۸ (۸۴) اشرف علی تھانوی، مولانا "حبیبِ خداؐ" ص ۱۵۹ (۸۵) آستانہ (ماہنامہ) دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ دسمبر ۱۹۵۳ ص ۴۴-۴۵ (۸۶) محمد سلیمان سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمینؐ" جلد اوّل ص ۸۵، ۸۶، ۸۷ (۸۷) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "انوارِ محمدیہ" ص ۷۷ (۸۸) محمد رضا، شیخ۔ سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ۔ "محمد رسولؐ اللہ" (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۲۴۵ (۸۹) خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۱۲۔ "سیرتِ نبوی کی بعض ضروری تاریخیں" از مولانا عبد القدوس ہاشمی) (۹۰) غلام نبی حکیم "سراپائے اقدسؐ" ص ۸ (۹۱) آر، وی، سی باڈلے۔ "محمدؐ رسولؐ اللہ" (مترجم سید محمد امین زبیری) ص ۲۲۸ (۹۲) حافظ محمد یونس "خطباتِ سیرتؐ" ص ۳۳ (۹۳) "نقوش" رسولؐ نمبر جلد ۲۔ ص ۱۵۶ (۹۴) "النجم" (پندرہ روزہ) لکھنؤ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ ص ۱۷ (۹۵) شبلی نعمانی "سیرۃ النبیؐ" جلد اوّل ص ۲۶۱ (۹۶) نظام الدین محمد جعفری "جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ" ص ۹۱ (۹۷) محمد یونس، حافظ "خطباتِ سیرت" ص ۲۶ (۹۸) محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔ "رحمۃ للعالمین" جلد اوّل - ص ۹۱ (۹۹) ابو النصر "رسولِ عربیؐ" ص ۱۱۶ (۱۰۰) نور الدین عبد الرحمن جامی "شواہد النبوۃ" ص ۱۱۹ - ۱۲۱ (مترجم بشیر حسین ناظم) (۱۰۱) محمد احمد پانی پتی، شیخ۔ "غلامانِ محمدؐ" ص ۸۴ - ۹۱ (۱۰۲) عبد الحق محدّث دہلوی "تاریخ مدینہ" ص ۱۳۹ (۱۰۳) التوبہ - ۹: ۱۰۸ (۱۰۴) عطاء اللہ خان عطا، مولانا "رحمتِ دو عالمؐ" ص ۱۱۸ (۱۰۵) شبلی نعمانی، علامہ "سیرۃ النبیؐ" ص ۲۶۰، ۲۶۱ (۱۰۶) حافظ محمد یونس "خطباتِ سیرت" ص ۲۷ (۱۰۷) محمد نظام الدین احمد جعفری "جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ" ص ۹۱ (۱۰۸) عمر ابو النصر "رسولِ عربیؐ" ص ۱۱۷ (۱۰۹) عبد السلام، مولانا امرتسری "آفتابِ رسالت"

کتب خانہ ہمدانیہ، امرتسر ۱۳۵۴ھ۔ ص ۲۶ (۱۱۰) خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔
رسولؐ نمبر ۱۹۶۴۔ ص ۱۱۲ (سیرتِ نبوی کی بعض ضروری تاریخیں از مولانا عبدالقدوس ہاشمی)
(۱۱۱) شیخ محمد رضا، سابق مدیر مکتبہ جامعۂ فواد۔ قاہرہ۔ ص ۲۵۲ (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی)
(۱۱۲) محمد یونس، حافظ "خطباتِ سیرت" ص ۲۷، ۲۸ (۱۱۳) عطاء اللہ خان عطاؔ،
"رحمتِ دو عالمؐ" ص ۱۱۸ (۱۱۴) شبلی نعمانی "سیرۃ النبیؐ" جلد اوّل۔ ص ۲۶۱۔ ۲۶۲۔
(۱۱۵) عبدالسلام، مولوی "آفتابِ رسالت" کتب خانہ ہمدانیہ، امرتسر۔ ۱۳۵۴ھ۔ ص ۲۶۔۲۷
(۱۱۶) خطباتِ نبویؐ ۱۳۴۲ (مرتبہ و مترجمہ مولوی محمد عبداللہ خانؒ) (۱۱۷) کتاب میں حضورؐ کے
اسمِ گرامی کے بعد "صلعم" لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔ (۱۱۸) سلیمان سلمان منصور پوری۔
"رحمۃ للعالمینؐ" جلد اوّل۔ ص ۹۱۔۹۲ (۱۱۹) نقوش، رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ دسمبر ۱۹۸۲ء، ص ۱۵۶
(۱۲۰) نقوش، رسولؐ نمبر۔ جلد ۸۔ جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۲۰ (۱۲۱) محمد ایوب خان کرنل ڈاکٹر۔
"حیاتِ رسولؐ" ص ۴۴ (۱۲۲) عطاء اللہ خان عطا، مولانا "رحمتِ دو عالمؐ" ص ۱۱۹۔
(۱۲۳) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۷، جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۱۳۵۔ (۱۲۴) شبلی نعمانی "سیرۃ النبیؐ"
ص ۲۶۳ (۱۲۵) محمد نظام الدین احمد جعفری "جنات النعیم فی ذکر النبی الکریم" ص ۹۲ (۱۲۶)
محمد عنایت احمد کاکوروی، علامہ "تواریخ حبیب اللہ" ص ۶۲ (۱۲۷) محمد یونس، حافظ "خطباتِ سیرت"
ص ۲۹ (۱۲۸) عبدالسلام، مولوی "آفتابِ رسالت" کتب خانہ ہمدانیہ، امرتسر، ۱۳۵۴ھ ص ۲۷
(۱۲۹) شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ جامعۂ فواد۔ قاہرہ۔ "محمد رسول اللہؐ" ص ۲۵۲ (مترجم مولوی محمد
عادل قدوسی)۔ (۱۳۰) آر، وی۔ سی باڈلے "محمد رسول اللہ" ص ۲۳۶ (مترجم سید محمد ابن زیدی)
(۱۳۱) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "الانوار محمدیہ" ص ۸۲ (۱۳۲) عبدالحق محدث دہلوی، شیخ۔
"تاریخ مدینہ" ص ۷۱ (۱۳۳) نورالدین عبدالرحمٰن جامی "شواہد النبوۃ" ص ۱۲۱ (۱۳۴) نصیر احمد
ناصر، ڈاکٹر "پیغمبرِ اعظم و آخر" ص ۴۳۵ (۱۳۵) ایضاً ص ۴۳۸ (۱۳۶) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۵
دسمبر ۱۹۸۳۔ ص ۳۶۷ (۱۳۷) نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد ۱۲۔ جنوری ۱۹۸۵۔ ص ۱۴ (۱۳۸) نقوش
رسولؐ نمبر جلد ۱۲۔ جنوری ۱۹۸۵۔ ص ۲۶ (۱۳۹) نور بخش توکلی۔ غزواتِ النبیؐ۔ ص ۱۵/
سیارہ ڈائجسٹ، رسولؐ نمبر ص ۱۷۹، ۱۸۰/ محمد رضا، شیخ مدیر مکتبہ جامعہ فواد۔ قاہرہ۔

Marfat.com

«محمد رسول اللہ» (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۳۰۹-۳۱۰ (۱۴۰) عبدالحق محدث دہلوی،
شیخ «تاریخ مدینہ» ص ۷۹ (۱۴۱) نقوش، رسول نمبر جلد ۲ ـ «سیرت نبوی توقیت کی
روشنی میں» از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۵۷ (۱۴۲) نقوش ـ رسول نمبر جلد ۱۲ («عہد نبوی
کی ابتدائی مہمیں» از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۲۹۱ (۱۴۳) محمد یونس، حافظ «خطبات سیرت»
ص ۹۱ (۱۴۴) نقوش، رسول نمبر جلد ۵ («تنظیم ریاست و حکومت» از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی)
ص ۳۶۷ (۱۴۵) نور بخش توکلی «غزوات النبی» ـ ص ۱۶/ سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر ص ۱۸۰/
شیخ محمد رضا «محمد رسول اللہ» (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۳۱۰ (۱۴۶) محمد یونس حافظ ـ
«خطبات سیرت» ص ۹۱ (۱۴۷) نقوش ـ رسول نمبر جلد ۲ («سیرت نبوی توقیت کی روشنی
میں» از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۵۷ (۱۴۸) نقوش ـ رسول نمبر جلد ۱۲ («عہد نبوی کی
ابتدائی مہمیں» ـ از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۲۹۲ (۱۴۹) اشرف علی تھانوی، مولانا ـ
«حبیب خدا» ـ ص ۱۶۵ (۱۵۰) نقوش ـ رسول نمبر جلد ۲ («سیرت نبوی توقیت کی روشنی میں»
از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۶۴ (۱۵۱) نقوش رسول نمبر جلد ۱۲ («عہد نبوی میں تنظیم ریاست و
حکومت» از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۸ (۱۵۲) شبلی نعمانی «سیرۃ النبی» ـ ص ۳۸۰ ـ
۳۸۲ (۱۵۳) نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر ـ «پیغمبر اعظم و آخر» ـ ص ۴۹۲، ۴۹۳، ۴ (۱۵۴) محمد رضا، شیخ
«محمد رسول اللہ» ـ ص ۳۶۲-۳۶۵ (۱۵۵) سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر جلد ۱ (مضمون،
«ازواج مطہرات» از عبدالواحد خان درانی) ص ۲۱۹، ۲۲۰ (۱۵۶) عمر ابوالنصر «رسول عربی»
ص ۱۳۳، ۱۳۴ (۱۵۷) نقوش، رسول نمبر جلد ۲ ـ («سیرت نبوی توقیت کی روشنی میں» از مولوی
اسحٰق النبی علوی) ص ۱۶۴ (۱۵۸) ابوالنصر منظور احمد شاہ، مولانا «مدینۃ الرسول» ـ ص ۱۸۶، ۱۸۷ ـ
(۱۵۹) سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر جلد ۱ (مضمون «آل رسول» از سید سلیمان ندوی) ص ۲۴۰ ـ
(۱۶۰) مصباح الدین شکیل، شاہ «سیرت احمد مجتبیٰ» ص ۱۱۸، ۱۱۹ (۱۶۱) محمد رضا، شیخ «محمد رسول اللہ»
(مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۲۵۹ (۱۶۲) نقوش، رسول نمبر جلد ۲ («سیرت نبوی
توقیت کی روشنی میں» از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۵۸ (۱۶۳) نقوش، رسول نمبر جلد ۵
(«عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت» از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۴۰ (۱۶۴)

نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبر اعظم و آخر" ص ۴۹۱ (۱۶۵) غلام نبی حکیم "سراپائے اقدس" ص ۹
(۱۶۶) خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسول نمبر ۱۹۶۴۔ ص ۱۱۲ (مضمون "سیرت نبوی کی بعض
ضروری تاریخیں" از مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی) (۱۶۷) عبدالحق محدث دہلوی، شیخ "تاریخ مدینہ"
ص ۸۴ (۱۶۸) نقوش، رسول نمبر جلد ۱۲۔ (عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت از ڈاکٹر محمد
یٰسین مظہر صدیقی) ص ۲۶ (۱۶۹) نقوش، رسول نمبر جلد ۴ (مضمون "مہمات رسول" از غلام جیلانی
برق) ص ۴۰۰ / محمد ایوب خان، کرنل، ڈاکٹر "حیات رسول" ص ۶۸ (۱۷۰) نور بخش توکلی۔
"غزوات النبی" ص ۱۲۲ (۱۷۱) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ" ص ۴۱۶ (مترجم مولوی محمد عادل
قدوسی) (۱۷۲) عطاء اللہ خان عطا، مولانا "رحمت دو عالم" ص ۱۳۳ / عمر ابو النصر "رسول عربی"
ص ۱۴۲ / عبدالباری "رسول کریم کی جنگی اسکیم" ص ۸۹، ۹۷ / شبلی نعمانی "سیرۃ النبی" جلد اول
ص ۳۸۳ – ۳۸۷ / نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبر اعظم و آخر" ص ۵۳۶ – ۵۳۸ (۱۷۳) نقوش
رسول نمبر جلد ۲ (مضمون "سیرت نبوی توقیت کی روشنی میں" از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۷۰
(۱۷۴) عبدالباری "رسول کریم کی جنگی اسکیم" ص ۹۷ (۱۷۵) عبدالحق محدث دہلوی "تاریخ مدینہ"
ص ۱۴۴ (۱۷۶) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدس" ص ۹ (۱۷۷) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ"
ص ۴۱۶ (۱۷۸) عبدالباری "رسول کریم کی جنگی اسکیم" ص ۹۲ – ۹۴ (۱۷۹) خاتون پاکستان
(ماہنامہ) کراچی۔ رسول نمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۱۲ ("سیرت نبوی کی بعض ضروری تاریخیں" از مولانا
سید عبدالقدوس ہاشمی) (۱۸۰) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ" ص ۴۱۹ (۱۸۱)
غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدس" ص ۹ (۱۸۲) عبدالحق محدث دہلوی، "تاریخ مدینہ"۔
ص ۸۵ / نور بخش توکلی، مولانا "غزوات النبی" ص ۱۲۳ (۱۸۳) محمد ایوب خان، کرنل
ڈاکٹر "حیات رسول" ص ۶۹ (۱۸۴) نقوش۔ رسول نمبر جلد ۴۔ ص ۴۰۱ ("مہمات رسول"
از غلام جیلانی برق) (۱۸۵) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "الانوار المحمدیہ" ص ۱۰۹ /
شیخ محمد رضا "محمد رسول اللہ" ص ۴۲۵ (۱۸۶) نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبر اعظم و آخر"۔
ص ۵۴۶ (۱۸۷) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدس" ص ۹ (۱۸۸) نقوش۔ رسول نمبر
جلد ۱۲۔ ص ۲۶ ("عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی)

Marfat.com

(١٨٩) محمد رضا، شیخ: "محمد رسول اللہؐ"۔ ص ۴۷۳ (١٩٠) نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبرِ اعظمؐ و آخر" ص ۵۷۲ / یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ، "انوارِ محمدیہؐ"۔ ص ۱۱۶، ۱۱۷ / نقوش، رسولؐ نمبر جلد۴ ص ۵۰۴ (مضمون "مہماتِ رسولؐ" از غلام جیلانی برق) (١٩١) نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد۴۔ ص ۵۰۴ ("مہماتِ رسولؐ" از غلام جیلانی برق) (١٩٢) محمد رضا، شیخ: "محمد رسول اللہؐ" ص ۴۷۶ (١٩٣) نقوش، رسولؐ نمبر، جلد۴۔ ص ۵۰۴ (١٩٤) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدسؐ" ص ۹ (١٩٥) "محمد رسول اللہؐ" ص ۴۷۵ (١٩٦) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "انوارِ محمدیہؐ" ص ۱۳۷ (١٩٧) نقوش، رسولؐ نمبر۔ جلد۴۔ ص ۴۱۳ (١٩٨) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "انوارِ محمدیہؐ"۔ ص ۱۳۷۔ (١٩٧) نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد۴۔ ص ۴۱۳ (١٩٨) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "انوارِ محمدیہؐ"۔ ص ۱۳۷ (١٩٩) نقوش، رسولؐ نمبر، جلد۷۔ ص ۶۷-۶۹ ("مکالماتِ رسولؐ" از پروفیسر فیض اللہ منصور) (٢٠٠) نقوش، رسولؐ نمبر۔ جلد۷۔ ص ۷۰۹ (بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہونے والے وفود از ابنِ ہشام المعافری) (٢٠١) "انوارِ محمدیہؐ" ص ۱۶۶ (٢٠٢) نقوش، رسولؐ نمبر جلد۴۔ ص ۴۱۷ (٢٠٣) "محمد رسول اللہؐ" ص ۴۶۴

(٢٠٤) اشرف علی تھانوی، مولانا "حبیبِ خداؐ"۔ ص ۱۸۷ (٢٠٥) "انوارِ محمدیہؐ" ص ۱۷۶۔

(٢٠٦) "محمد رسول اللہؐ" ص ۴۶۴ (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) (٢٠٧) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدسؐ" ص ۱۰ (٢٠٨) سیارہ ڈائجسٹ، رسولؐ نمبر جلد۱ ("آلِ رسولؐ" از مولانا سید سلیمان ندوی) ص ۲۳۱، ۲۳۲ (٢٠٩) "محمد رسول اللہؐ"، ص ۴۶۷ (٢١٠) نقوش، رسولؐ نمبر۔ جلد۸۔ ص ۵۵ ("خطباتِ رسولؐ" از ڈاکٹر محمد رفیع الدین ہاشمی) (٢١١) نقوش، رسولؐ نمبر۔ جلد۴۔ ص ۴۱۸، ۴۱۹ ("مہماتِ رسولؐ" از غلام جیلانی برق) (٢١٢) محمد عبداللہ، مولوی (مرتب و مترجم) خطباتِ نبویؐ۔ ص ۱۳۱ — ۱۴۰ / نقوش، رسولؐ نمبر۔ جلد۸۔ ("خطباتِ رسولؐ" مرتبہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین ہاشمی) ص ۹۰ — ۹۸ (٢١٣) نصیر احمد ناصر "پیغمبرِ اعظمؐ و آخر" ص ۶۴۰ / محمد رضا، شیخ۔ "محمد رسول اللہؐ" ص ۲۸۲ / غلام نبی، حکیم۔ "سراپائے اقدسؐ" ص ۱۰ / نقوش، رسولؐ نمبر۔ جلد۲۔ ص ۲۰۳ / سیارہ ڈائجسٹ رسولؐ نمبر جلد۱۔ ص ۴۱۳ ("وفاتِ محمدؐ اور صحابہؓ پر اس کا اثر" مرتبہ اعجاز احمد فاروقی) / عطاء اللہ خان عطا

Marfat.com

مولانا "رحمتِ دو عالمؐ" ص ۱٦۷/ عمر ابوالنصر "رسولِ عربیؐ" ص ۱۸۱/ محمد سلیمان سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمینؐ" جلد اوّل ص ۲۵۱/ محمد عنایت احمد کاکوروی، علامہ "تواریخ حبیبِ الٰہ" ص ۱۹۸/ عبدالحق محدث دہلوی "تاریخ مدینہ" ص ۹۸/ "النجم" (پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ ص ۲۱/ "مولوی" (ماہنامہ) دہلی۔ ربیع الاوّل ۱۳۴۵ھ ص ۴٦/ "خاتونِ پاکستان" (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹٦۴ء/ ۱۳۸۴ھ ص ۱۱۳

حمد میں نعت کی صورتیں

شاعر جب حمدِ خالقِ حقیقی جل شانہٗ میں تر زبان ہوتا ہے تو اس کے پیشِ نظر خالق و مالک کی وہ صفات ہوتی ہیں جن سے وہ، اس کا ماحول، ساری دُنیا اور ساری دنیائیں مستفید ہوتی ہیں۔ لیکن شاعر کو یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ اسے عرفانِ الٰہی کی دولت محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بدولت ملی ہے، اسے صفاتِ اُلوہی سے انھوں نے آشنا کیا ہے، ـــــ ذاتِ خداوندی کے بارے میں انھوں نے بتایا ہے، اس لیے وہ حمد لکھتے ہوئے نعت بھی کہہ جاتا ہے۔

اس وجودِ لامکاں پر غور اے نادان کر
ذات کو جس کی سمجھنے کو پیمبر چاہیئے

(نازش رضوی)[1]

اک صادق و امیں نے ہمیں جس کی دی خبر
ہاں ہاں، وہی خدائے احد ہے وہی وہی
جعفرؔ وہ خود ہی دے گا صلہ حمد و نعت کا
دیتا ہے حمد و نعت کی توفیق بھی وہی

(جعفر بلوچ)[2]

شیرِ خُدا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے خُداوندِ کریم کی بارگاہ میں مناجات پیش کرتے ہوئے گزارش کی کہ مجھے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی شفاعت سے محرُوم نہ رکھنا۔

وَلَا تَحْرِمَنِّیْ یَا اِلٰہِیْ وَ سَیِّدِیْ
شَفَاعَتَہُ الْکُبْرٰی فَذَاکَ الْمُشَفَّعُ

(اے میرے معبود اور میرے آقا! مجھ کو ان کی شفاعتِ کبریٰ سے محروم نہ کر۔ بس وہی ہیں شفاعت کرنے والے)[3]

خداوند تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جگہ جگہ اپنے ذکر کے ساتھ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لیے شعراءِ کرام بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا کرتے ہوئے سرکارؐ کی توصیف کرنے لگ جاتے ہیں۔ حمد کہتے ہوئے نعت بھی کہنے لگتے ہیں۔

ایمان کی کہیں گے، ایمان ہے ہمارا
احمد رسول تیرا، مصحف کلام تیرا
(داغ دہلوی)[4]

غرض کیا کیا کرم ہم پر ہے تیرا
شفیعِ حشر پیغمبرؐ ہے تیرا
(مرزا محمد رفیع سودا)[5]

دل کو ہو تجھ سے واسطہ، لب پہ ہو نامِ مصطفیٰؐ
وقت جب آئے اے خدا خاتمہؐ حواس کا
(حسرت موہانی)[6]

بلوایا اپنے دوست کو اس نے وہاں، جہاں
مقدور پر زدن نہ ہوا جبرئیلؑ کا
(بہادر شاہ ظفر)[7]

جس جگہ حضرتِ جبریلؑ کے پر جلتے ہیں
تیرا محبوب وہاں شان سے جا سکتا ہے
(قمر صدیقی)[8]

ہوئی ختم اُس کی حجت اس زمیں کے بسنے والوں پر
کہ پہنچایا ہے ان سب تک محمدؐ نے کلام اسکا
(ظفر علی خاں)[9]

حمدِ حق کا مثلِ موجودات اظہاری ہوں میں
نعت کیا لکھوں کہ عاجز ہے بیاں، عاری ہوں میں
رحمۃ للعالمین کی مجھ پہ بخشش کیوں نہ ہو
روزِ اوّل سے گدائے رحمتِ باری ہوں میں
(پارس مسلم)[10]

Marfat.com

کرم تیرا کہ ہم کو خیرِ اُمت تُو نے فرمایا — عطا تیری، دیا ہم کو رسولِ مجتبیٰ تُو نے
متاعِ الفتِ احمد قمرؔ کو بخش کر یا ربّ — دعاؤں کو عطا حسنِ قبولیت کیا تُو نے

(قمر یزدانی)[11]

جب ساتھ نامِ رب کے نامِ رسول آیا — شیریں سا ہو گیا ہے راغبؔ مزا زباں کا

(راغب کوثری)[12]

نبیؐ پہ کتنا کرم ہے تیرا، حبیب اپنا بنا لیا ہے — حسین ہے ہر نگاہ تیری، عظیم ہے انتخاب تیرا

(اشتیاق احمد اشتیاق)[13]

جب شاعر اپنے مالک سے کچھ مانگتا ہے تو اسے یہ احساس شدید ہوتا ہے کہ وہ اس عظیم بارگاہ میں رسائی کے لیے کوئی واسطہ تلاش کرے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ واسطہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کا ہو سکتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود قرآنِ پاک میں فرما دیا کہ ”جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوبؐ، تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسولؐ ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں“۔[14]

یعنی جب ہمیں کسی غلطی کی معافی مانگنا ہو اور خدا سے عفو اور مہربانی کے طالب ہوں تو ہمیں آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وسیلہ طلب کرنا چاہیئے، انہی کی وساطت سے ہم کامیاب ہو سکتے ہیں چنانچہ شاعر جب حمد باری تعالیٰ کرتے ہوئے اپنے ربِ کریم سے کوئی رعایت چاہتا ہے، دستِ سوال دراز کرتا ہے تو وہ اللہ کو اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واسطہ دیتا ہے، جو مانگتا ہو، اُن کے طفیل مانگتا ہے۔

بحقِ آنکہ معبودی، محمدؐ را تو بستودی
بہر چیزے کہ خوشنودی، درانم دار یا اللہ

(خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ)

(بطفیل اس کے کہ تو معبود ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تو نے تعریف کی ہے، جس چیز سے

Marfat.com

تو خوش ہے، مجھے اسی میں رکھ[15]

یارب طفیلِ احمدؐ از درگہم مکن رد

بنمائے لطفِ بے حد، فریاد رس الہٰی

(حضرت بو علی قلندر پانی پتی[16])

(اے خدا! احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اپنے دروازے سے مت ہٹا، اور مجھ پر بے حد مہربانی فرما، اے اللہ فریاد رسی فرما)۔

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جرم

دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

(مولانا حسن رضا بریلوی[17])

خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں

کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوبؐ کی امت میں ہیں۔

(آغا حشر کاشمیری[18])

یا رب! ترے محبوبؐ کا صدقہ، ملے نجات

لمبی عرض ہے مسلّم لیکن اتنا سا اجمال

(عرش مسلّم[19])

میرے لب پر ہمیشہ یہی ہے صدا | دے مجھے کچھ نہ کچھ صدقۂ مصطفیٰؐ[21]

بندگی کا سلیقہ مجھے کر عطا | میرے اچھے خدا، میرے پیارے خدا

(درد اسعدی[20])

شاعر کبھی محرومیوں کا علاج خدا تعالیٰ سے طلب کرتا ہے، کبھی قومی و ملی مصائب و شدائد کے حوالے سے فریاد کناں ہے لیکن کبھی کبھی وہ جب اپنے پروردگار سے کچھ مانگنا چاہتا ہے تو بہت بڑی سعادت مانگ لیتا ہے ــــــ نعت کہنے کی اجازت طلب کر لیتا ہے،

Marfat.com

خداتعالیٰ سے اس کے محبوبؐ کی محبت مانگ لیتا ہے۔ اس کیفیت میں وہ یوں زبان کھولتا ہے۔

رکھ محو ہم کو اپنی محبت میں اے رحیم! — دے عشق تاجدارِ رسالت کا اے خدا
سرشار رکھ مجھے مئے حبِ رسولؐ سے — دے جام مجھ کو بادۂ وحدت کا اے خدا

(ضیا القادری)[21]

حبِ رسولؐ کی ہو مرے دل میں روشنی — اسوہ ہو اُن کا راہنما ربِ ذوالجلال
تیرا، ترے فرشتوں کا میں ہو کے ہمنوا — بھیجوں درود صبح و مسا ربِ ذوالجلال

(راز کاشمیری)[22]

فضل فرما، نسیمِ خطا کار کو — عشقِ احمدؐ کی وارفتگی بخش دے

(نسیم بستوی)[23]

تجھ پر بھی ہم فدا ہوں، تیرے نبیؐ کو چاہیں — قرآں ہماری منزل، سنت ہماری راہیں
ایمان دے گواہی — ہم آخرت کے راہی
دیکھیں غبارِ عالم — پروردگارِ عالم

(مظفر وارثی)[24]

کاش حاصل ہو ترے فضل و کرم سے مجھ کو — تیرے محبوبؐ کی اُلفت، ترا عرفاں یارب
پیش ہو حشر میں جب نامۂ اعمال مرا — ہاتھ میں ہو ترے محبوبؐ کا داماں یارب

(حامی مارہروی)[25]

مرے کریم، مری یہ دعا بھی ہو مقبول — رسولِ پاکؐ کے در کی مجھے گدائی دے

(انجم نقوی)[26]

آفاتِ زماں کی ہر الجھن ہو دور اسی کی برکت سے — تا عمر شہنشاہِ دیں کا انور ہو ثنا خواں یا اللہ

(انور صابری)[27]

یوں قلب کو آئینہ بنا دے — روشن ہو جمالِ مصطفیٰ[ؐ] سے
دِل محوِ جمالِ کبریا ہو — لب پر مرے وردِ نعت کا ہو
آنکھوں کو عطا ہو دُر فشانی — حافظؔ رہے محوِ نعت خوانی

(حافظ لدھیانوی)[۲۸]

حمد کے ہیں ہزار ہا عنواں — حافظِؔ بے ہُنر سے کیا ہو بیاں
تیرے لُطف و کرم پر نازاں ہوں — تیرے محبوب[ؐ] کا ثنا خواں ہوں
عشقِ خیر البشر[ؐ] عطا کر دے — دامنِ دل کو نُور سے بھر دے

(حافظ لدھیانوی)[۲۹]

غرض، جس طرح آقا حضُور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے پروردگارِ عالم کی تعریف کرنا پڑتی ہے، اِسی طرح خالقِ کائنات کی حمد کہتے ہوئے سرورِ کائنات[ؐ] کی ثنا و مدحت تک بات جا پہنچتی ہے، ــــــ کہ اس کے بغیر بات بنتی ہی نہیں۔

حواشی

۱۔ درد اسعدی (مرتب) حمد۔ ص ۱۸۴۔
۲۔ ضیاء محمد ضیا و طاہر شادانی (مرتبین) حمد و مناجات۔ ص ۸۵۔
۳۔ زوار حسین نقشبندی مجددی (مرتب و مترجم) گلدستۂ مناجات۔ ص ۵۔
۴۔ حمد و مناجات۔ ص ۱۳۱۔
۵۔ حمد و مناجات۔ ص ۱۵۶
۶۔ حمد و مناجات۔ ص ۱۰۲
۷۔ حمد و مناجات۔ ص ۱۹۵

۸۔ قمر صدیقی۔ حرف حرف روشنی ۔ص ۔ ۲۰

۹۔ حمد و مناجات ۔ص ۱۹۷

۱۰۔ ع س مسلم، الوالامتیاز۔ حمد و نعت ۔ ص ۸۱۔

۱۱۔ قمر یزدانی۔ مہر درخشاں ۔ص ۳۵، ۳۶

۱۲۔ حمد ۔ص ۸۸ ۔

۱۳۔ حمد ص ۳۲ ۔

۱۴۔ سورۂ نسا ۔ ۴ : ۶۴

۱۵۔ گلدستۂ مناجات ۔ص ۲۱

۱۶۔ گلدستۂ مناجات ۔ص ۲۰ ۔

۱۷۔ حمد و مناجات ۔ ص ۱۱۲

۱۸۔ حمد و مناجات ۔ ص ۱۱۳ ۔

۱۹۔ حمد و نعت ۔ ص ۶۵

۲۰۔ حمد ۔ص ۸۴ ۔

۲۱۔ حمد و مناجات ۔ ۱۷۹

۲۲۔ حمد و مناجات ۔ص ۱۴۰

۲۳۔ حمد و مناجات ۔ص ۲۵۹

۲۴۔ مظفر وارثی ۔ الحمد ۔ ص ۳۷

۲۵۔ حمد و مناجات ۔ص ۸۴

۲۶۔ حمد ۔ص ۴۵

۲۷۔ حمد و مناجات ۔ص ۶۱

۲۸۔ حافظ لدھیانوی ۔ ذوالجلال والاکرام ص ۵۴

۲۹۔ ذوالجلال والاکرام ۔ص ۵۹۔

بسمہ تعالیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سنہ ۱۴۱۰ھ

نعت میں اظہارِ عجز

حضورِ فخرِ موجودات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ خالقِ کائنات کے ممدوح ہیں۔ اللہ جلّ وعلا نے قرآنِ پاک میں ان کی تعریف وثنا کی، مسلمانوں کو ان کے احترام اور عزّت وتوقیر کی ہدایت کی، ان کی متابعت کا حکم دیا، ان کی محبت کی تلقین کی۔ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) باعثِ تخلیقِ ہر عالم ہیں، رحمتِ ہر عالم ہیں۔ ہم سب کی ہستی، کائنات کی ہستی آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دم قدم سے ہے۔ سرکارؐ کی بارگاہ میں جنید وبایزید نفس گُم کردہ آتے ہیں، بڑے بڑے اہلِ تقویٰ اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ ہزار بار دہن کو مشک وگلاب سے دھونے کے بعد بھی آپ کا اسمِ گرامی لینا بے ادبی ہے۔

جس دربار میں جبرئیل امین (علیہ السلام) دم بخود آتے تھے، جن کی آواز سے اونچی آواز کرنا مسلمانوں کے لیے جائز نہ رہا، جنہیں کوئی شخص اُس انداز میں پکارنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارا جاتا ہے، جن کے وضو کے پانی کو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے، جن کی بارگاہ میں بات کرتے ہوئے کسی ایسے لفظ کو ادا کرنے کی ممانعت کر دی گئی جس کو ذرا سا بگاڑ کر ایسے معنی نکل سکتے تھے جو حضورؐ کے مقام اور مرتبے سے فروتر تھے۔ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا ——— اُس عظیم ہستی کی تعریف کرنا بشر کے لیے کیسے ممکن ہے۔ اسی لیے غالب نے کہا تھا کہ جو مرتبہ دان ہو، وہی تعریف کرنے کا

حق ادا کر سکتا ہے اور سرکارؐ کا مرتبہ دان ان کا خالق و مالک ہے، اسی لیے ثنائے خواجہؐ اسی پر چھوڑنا مناسب ہے۔

پھر بھی سنّتِ خداوندی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے، آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات پر تشکر و امتنان کا اظہار کرنے کے لیے، صحابۂ کرامؓ کی تقلید میں اور بزرگانِ دین کے تتبّع میں، ہم ان کی تعریف وثنا میں رطبُ اللسان ہوتے ہیں، ان کی مدحت میں تر زبان ہوتے ہیں، ان کے نام لیواؤں اور مدح سراؤں میں اپنا نام لکھوانا چاہتے ہیں۔ اس خواہش میں سرکارؐ کے ادنیٰ اُمتی ان کی نعت کہتے ہیں لیکن انہیں آقا کے علوِ مرتبت کے شدید احساس کے ساتھ، اپنی بے بضاعتی، کم مایگی، کم علمی اور عصیاں شعاری کا بھی خیال ہوتا ہے۔ جتنی ان کی تعریف ہے، اتنے الفاظ کس کے پاس ہیں۔ جس قدر ان کی خوبیاں ہیں، ان کو جاننے کا اِدّعا کون کرے۔ جو جو اُن کے مقاماتِ عالیہ ہیں، ان کا اِدراک کس کو ہو سکتا ہے۔

ایسے میں سوائے اظہارِ عجز کے، کوئی اور مضمون سہارا نہیں دیتا، ——— اور کہنا پڑتا ہے:

مدحتِ شاہِ دوسرا، مجھ سے بیاں ہو کس طرح
تنگ مرے تصوّرات، پست مرے تخیّلات (نواب بہادر یار جنگ خلقؔ)[1]

صفات بوقلموں لاَ تُعَدُّ و لاَ تُحصیٰ
ثنائے خواجہؐ سے معذور ہیں زبان و قلم (عبدالعزیز خالدؔ)[2]

بندۂ عاجز فقیرِ کج بیاں
کیا کرے گا مدحِ ممدوحِ خدا (انعام احسن فقیرؔ)[3]

خُدا تیرا مُعرّف ہے، ملک تیرے موصّف ہیں
نہیں حدِّ بشر کہنا ترے اوصافِ بے حد کا (امام بخش ناسخؔ)[4]

مرا منہ کیا ہے جو دعویٰ کروں اُس کی محبّت کا
خُدا جس کا ثنا خواں ہے، خدائی جس پہ قرباں ہے (جلیلؔ مانکپوری)[5]

Marfat.com

اے کیفؔ اُن کی مدح کہاں اور تو کہاں
وہ کیا بشر سے ہو جو خدا کا ہو کام خاص (کیفؔ ٹونکی)[6]

غریبؔ کیا تو، تری زباں کیا، ضرور نعت نبیؐ کہے گا؟
خدا کے ممدوح ہیں محمدؐ، خبر ہے کچھ ہوش کی دوا کر (غریبؔ سہارنپوری)[7]

کب تیری ثنا کے قابل ہے حافظؔ کی زباں، حافظؔ کا بیاں
جب آپ خدا خود کرتا ہے قرآں میں تری توصیف رقم (حافظؔ لدھیانوی)[8]

مرے پیراہنِ الفاظ میں وہ آ نہیں سکتی
خدا حامد ہو جس ہستی کا، ہو محمودؐ جو ہستی (راجا رشید محمود)[9]

بھلا اُس کی ثنا میں سروؔ کیا کوئی زباں کھولے
خدا خود جس کی خاطر بابِ قصرِ لامکاں کھولے (حکیم سروؔ سہارنپوری)[10]

نعت کہنے کے لیے جس اعجازِ بیاں کی، جن الفاظ کی، جس اُسلوب کی ضرورت ہوتی ہے، وہ شاعر کی دسترس میں نہیں ہوتا، اس لیے وہ اظہارِ عجز پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے اور کہہ اُٹھتا ہے:

حریفِ نعتِ پیمبرؐ نہیں سخن حالیؔ
کہاں سے لائیے اعجاز اس بیاں کے لیے (الطاف حسین حالیؔ)[11]

شرمندۂ احساسِ حقِ نعت ہوں انورؔ
ہر لفظ کے ماتھے سے ٹپکتا ہے پسینہ (انورؔ جمال)[12]

کہاں سے لاؤں زبان و قلم کے پیمانے
ہے بیکراں تری عظمت، مری نظر محدود (احسان دانشؔ)[13]

لبِ سوال ادب سے حضور میں نہ کھلے
زباں بول گئی، نطق سے جواب ملا (حافظؔ پیلی بھیتی)[14]

ارادہ جب کروں اے ہمنشیں مدحِ پیمبرؐ کا
قلم لے آؤں پہلے عرش سے جبریلؑ کے پر کا (آغا شاعر قزلباش)[15]

شاعر اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری کے احساس سے مفتخر بھی ہوتا ہے اور نادم بھی۔ مفتخر اس لیے کہ وہ کتنی بڑی سعادت سے بہرہ مند ہونے کو ہے اور ندامت اسے اپنے آپ پر ہوتی ہے۔ اپنی معصیت کاری کا بھی اُسے شعور ہوتا ہے اور یہ احساس بھی کہ وہ ایسی عالی مرتبت ہستی کی تعریف میں زمزمہ سنج ہونے کو ہے جس کی تعریف میں خود خداوندِ کریم بولتا ہے۔

میں کہ ہوں عجز و قصور اور سراپائے نیاز
میں کہاں اور کہاں نقشِ کفِ پا تیرا (عرشی امرتسری)[16]

آیا ہے ترا اسمِ مبارک مرے لب پر
گرچہ یہ زباں اس کی سزاوار نہیں ہے (صوفی تبسم)[17]

آج کے شاعر کو تو یہ احساس بھی ہے کہ جنہوں نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھیں دیکھی تھیں یا انہیں سرکارؐ کی ردائے پاک عطا ہوئی تھی، ——— وہ جو ان انعامات سے نوازے گئے تھے، انہیں تو حق ہے کہ وہ نعت کہیں، ہم ایسے گئے گزرے لوگ تو اظہارِ عجز ہی میں تقویت پا سکتے ہیں۔

کہاں بوصیریؒ و حسانؓ بن ثابت، کہاں خالد
نگاہ ہے برمنِ ننگِ بناگاں یا رسول اللہؐ (عبدالعزیز خالد)[18]

حواشی :———

(۱) راجا رشید محمود (مرتب) نعتِ خاتم المرسلینؐ۔ ص ۸۴ (۲) ضیا محمد ضیاؔ و طاہر شادانی (مرتبین) گلدستۂ نعت۔ ص ۷۷ (۳) شفیق بریلوی (مرتب) ارمغانِ نعت۔ ص ۲۹۳ (۴) ارمغانِ نعت۔ ص ۱۱۸ (۵) ارمغانِ نعت۔ ص ۱۹۱ (۶) گلدستۂ نعت۔ ص ۱۰۴ (۷) عزیب سہارنپوری۔ خزینۂ نعت۔ ص ۶۰ (۸) حافظ لدھیانوی۔ ثنائے خواجہ۔ ص ۴۵ (۹) راجا رشید محمود۔ ورفعنالک ذکرک۔ ص ۶۶ (۱۰) نعتِ خاتم المرسلینؐ۔ ص ۱۰۴ (۱۱) ایضاً۔ ص ۷۹ (۱۲) ایضاً۔ ص ۴۷ (۱۳) گلدستۂ نعت۔ ص ۱۵۰ (۱۴) راجا رشید محمود (مرتب) نعتِ حافظ۔ ص ۶۲ (۱۵) ارمغانِ نعت۔ ص ۱۷۹ (۱۶) نعتِ خاتم المرسلینؐ۔ ص ۱۳۲ (۱۷) ارمغانِ نعت۔ ص ۲۷۳ (۱۸) نعتِ خاتم المرسلینؐ۔ ص ۷۹۔

Marfat.com

مدینہ تاجدارِ مدینہ ﷺ کی نظر میں

قریش کے ظلم وستم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ جانے کا حکم دیا۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پسندیدہ شہر کو الوداع کہہ کر اللہ تعالےٰ کے محبوب شہر میں آ گئے۔ ہجرت کے وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی:

"اے اللہ! تو نے میری محبوب ترین جگہ سے مجھے ہجرت کرائی، اب تو مجھے اس قطعۂ زمین میں آباد فرما جو تجھے سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو"

(مستدرک حاکم)

اس دعا سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام ملکوں، تمام علاقوں، سب خطّوں سب شہروں اور دنیا کی سب جگہوں سے زیادہ مدینہ منورہ پسند ہے۔ جہاں اُس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔

مدینہ منورہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ یہاں اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ اسلام کی پہلی مسجد تعمیر ہوئی اور اسلام کا پہلا مدرسہ قائم ہوا، مسلمانوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا اور مدینہ ایک الگ ریاست بن گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور اقوال وافعال سے مدینہ کی فیوض وبرکات کا ذکر ملتا ہے جس سے ہر اہلِ ایمان کے دل میں بھی مدینہ منورہ کے لیے عقیدت واحترام کے جذبات اُبھرتے ہیں اور مدینہ کی زیارت کی تمنا ہمارے دلوں کو تڑپاتی ہے۔

Marfat.com

ہر سال لاکھوں لوگ مدینۂ عالیہ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ مکہ مکرمہ بھی ہمارے لیے قابلِ احترام ہے کیونکہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بچپن اور جوانی گزاری اور وہ آپؐ کا پسندیدہ شہر تھا مگر مدینۂ اسلام کے فروغ اور پیغمبرِ اسلام سے شدید محبت کی وجہ سے ہمارے لیے چاہت اور محبت کا مرکز بن گیا ہے۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف فرما تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی قسم کھائی۔ لَا اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آگئے تو اس آیت کریمہ کا اطلاق اس شہر پر ہو جاتا ہے کیونکہ اصل چیز ذاتِ پاکؐ کی موجودگی ہے۔ اس لیے مدینہ کا ایک نام "بلد" بھی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینۂ پاک کو اپنا حرم قرار دیا اور مدینہ طیبہ میں میں فساد پھیلانے والے کو اللہ کی لعنت کی وعید دی۔ جو شخص زیارت کی نیت سے مدینہ جائے گا یا مدینہ میں فوت ہوگا، اس کے لیے آپؐ کی خاص شفاعت ہوگی۔ مدینے کے درخت کاٹنا اور وہاں شکار کھیلنا منع کیا گیا ہے۔ مدینہ والوں سے مکر و فریب کرنے والوں کا حشر یوں ہوگا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو طابہ کہا ہے اور اس سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ جب مدینہ کی حدود میں داخل ہوتے تو اپنی سواری کو تیز دوڑا کر مدینہ میں داخل ہوتے۔ آپؐ کے فرمان کے مطابق مدینہ میں طاعون اور دجّال کا داخلہ ممکن نہ ہوگا۔ مدینہ رہائش کے اعتبار سے بہت اچھا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر مبارک کے لیے مدینہ کی سرزمین پسند فرمائی۔ قبیلہ بنو سلمہ مسجدِ نبوی سے دور رہنے کی وجہ سے مسجدِ نبوی کے قریب مکانات لے کر رہنا چاہتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ مقصد یہ تھا کہ مدینہ کی کسی جگہ کو بھی آپؐ خالی اور ویران نہ دیکھنا چاہتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے واپس آتے تو مدینہ کے در و دیوار کو دیکھتے تھے۔ حُبِّ مدینہ میں اپنی اونٹنی تیز چلاتے تھے اور اگر کسی اور سواری پر ہوتے

Marfat.com

تو اُسے بھی ایڑ لگاتے۔ (صحیح بخاری۔ باب فضائل مدینہ منورہ۔ رواہ انس بن مالک رضؓ)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ جو برکت تُو نے مکہ میں رکھی ہے، مدینہ کو اس سے دو گنی برکت دے۔ (صحیح بخاری۔ رواہ انس بن مالکؓ)

ہر مسلمان کی دلی خواہش یہی ہے اور شعراء بھی اسی تمنا کو شعر کی زبان بخشتے آئے ہیں کہ انہیں مدینہ منورہ میں موت آئے اور وہیں ان کی تدفین ہو۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جس سرزمینِ پاک پر حضور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم پاک آتے رہے اور حضور صلے اللہ وسلم اب بھی وہیں تشریف فرما ہیں، اس سرزمین میں مرنا اور اس خاک میں دفن ہونا بہت بڑی سعادت ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس مقدس زمین میں دفن ہونے کو خود سرکارؐ نے پسند فرمایا اور اہلِ محبت کو نوید سنائی کہ جو شخص اس زمین میں دفن ہوگا، آپؐ اس کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت یحیٰ ابن سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تشریف فرما تھے اور مدینہ کے اندر ایک قبر کھودی جا رہی تھی۔ ایک شخص نے قبر میں جھانکا اور کہا قبر مومن کی بہت بُری خواب گاہ ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت بُری بات کہی۔ اس شخص نے کہا میرا انشا یہ نہیں تھا بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ خدا کی راہ میں شہید ہونے کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا خدا کی راہ میں شہید ہونے کے برابر کوئی چیز نہیں۔ پھر فرمایا زمین کا کوئی ٹکڑا مجھے اتنا محبوب نہیں کہ وہاں میری قبر ہو جتنا کہ مدینہ میں۔ تین مرتبہ آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے (مشکوٰۃ المصابیح باب حرم مدینہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس کی طاقت رکھے کہ مدینہ میں مرے تو اسے چاہیے کہ وہ مدینہ میں مرے۔ میں اس شخص کی شفاعت کروں گا جو مدینہ میں مرے گا۔ (مشکوٰۃ۔ باب حرم مدینہ۔ رواہ ابن عمرؓ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پاک کو اپنا حرم فرمایا ہے۔ اسی لیے مدینہ میں شکار کھیلنا اور وہاں کے درخت کاٹنا بھی منع کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری، رواہ انسؓ۔ رواہ علیؓ، صحیح مسلم۔ رواہ سعد بن ابی وقاص)

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مدینہ میں داخل ہوئے تو فرمایا یہ طابہ ہے۔ (صحیح بخاری، رواہ ابو حمیدہؓ / مشکوٰۃ المصابیح، رواہ جابر بن سمرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں سے جو شخص مدینہ کی سختی اور بھوک پر صبر کرے گا، میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔ (مشکوٰۃ، رواہ ابو ہریرہؓ، سعدؓ / موطا امام مالک۔ عبداللہ بن عمرؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمن کا ملک فتح ہوگا، پھر وہاں سے کچھ لوگ سواری کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل وعیال اور اطاعت کرنے والوں کو لاد کر مدینہ سے لے جائیں گے حالانکہ اگر انہیں معلوم ہوتا تو مدینہ کی رہائش ان کے لیے بہتر تھی۔ اسی طرح شام فتح ہوگا، کچھ لوگ سواریاں ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل وعیال اور مطیعین کو سوار کر کے لے جائیں گے، کاش انہیں یہ معلوم ہوتا کہ مدینہ ان کی رہائش کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اسی طرح عراق فتح ہوگا، کچھ لوگ سواریاں لاد کر آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور اطاعت شعاروں کو سوار کر کے لے جائیں گے۔ کاش انہیں معلوم ہو کہ مدینہ بود و باش کے لحاظ سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک۔ صحیح بخاری۔ رواہ سفیان بن ابی زبیرؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان مدینہ میں اس طرح سمٹ کر آجائے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ کر آجاتا ہے۔ (صحیح بخاری، رواہ ابو ہریرہؓ)

ایک بدو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ سے اسلام کی بیعت کی۔ دوسرے دن بخار میں مبتلا ہو کر آیا، کہنے لگا، میری بیعت توڑ دیجئے۔ تین بار اس نے یہی کہا اور آپؐ نے انکار کیا۔ پھر فرمایا مدینہ تو گویا بھٹی ہے، میل نکال دیتی ہے، خالص اور پاکیزہ چیز باقی رکھتی ہے (مشکوٰۃ، رواہ ابو ہریرہؓ / صحیح بخاری۔ موطا امام مالک، رواہ جابر بن عبداللہؓ)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور منبر کے درمیان بہشت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہوگا۔ (صحیح بخاری، رواہ ابو ہریرہؓ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس شخص نے حج کیا پھر میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ۔ رواہ ابن عمرؓ)

اسلامی تعلیمات میں عدد کی اہمیت

اللہ تعالیٰ جل شانہ ایک ہے، وحدہٗ لاشریک ہے اور اسلام میں عدد کی سب سے بڑی اہمیت اسی اکائی کی ہے جس میں دوئی کا کوئی تصور نہیں۔ اس خالق و مالک نے مخلوق کی ہدایت اور بہتری کے لیے بہت سے نبی اور رسول بھیجے۔ آخر میں اس ہستی کو بھیجا جنہیں سب سے پہلے بنایا گیا تھا۔ یعنی ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے معبود کے عابد بھی ہیں اور عبد بھی لیکن اپنے محب کے محبوب بھی تو ہیں۔ اگرچہ اس سے نہ محب کی یکتائی متاثر ہوتی ہے، نہ محبوب کی محبوبیت میں یکتائی پر حرف آتا ہے۔

قرآن مجید میں اور احادیث مقدسہ میں مختلف معاملات کی وضاحت میں اور مختلف احکام میں اور مختلف تشبیہات میں اعداد کا ذکر موجود ہے۔ زیر نظر مقالے میں اسی حوالے سے دیکھا گیا ہے کہ مختلف اسلامی تعلیمات میں عدد/اعداد کا ذکر کس طرح کیا گیا ہے اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ اللہ کا کوئی ارشاد اور اس کا کوئی حرف یا اشارہ (نعوذ باللہ) بے معنی اور حشو و زوائد میں سے نہیں ہو سکتا اور خود آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر ارشاد بھی "وما ینطق عن الھوٰی۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ" کے مصداق اللہ ہی کا فرمان ہوتا ہے اس لیے اس میں بھی کوئی بات کوئی لفظ یا حرف بے مقصد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن پاک اور احادیث پاک میں جہاں جہاں کوئی بات کسی عدد کے حوالے سے کی گئی ہے، اس کی اپنی خاص اہمیت ہے۔ جہاں دو باتیں فرمائی گئی ہے۔ جہاں دس نیکیوں کا ذکر ہے، جہاں ستر ہزار کا عدد نظر آتا ہے، وہاں یہی اعداد اپنے اصلی معنی دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ یہاں سے دو کی بجائے چار یا ستر ہزار کی بجائے پچاس ہزار بھی کر دیا جائے تو کوئی حرج نہ ہو۔

قرآن پاک کی مختلف آیات اور احادیث مبارکہ میں مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر اعداد کا استعمال نظر آتا ہے۔

Marfat.com

ارشادِ خداوندی میں اعداد و شمار

احمد دیدات نے اپنی تالیف "القرآن ـــ دی الٰہی میٹ میرا کل" میں سائنس، ریاضی اور کمپیوٹر کی شہادت سے قرآنِ مجید کے لازوال اور ابدی معجزہ ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کسی فانی ہستی کا کلام نہیں ہو سکتا، اور اس کی مختلف آیات میں مختلف حروف ایک خاص تعداد میں استعمال کیے گئے ہیں۔ احمد دیدات نے علیھا تسعۃ عشر (اس پر ۱۹ ہیں)[1] کے حوالے سے ۱۹ کے ہندسے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ سورۂ اقراء کی پہلی پانچ آیات میں ۱۹ الفاظ ہیں اور ان میں ۷۶ حروف ہیں۔ جو ۱۹ پر تقسیم ہو سکتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں، یہ عدد بھی ۱۹ پر تقسیم ہو سکتا ہے۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے قرآن کا آغاز ہوتا ہے، اس میں ۱۹ حروف ہیں۔ "تسمیہ" میں چار الفاظ ہیں اور اس کا ہر لفظ جتنی مرتبہ قرآنِ حکیم میں استعمال ہوا ہے، وہ ۱۹ پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں "اللہ" ۲۶۹۸ مرتبہ، الرحمٰن ۵۷ مرتبہ، الرحیم ۱۱۴ مرتبہ آیا ہے اور یہ سب ۱۹ پر تقسیم ہو سکتے ہیں۔

قرآنِ کریم کی ۲۹ سورتوں کی ابتدا حروفِ تہجی یا حروفِ مقطعات سے ہوتی ہے۔ یہ حروف الف، ح، ر، س، ص، ط، ع، ق، ک، ل، م، ن، ھ، ی ہیں۔ ان میں سے مثلاً "ق" سورۂ قٓ اور سورۂ الشوریٰ کے شروع میں آیا ہے اور ان دونوں سورتوں میں "ق" ۵۷ مرتبہ استعمال ہوا ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہو سکتا ہے۔ سورۂ القلم کے شروع میں حرف "ن" آیا ہے۔ پوری سورۃ میں ن ۱۳۳ کی تعداد میں استعمال ہوا ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہو سکتا ہے .... یہ، اور اس قسم کی بہت سی مثالوں سے احمد دیدات ثابت کرتے ہیں کہ قرآنِ مجید کی الوہی تشکیل حسابی نظام کے تحت ہوتی ہے۔[2]

چوہدری محمد شریف نے "اعداد القرآن" کے نام سے ۶۴ صفحات کی ایک کتاب لکھ دی ہے جس میں رکوعات، آیات، اور سورتوں کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے اس موضوع پر مختلف گوشوارے دیئے گئے ہیں۔[3]

کلامِ الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بہت سے مقام پر ذکر آتا ہے اور ایک اور صرف ایک

Marfat.com

کا یہ عدد کائنات کی اصل حقیقت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً اس کائنات میں صرف ایک ہی خدا ہے جو قائم و دائم ہے۔ جسے نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ آتی ہے اس لیے کہ زمین و آسمان کا انتظام حفاظت سے ہرگز نہیں تھکتا۔"[4] "اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی انہی کے مانند"۔[5] قابلِ صد ہزار تعریف ہے وہ اللہ جو بہترین خالق ہے"۔[6]

اللہ کریم نے دو دنوں میں زمین بنانے اور دو دنوں میں آسمان بنانے کی جو بات کی، اسے دیکھیں اور اعداد کے حوالے سے کرشمہ سازیاں ملاحظہ کریں۔ کیا تم اس ہستی کے قوانین کو توڑتے ہو جس نے دو یوم میں زمین کی تکمیل کی۔ تم خواہ مخواہ اس کے شریک گھڑ رہے ہو۔ حالانکہ وہ رب العالمین ہے۔ اللہ نے زمین پر پہاڑوں کا سلسلہ بچھا کر اس میں برکت ڈال دی۔ اس میں روئیدگی اور نباتات کی استعداد رکھ دی اور یہ سب کچھ چار دن میں ہوا۔ ان خزائن کے منہ سب کے لیے کھلے ہوئے ہیں پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اس وقت دھوئیں کی حالت میں تھا پھر اس کو اور زمین کو حکم دیا کہ آؤ اور اپنا کام طوعاً وکرہاً شروع کر دو۔ زمین و آسمان نے کہا کہ ہم فرماں بردار غلاموں کی طرح حاضر ہیں۔ اللہ نے سات آسمان دو دن میں پیدا کیے اور آسمان کو ایک ضابطے کا پابند کر دیا۔"[7]

دو دن کی بات آئی ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ اس دن کی ہمارے علم الاعداد کے حساب سے کیفیت کیا ہے۔ فرمان ہے۔ "اللہ کا ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر ہے۔ ایسا دن جو تمہارے پچاس ہزار سال کے برابر ہے"۔[8] اوپر ہزار کا عدد استعمال کیا ہے اور نیچے پچاس ہزار کے عدد کی اہمیت ہے۔

اللہ تعالیٰ اصحاب کہف کے بارے میں قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ "وہ لوگ غار میں تین سو نو برس رہے اور کہہ دو کہ صرف اللہ ہی ان کی مدتِ قیام کو جانتا ہے"۔[9] تعداد کے حوالے سے سمندروں کی گہرائی ناپیے۔ "اگر الٰہی کلمات کو لکھنے کے لیے تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور

ان میں سات سمندر اور ملا دیئے جائیں تب بھی کلماتِ الٰہیہ کی فہرست تیار نہ ہو سکے گی"۔نیز پانی سے پیدا ہونے والی مخلوق کا ذکر دیکھیے۔"اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ان میں سے بعض پیٹ کے بل اور بعض دو اور بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔وہ اس قسم کی تنوع اور اختلاف پر قادر ہے"۔[11]

اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ میں فرماتا ہے۔"کیا تم نے اس شخص کی کہانی پہ نظر ڈالی جو ایک تباہ شدہ بستی کے پاس سے گزرا اور کہنے لگا کہ خدا اس بستی کو کیسے زندہ کرے گا؟ سو خدا نے اسے سو سال کے لیے سلا دیا اور پھر جگا کر پوچھا کہ تم کتنی مدت سوئے رہے، کہنے لگا ایک دن یا دن کی کوئی کسر۔اللہ نے فرمایا کہ تم پورے سو سال تک سوئے ہو۔ذرا کھانے پینے کی اشیاء پر نظر ڈالو کوئی چیز خراب نہیں ہوئی۔دوسری طرف اپنے گدھے کو دیکھو کہ اس کا نشان تک مٹ گیا ہے۔ہم تمہیں اپنا نشان بنانا چاہتے ہیں۔اس لیے ان ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم انہیں کس طرح ترتیب دیتے اور ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔جب اس نے یہ تمام واقعہ دیکھا تو کہنے لگا۔مجھے یقین آگیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔[12]

تعداد کے حوالے سے مرد اور عورت کی گواہی کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔

"اور اپنے لوگوں میں سے دو مردوں کو گواہ کر لیا کرو۔پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھول جائے گی تو ایک دوسری کو یاد دلا دے گی"۔[13] اس آیۂ مبارکہ کی تشریح میں یہ کہا جاتا ہے کہ عورت مرد کے ہم پلہ نہیں ہے لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا صرف عورت ہی بھول سکتی ہے، مرد نہیں بھول سکتا یا مرد یا عورت میں سے کوئی، جھوٹی گواہی نہیں دے سکتا لیکن خدا تعالیٰ نے عورت کو جھوٹا نہ گردانے کے لیے اس کے بھولنے کی بات کی ہے۔مرد جھوٹی گواہی دے گا تو اسے اس کی سزا مل جائے گی۔لیکن ایسی صورت میں عورت کو یا تو دوسری عورت یاد دلا دے گی، یا پھر یہی کہا جائے گا کہ عورت بھول گئی تھی چونکہ عورت کو آخر کار ماں بننا ہے اور خدا تعالیٰ ماں کو جھوٹا نہیں کہنا چاہتا، اس لیے اُس پر سے اس صورت میں جھوٹ کی تہمت

Marfat.com

دور کر دی گئی ہے۔

لیلۃ القدر کو قرآنِ کریم میں ایک ہزار مہینے سے بہتر فرمایا گیا ہے۔ "ہم نے یہ قرآن ایک فیصلہ کن رات میں نازل کیا۔ جانتے ہو کہ یہ شبِ فیصلہ کیا ہے۔ یہ رات گزشتہ ہزار ماہ سے بہتر ہے اس میں الٰہی حکم سے فرشتے نازل ہو رہے ہیں اور زندگی زمین پر اتر رہی ہے۔ یہ رات امن و سلام کا پیغام لے کر آئی ہے اور طلوعِ سحر تک باقی رہے گی"۔[14] اللہ کی کتاب میں اس دن سے جب اللہ نے ارض و سما کو پیدا کیا تھا۔ مہینوں کی تعداد بارہ رہی ہے۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں"۔[15]

غلام جیلانی برق اپنی کتاب میں اعداد کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "اعداد کی تین قسمیں ہیں (۱) زائد (۲) ناقص (۳) اور کامل۔ عدد زائد میں اعدادِ ضرب کا مجموعہ اصل سے زائد ہوتا ہے۔ مثلاً ۱۲۔ اس کے اعدادِ ضرب یعنی جن پر تقسیم ہو سکتا ہے یا جن کا حاصل ضرب ۱۲ ہوتا ہے۔ ۶، ۴، ۳، ۲، ۱ ہیں۔ جن کا مجموعہ ۱۶ ہے۔ عدد ناقص میں اعدادِ ضرب کا مجموعہ اصل سے کم ہوتا ہے۔ مثلاً ۸، اس کے اعداد ضرب یعنی ۴، ۲، ۱ کا مجموعہ ۷ ہے۔ عدد کامل میں اعدادِ ضرب کا مجموعہ اصل کے برابر ہوتا ہے۔ مثلاً ۶، اس کے اعداد ۳، ۲، ۱ کا مجموعہ ۶ ہے۔

اعدادِ کاملہ اکیس لاکھ تک صرف ۶ ہیں یعنی عدد کامل چھٹے بستوں میں اکیس لاکھ تک جا پہنچا۔ اسی طرح جب کائنات چھ زمانوں سے گزر چکی تو دنیا میں کم و بیش اکیس لاکھ قسم کے نباتات، حیوانات، جمادات پیدا ہو گئے اور یہ انواع چھ کے عدد کی طرح ہر لحاظ سے مکمل تھیں۔ اعدادِ کاملہ دس سنکھ تک صرف ۷ ہیں، اور پہلے ۶ اعداد یہ ہیں: (۱) ۶ (۲) ۱۸ (۳) ۴۹۶ (۴) ۸۱۲۸ (۵) ۱۳۰۸۱۶ (۶) ۲۰۹۶۱۲۸"۔[16]

احادیثِ مبارکہ میں عدد کی اہمیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص میری امت سے چالیس حدیثیں پڑھے

Marfat.com

اور یاد رکھے تو خدا آسمان میں اس کا نام ولی رکھتا ہے۔ اور زمین میں فقیہ اور اسے ان نیکوکاروں کے ساتھ محشور کرتا ہے جنہیں قیامت کو نہ خوف ہوگا نہ رنج ہوگا۔"[۱۷] اگر عدد کی کوئی اہمیت نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں چالیس حدیثوں کی بجائے صرف کچھ حدیثوں کا ذکر فرماتے۔ ایک خاص تعداد مقرر کرنا عدد کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" جائز نہیں ایمان دار کو کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑے رہے"۔[۱۸] یہاں تین کا عدد استعمال کرنے کی وجہ اس عدد کی اہمیت بیان فرماتا ہے۔ اور ہم اس کے مقصد کو جان سکیں یا نہ جان سکیں، یہاں تین دن کی لازماً اہمیت ہوگی۔ اتنی اہمیت کہ دو چار دن سے وہ بات پیدا نہ ہو سکتی جو تین دن سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بات اور کسی فرمان کا ہر گوشہ، ہر حصہ کسی نہ کسی حکمت کو اُجاگر کرتا ہے۔ سرکارؐ کے ارشاد کا ہر شوشہ با مقصد اور بامعنی ہے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا جا سکتا تھا کہ کوئی مسلمان اپنے کسی مومن بھائی سے ناراض نہ ہو۔ یا یہ کہ ناراضی کو نہ بڑھائے۔ ایک اور جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں" تین وصف جس میں ہوں اس نے ایمان کی چاشنی چکھ لی۔ (۱) دل میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سب چیزوں سے زیادہ ہونا۔ (۲) مسلمانوں سے صرف اسلام کی وجہ سے محبت اور میل ملاپ رکھنا۔ (۳) شرک و کفر کو ایسا ناپسند کرنا جیسے آگ میں کود کر جل جانے کو"۔[۱۹]

حضرت ابنِ مسعودؓ کہتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" قیامت کے دن انسان کے قدم اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکیں گے، یہاں تک کہ پانچ باتوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے۔ (۱) عمر کن کاموں میں گنوائی؟ (۲) جوانی کی توانائیاں کہاں صرف ہوئیں؟ (۳) مال کہاں سے کمایا (۴) کہاں خرچ کیا؟ (۵) جو علم اسے حاصل ہوا اس پر اس نے کہاں تک عمل کیا؟"۔[۲۰]

ایک مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ" منجملہ دیگر حقوق کے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق بھی ہیں۔ (۱) جب تم کسی مسلمان سے ملاقات کرو تو اس کو سلام کرو (۲) اور جب کوئی مسلمان تم کو دعوت دے تو قبول کرو۔ (۳) جب کوئی

مسلمان تم سے نصیحت کا خواہاں ہو تو اس کو نصیحت کرو۔ (۴) جب چھینک کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہو۔ (۵) جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔ (۶) اور جب مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو۔"[۲۱]

حضور فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ نے اپنے ارشاداتِ گرامی میں کہیں پانچ باتوں کی اہمیت فرمائی ہے، کہیں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان بھائی پر چھ حق بتاتے ہیں۔ کہیں آپ نے کسی اور نیکی کی اہمیت کسی اور عدد میں بیان فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان، اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" کے مصداق، اللہ کا فرمان ہے۔ آقا حضورؐ کی ہر بات وحی ہوتی ہے۔ آپ کی گفتار کا کوئی حصہ، کوئی فقرہ، کوئی لفظ، کوئی حرف، کوئی شوشہ خدا تعالیٰ کی وحی کے علاوہ نہیں ہوتا۔ حضورؐ کے سب ارشادات اللہ تعالیٰ ہی کے ارشادات ہیں۔ اس لیے سرکارؐ کا کسی خاص بات کو کسی خاص تعداد کے حوالے سے فرمانا، اس خاص تعداد کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ جہاں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی خاص تعداد کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے کم یا زیادہ کسی تعداد کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر امِ سلمیٰؓ جو حضرت ابو رافع رضؓ کی بیوی تھیں، نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھے کچھ کلمات بتا دیجیے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "تم دس مرتبہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہا کرو۔ اللہ فرمائے گا یہ میرے لیے ہیں اور دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہا کرو، اللہ تعالیٰ فرماتے گا۔ یہ بھی میرے لیے ہے اور دس مرتبہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہا کرو (اے اللہ تو مجھے بخش دے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بخش دیا۔ اس طرح دس مرتبہ تم کہو گی، دس مرتبہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو تمہاری مغفرت ان شاء اللہ ضرور ہو جائے گی۔"[۲۲] اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کوئی حساب نہیں۔ وہ جسے چاہے اور جب چاہے بخش دے مگر اس حدیثِ پاک میں بطورِ خاص بعض الفاظ کے ایک خاص تعداد میں پڑھنے سے بخشش کو مشروط فرمایا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان الفاظ

Marfat.com

کا ایک خاص تعداد میں ادا کرنا خاص قسم کی اہمیت رکھتا ہے۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں جنہیں دکھا کر آپؐ نے صحابہؓ کو بتایا کہ "ایک میں نیک لوگوں کے اور دوسری میں بُرے لوگوں کے نام مع ولدیت کے درج ہیں"۔[۲۳] اس سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں نیکی ہے، وہاں بدی بھی ہے۔ اس ارشاد مبارک میں دو کے عدد کی یہ اہمیت ہے کہ اس سے اچھائی اور برائی میں امتیاز ظاہر ہوتا ہے اور یہ کہ نیک لوگوں کا ذکر اور انجام نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا اور بدوں کا ذکر اور انجام بدوں کے ساتھ ہوگا۔ نیکی اور بدی کی یہ تفریق اور ان کا یہ جھگڑا ازل سے ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صدقہ کی اہمیت بتاتے ہوئے فرمایا "دوزخ کی آگ سے بچو چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرنا پڑے"۔[۲۴] پھر ایک اور موقع پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک بار سبحان اللہ کہہ دینا صدقہ ہے۔ ایک بار اللہ اکبر کہہ دینا صدقہ ہے، ایک بار الحمد للہ کہہ دینا صدقہ ہے۔ ایک بار لا الٰہ الا اللہ کہہ دینا صدقہ ہے"۔[۲۵] یعنی سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کئی کئی بار پڑھنے کی اہمیت ہے۔ ایک خاص وقت میں ایک خاص تعداد میں یہ کلمات ادا کرنا اپنی خوبیاں اور خصوصیات رکھتا ہے لیکن اس حدیث مبارکہ میں ان کلمات کا کم از کم ایک بار ادا کرنا صدقہ قرار دیا گیا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے۔ "جو شخص جنازے کی نماز پڑھ کر چلا جائے اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہے اسے دو قیراط ملتا ہے، ہر قیراط مثل اُحد پہاڑ کے ہے"۔[۲۶] یہاں بھی اگر عدد استعمال نہ کرنا ہوتا تو ایک قیراط یا دو قیراط یا اُحد پہاڑ کے برابر یا اس سے دُگنا کے بجائے بہت سا ثواب بھی کہا جا سکتا تھا۔

اسی طرح ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

Marfat.com

"پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ (۱) جوانی بڑھاپے سے پہلے (۲) صحت بیماری سے پہلے۔ (۳) خوش حالی ناداری سے پہلے۔ (۴) فراغت مصروفیت سے پہلے۔ (۵) زندگی، موت سے پہلے۔"[۲۷] اگر کوئی شخص ان پانچ باتوں پر پوری توجہ دے اور آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کے فرمان کے مطابق ان پانچ پہلوؤں کو ہمیشہ نظر رکھے تو اس کی پوری زندگی ہر لحاظ سے جنت کا نمونہ بن جائے گی۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "انسان کی موت کے بعد اس کا سلسلۂ عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے اس کے تین اعمال کے کہ وہ پھر بھی اس کے حق میں نافع ہوتے ہیں۔ (۱) کوئی صدقۂ جاریہ چھوڑ کر مرا ہو۔ (۲) یا اس کا وہ علم جس سے اس کے بعد بھی لوگ متمتع ہوتے ہیں یا (۳) اس کا تربیت یافتہ نیک عمل لڑکا جو اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہتا ہے۔"[۲۸] یہاں تین کا عدد یوں اہمیت کا حامل ہے کہ مرنے کے بعد انسان کو صدقۂ جاریہ یا اس کا علم جس سے بعد کے لوگ فیض حاصل کرتے ہوں یا نیک اولاد جو اس کی تربیت کی وجہ سے نیکی پر عامل ہو، فائدے دے سکتے ہیں۔ اسی طرح حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی نیکی کی عدد کے ذریعے اہمیت بیان فرمائی ہے، کہیں کسی عدد کے حوالے سے وعید دی گئی ہے — کہیں عدد کچھ ہے، کہیں عدد کچھ اور حضورؐ نے جہاں جہاں کوئی عدد استعمال فرمایا ہے۔ اس کی وہیں، اس قدر اہمیت ہے جس قدر سرکارؐ نے فرمائی ہے۔ اس سے کم یا زیادہ نہیں۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں لیکن ترازو میں بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ وہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ[۲۹]

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبیر بن مطعمؓ سے فرمایا کہ "اگر تم چاہو کہ سفر میں جاؤ تو اپنے ساتھیوں سے صورت و ہیئت میں بہتر اور توشہ سفر میں بڑھ کر رہو تو یہ پانچ سورتیں پڑھ لیا کرو، ہر سورت کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع کیا کرو۔ اور اسی پر ختم کیا کرو۔ پانچ سورتیں یہ ہیں۔ (۱) قُلْ یٰۤاَیُّہَا الْکٰفِرُوْنَ (۲) اِذَا جَآءَ

نصر اللہ و الفتح (۳) قل ھو اللہ احد (۴) قل اعوذ برب الفلق (۵) قل اعوذ برب الناس ہیں۔"[30]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ہمراہ ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ احد پہاڑ پر چڑھے۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اُحد حرکت کرنے لگا، جوشِ مسرت میں جھومنے لگا تو آپؐ نے احد پر ایک ٹھوکر لگائی اور فرمایا "اُحد ٹھہر جا، تجھ پر اس وقت ایک نبیؐ، ایک صدیقؓ اور دو شہید ہیں" ۔[31] "حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت سے الگ اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز کے مقابلے میں جماعت کی نماز ستائیس (۲۷) درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔[32] یہاں ستائیس (۲۷) کے عدد کی کوئی خاص اہمیت ہے ورنہ ستائیس (۲۷) کے بجائے یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ بہت زیادہ ثواب ہوگا۔" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہِ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے۔"[33] اس سے رمضان المبارک کے آخری عشرے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ دس کے عدد کی اہمیت تو مختلف حیثیتوں میں بیان کی گئی ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ "ابن آدم کے عمل یہ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور سات سو گنے تک بڑھ جاتا ہے۔"[34] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں جمع ہو جائیں پورا منافق ہے اور جس میں ایک خصلت پائی جائے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی تاآنکہ وہ اسے ترک نہ کردے۔ وہ خصلتیں یہ ہیں:- (۱) اسے کسی چیز کا امین بنایا جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (۲) جب بات کرے، جھوٹ بولے۔ (۳) جب عہد کرے، توڑ ڈالے۔ (۴) اور جب جھگڑا کرے تو مخالفت پر اتنا تُل جائے کہ ناجائز امور کا ارتکاب شروع کردے۔"[35]

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص طالب علم پر ایک درہم خرچ کرے تو ایسا ہے گویا اس نے کوہِ احد کی مانند خرچ کیا۔"[36] ایک کے عدد کی ہمیشہ سے بڑی اہمیت

Marfat.com

ہے لیکن جب یہ رقم کی صورت میں کسی طالب علم کو طلب علم کی کوشش میں معاونت کرتا ہے، اور طلب علم میں مصروف کسی شخص کے کام آتا ہے تو نیکیوں کے اعتبار سے اس کی اہمیت پہاڑ کی طرح ہو جاتی ہے۔ اس سے ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم حاصل کرنے کی اہمیت پر زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب اس مد میں کوئی شخص رقم خرچ کرتا ہے تو وہ نیکیوں کے پہاڑ اکٹھے کر لیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اپنے سامانِ تجارت بیچنے میں جھوٹی قسم کھائی اور اس کی وجہ سے انہیں زیادہ دام ملے۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی اور اس کے ذریعے کسی مسلمان آدمی کا مال ہتھیالیا۔ تیسرے وہ لوگ جو ضرورت سے زائد فالتو پانی کو روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن کہے گا۔ "میں تجھ سے آج اپنا فضل روک لوں گا جیسے کہ تو نے وہ زائد پانی روکا جو تیرا اپنا پیدا کیا ہوا نہ تھا۔" [۲۷] مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سو بار صبح اور سو بار شام کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی، وہ ایسا ہو گیا گویا سو دفعہ حج کیا ہے۔" [۲۸]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "رشک صرف دو شخصوں پر ہے۔ ایک وہ جسے خدا نے مالدار بنایا اور وہ نہایت کشادہ دلی اور سخاوت سے اللہ کی راہ میں اپنا مال لٹاتا رہا ہے اور دوسرا وہ جسے خدا نے علم دیا اور علم سکھانے پڑھانے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرنے میں مشغول ہے" [۲۹] یہاں سخی مالدار اور علم حاصل کر کے اسے استعمال کرنے اور اس کے مطابق فیصلے کرنے والے دو قسم کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے، کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات مبہم انداز میں بیان نہیں فرمائی بلکہ بیشتر مقامات میں عدد کے حوالے سے حتمی انداز میں ارشاد فرمائی ہے کہ اتنی بار یہ کرو تو یہ فائدہ ہو گا۔ اسی طرح یہ

حقیقت بھی احادیث سے معلوم ہوتی ہے کہ سرکار[۲] خود کون سی بات یا کون سا کام کتنی مرتبہ کرتے تھے۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی بات کرتے تو اسے تین بار دہراتے تاکہ سمجھی جا سکے اور جب کسی قوم کے پاس آتے تو تین بار سلام کرتے۔"[۴۰] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جو بندۂ مسلم کوئی دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور عطا فرماتا ہے یا تو اس کی دعا جلد قبول فرمالیتا ہے یا اس کی دعا کو آخرت میں اس کے کام آنے کے لیے ذخیرہ بنا رکھتا ہے یا اس سے کوئی اتنی ہی برائی دور کر دیتا ہے۔ جس قدر اس نے اپنی دعا میں نفع کی خواہش کی تھی۔"[۴۱] مشکوٰۃ شریف میں حدیث شریف ہے کہ "اگر تجھ میں چار باتیں ہیں تو موت کے وقت کوئی خوف نہ ہوگا امانت کی نگہبانی اور بات کی سچائی اور اخلاق کی خوبی اور کھانے میں احتیاط۔"[۴۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تین چیزیں ہیں کہ میں ان کے لیے قسم کھاتا ہوں اور تمہارے پاس ان کو بیان کرتا ہوں۔ انہیں یاد رکھو۔ (۱) خیرات کرنے سے مال نہیں گھٹتا۔ (۲) کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ جب کسی انسان پر ظلم ہو اور وہ صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت نہ بڑھائے اور (۳) کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اگر کوئی مانگنا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کا دروازہ نہ کھولے۔"[۴۳]

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے ساتھ حبّ الحزن سے پناہ مانگو" لوگوں نے پوچھا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبّ الحزن کیا ہے"۔ آپ[۲] نے فرمایا۔ "جہنم میں ایک وادی ہے جس سے خود جہنم روزانہ چار سو بار پناہ مانگتی ہے"۔ پوچھا گیا کہ اس میں کون داخل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔ ایسے علماء جو اپنے اعمال کی نمائش کرتے پھرتے ہیں"۔[۴۴] یہاں بھی آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار سو کا عدد استعمال فرمایا ہے کہ اپنے اعمال کی نمائش کرنے والے مولوی اُس حصّہ جہنم میں ہونگے جس سے دوزخ بھی روزانہ چار سو بار پناہ مانگتی ہے

اس ضمن میں یہ بات سامانِ عبرت ہے کہ آج کل کے "علماء" اس حدیث پاک کو پڑھ کر بھی اور خدا اور رسول[۲] کے احکام کا علم رکھتے ہوتے بھی اپنے اعمال کی اور اعمال سے زیادہ ایسی نیکیوں کی

Marfat.com

"نمائش" کرتے پھرتے ہیں جو اُن کے عمل میں بھی نہیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو تو واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے اہل و عیال اور مال تو اس کو تنہا چھوڑ کر واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے"[۴۵] یہاں یہ بات دیکھیے کہ ایک کی کیا اہمیت ہے کہ وہی کام آنے والی چیز ہے اور دو جن کے لیے لوگ ہر بے ایمانی اور برائی کرتے پھرتے ہیں، آخرت میں کسی کام کے نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ مروی ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "نو پھر ان کو آگاہ کرتا کہ اللہ نے دن رات میں تم پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں"[۴۶] مومنوں کے خصائل بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا۔ "تین خصلتیں مومنانہ اخلاق ہیں۔ غصہ ہو تو غصہ میں ناجائز کام نہ کرے، خوشی ہو تو خوشی میں حق سے نہ بڑھے قدرت ہو تو طاقت کے نشے میں غیر کی چیز نہ تھیائے"[۴۷]۔

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے۔ وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح آئیں گے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر بتایا"[۴۸] ایک اور جگہ اسی بات کو تھوڑا سا اضافہ کیا ہے۔ پہلے دو کے عدد کا اور اب تین اور دو کا عدد استعمال کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو ہی بہنوں یا بیٹیوں کا بار اٹھایا۔ ان کی تربیت کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر ان کا نکاح کر دیا۔ اس کے لیے جنت کا فیصلہ ہے"[۴۹]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو آنکھیں ہیں جو جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں گی۔ (۱) وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے اشک بار ہو۔ (۲) وہ آنکھ جو رات بھر اللہ کی راہ میں پہرہ دے"[۵۰] حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو کسی غریب الوطن کی عالمِ غربت میں عزت افزائی کرے تو اس نے ستر نبیوں اور رسولوں کا اکرام کیا"[۵۱] اس سے اندازہ فرمایئے کہ غریب الوطن کی مدد کرنا کتنا بڑا

Marfat.com

کام ہے کہ اس کے لیے اتنا بڑا انعام رکھا گیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ دو نعمتیں ہیں۔ جن سے اکثر لوگ غافل ہیں اور ان کی بے قدری کرتے ہیں۔ ایک صحت یعنی تندرستی اور دوسری فراغت۔[۵۲] حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" چار چیزیں ہیں جسے وہ میسر آگئیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل ہوگئی۔ (۱) شکر گذار دل (۲) خدا کو یاد کرنے والی زبان (۳) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن (۴) ایسی بیوی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں خیانت نہیں کرتی"۔[۵۳] حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اگر آدمی کے پاس دو وادیوں کے برابر بھی مال و دولت ہو تو وہ تیسری کی بھی خواہش کرے گا اور آدمی کا پیٹ صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے[۵۴] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق" دو عادتیں مومن میں اکٹھی جمع نہیں ہوتیں۔ کنجوسی اور بد خلقی"[۵۵] معلوم ہوا کہ مومن میں کسی حد تک صرف کنجوسی اور کسی حد تک صرف بد خلقی تو ہو سکتی ہے لیکن یہ دو تو عادتیں اگر کسی آدمی میں اکٹھی ہیں تو اس کا ایمان سلامت نہیں۔ "حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ابن آدم کے عمل پر ایک عمل پر ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور یہ سات سو گنے تک بڑھ جاتا ہے"۔[۵۶]

ابو اسیدؓ سے روایت ہے کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔۔۔ آپؐ نے فرمایا۔ چار باتیں ہیں جن سے والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ بھلائی کی جا سکتی ہے۔ (۱) ان کے لیے دعا و استغفار (۲) ان کے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنا (۳) ان کے دوستوں اور ملنے والوں سے احترام و تعظیم سے پیش آنا (۴) اور اس رشتہ کو ملانا جو ان کی طرف سے تمہارے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔[۵۷] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "جو زمینیں بارش کے پانی سے یا بہتے چشمے سے سیراب ہوتی ہوں یا دریا سے قریب ہونے کی وجہ سے پانی دینے کی ضرورت نہ پڑتی ہو، ان کی پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ نکالا جائے گا۔ اور جن کو مزدور لگا کر سینچا جائے، ان میں بیسواں حصہ ہے۔[۵۹]

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق "ایمان کی ساٹھ یا ستر سے اوپر شاخیں ہیں۔ سب سے افضل یا بندیٔ توحیدِ باری تعالیٰ یعنی "لا الٰہ الا اللہ" کہنا ہے۔ اور سب سے ادنیٰ راستہ سے ایذا دینے والی چیزوں کا ہٹا دینا ہے اور شرم و حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے"۔[۵۹] ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص شارب (مونچھوں کے بال) کٹائے۔ خدا اُسے چار نور عطا کرے گا، ایک نور چہرہ میں، دوسرا پیشانی میں، تیسرا قبر میں اور چوتھا بروزِ قیامت نور عطا ہوگا"۔[۶۰]

درود کی جزا اعداد کے اعتبار سے

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بار فرمایا۔ "جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا، اللہ سبحانہٗ اس ایک درود کے بدلے درود خواں کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دیتا ہے"۔[۶۱] حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درودِ پاک پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے ایک کے بدلے ایک نہیں بلکہ ایک کے بدلے کم از کم دس۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتے ہیں اور اس سے دس برائیاں مٹا دیتے ہیں"۔[۶۲] آپؐ فرماتے ہیں کہ کوئی مجھ پر ایک بار درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اور جو مجھ پر دس بار درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرماتے گا۔[۶۳] حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "جو مومن بندہ مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اس کے دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کیے جاتے ہیں"۔[۶۴]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں گے اور اس کے دس گناہ معاف ہوں گے اور اس کے دس درجے بڑھیں اور دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں۔[۶۵] عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ جو شخص آپؐ پر ایک مرتبہ درود بھیجے، اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔[۶۶] حضورؐ

نے ایک جگہ فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ لیتے ہیں اور اس کے دس گناہ مٹا دیتے ہیں اور اس کے ذریعے اس کے دس درجے بلند کرتے ہیں اور دس غلام آزاد کرنے کے برابر اسے ثواب ملتا ہے۔[۶۷]

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ کچھ عنایت فرمایا ہے جو میرے علاوہ دوسرے نبیوں کو نہیں دیا اور مجھے ان پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور میری امت کے لیے مجھ پر درود بھیجنے میں سب سے اونچا درجہ رکھا ہے اور میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا جس کا سر عرش کے نیچے اور جس کے پاؤں زمینوں کے نیچے ہیں اس کے اسی ہزار بازو ہیں۔ ہر بازو میں اسی ہزار پر ہیں اور ہر پر کے نیچے اسی ہزار بال اور ہر بال کے نیچے ایک زبان ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتی ہے اور میری امت میں سے مجھ پر درود پڑھنے والوں کے لیے بخشش مانگتی ہے اور اس کے سر سے لے کر پاؤں تک بے شمار منہ اور بے شمار زبانیں اور بے شمار بال ہیں جن میں ایک بالشت کی جگہ بھی زبان کے بغیر نہیں جس کا کام اللہ کی حمد و ثنا اور مجھ پر درود بھیجنے والے کے لیے اس کی ساری زندگی تک بخشش کی دعا مانگنا ہے۔[۶۸]

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پاک ہے کہ میرا جو امتی جمعہ کے دن ایک بار درود پاک پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہزار ہزار بار اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں۔ ایک ایک ہزار نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی۔ اور پھر ایک ایک ہزار گناہ معاف فرمائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اس شخص کے ہزار درجات بلند کیے جائیں۔[۶۹] "شفاء القلوب" میں ہے درود پاک کے ایک حروف کے بدلے ایک فرشتہ تخلیق کیا جاتا ہے گا۔ اس فرشتے کے بدن میں تین سو ساٹھ چہرے ہوں گے اور ہر چہرے پر تین سو ساٹھ زبانیں ہونگی اور یہ زبانیں تسبیح و تقدیس بیان کریں گی۔ ان تمام تسبیحات کا ثواب اس شخص کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے

Marfat.com

گا۔اس کو دس غلام آزاد کرنے کا درجہ ملے گا۔[۱] "ایک بار درود وسلام پڑھنے والے کا درود و سلام قبول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اسّی سال کے گناہ مٹا دیتا ہے"۔[۲] شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کا مہر تین بار رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا رکھا۔[۳] ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر دس بار درود پاک پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر سو بار درود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر ہزار رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو محبت و شوق سے اس سے بھی زیادہ پڑھے میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور گواہ بنوں گا۔[۴]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ "حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز کے بعد کسی کے ساتھ کلام کرنے سے پہلے مجھ پر سو دفعہ درود بھیجے، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کر دے گا۔ ان میں تیس تو جلدی جلدی پوری کر دے گا اور ستر قیامت کے لیے ذخیرہ کر دے گا۔[۵] ایک اور کتاب میں صبح کی نماز کی جگہ جمعہ کی رات کا ذکر ہے۔[۶]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجے اللہ اس پر دس صلوٰۃ بھیجتا ہے اور جو کوئی مجھ پر دس صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ اللہ رب العزت اس پر سو صلوٰۃ بھیجتا ہے اور جو کوئی مجھ پر سو صلوٰۃ بھیجے اللہ رب العزت اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیتا ہے کہ "منافقت سے پاک ہے اور جہنم سے محفوظ" اور اللہ تبارک و تعالیٰ بروز قیامت شہداء کے ساتھ سکونت و قیام عطا فرمائے گا۔[۷]

شیخ ابنِ حجر مکی نے نقل کیا ہے کہ ایک صالح خواب میں دیکھا گیا۔ اس سے حال پوچھا اس نے کہا، خدائے تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا اور مجھے بخش دیا اور جنت میں داخل کیا۔ سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ فرشتوں نے میرے گناہ اور میرے درود پڑھنے کو شمار کیا سو شمار درود کے زیادہ ہوتے۔ گناہوں سے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا بس اس کا حساب مت کرو اور اس کو بہشت میں لے جاؤ۔[۸] حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر ہزار مرتبہ درود پڑھے۔ وہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک اپنی جگہ جنت میں نہ دیکھ لے۔[۷۹] حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک سو بار درود پڑھے گا وہ نفاق کی بیماری سے پاک ہو جائے گا اور اس پر آتش دوزخ حرام کر دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں کے ساتھ اٹھائے گا۔[۸۰] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے کوئی دو بندے آپس میں محبت رکھنے والے جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں اور صلوٰۃ بھیجیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔[۸۱]

طبرانی میں یہ مرفوع حدیث بیان کی گئی ہے کہ جو شخص محبت و عقیدت سے "جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَاھُوَ اَھْلُہٗ" پکارے گا اس کے لیے ستر فرشتے ثواب لکھتے رہیں گے۔ اور یہ عمل ایک ہزار صبح تک جاری رہے گا۔[۸۲] حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں جو مجھ پر صبح کو دس بار درود بھیجے اور شام کو دس بار تو اس کے لیے میری شفاعت لازم ہو گی۔[۸۳] حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی چیز کا سایہ نہ ہو گا۔ ایک وہ شخص جو کسی مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹائے، دوسرا وہ جو میری سنّت کو زندہ کرے، تیسرا وہ جو میرے اوپر کثرت سے درود بھیجے۔[۸۴]

احادیث مبارکہ میں ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص سو بار درود بھیجے مجھ پر جمعہ کے دن اس کے اسّی سال کے گناہ بخشے جائیں گے۔[۸۵] حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ پر درود پڑھنا پل صراط پر گزرنے کے وقت نور ہے اور جو شخص جمعہ کے دن اسّی بار مجھ پر درود بھیجے اس کے اسّی سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔[۸۶] حضرت سہل بن عبداللہ سے نقل ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ۔ اسّی بار پڑھے اس کے

سال کے گناہ معاف ہوں گے۸۷ ایک اور روایت میں آخر میں "تسلیماً" کا اضافہ ہے۔۸۸ شفاء القلوب میں اسّی بار پڑھنے کی بجائے ایک سو بار پڑھنے کا ذکر ہے۔۸۹

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے وہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر لاکھ بار درود شریف بھیجتے ہیں اور لاکھ گناہ جھاڑ دیتے ہیں اور جنت میں اس کے ایک لاکھ درجے بلند فرماتے ہیں۔۹۰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن سو بار مجھ پر درود پڑھے، جب وہ قیامت کے دن آئے گا، اس کے ساتھ ایسا نور ہو گا کہ اگر ساری مخلوق میں تقسیم کر دیا جائے تو وہ سب کو حاوی ہو۔۹۱

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جنت میں ایک قبہ عطا کیا ہے جس کی چوڑائی تین سو سال کی مسافت ہے اور اسے کرامت کی ہواؤں نے گھیر رکھا ہے۔ اس قبہ مبارکہ میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے۔ جو حضورؐ کی ذاتِ گرامی پر کثرت سے درود پڑھتے ہیں۔۹۲ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر دن بھر میں پچاس بار درود پاک پڑھے قیامت کے دن میں اس سے مصافحہ کروں گا۔۹۳

جو مومن سو بار درود وسلام پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو سو شہیدوں کے ساتھ جنت میں جگہ دے گا۔۹۴ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیثِ مبارکہ ہے کہ جو شخص مجھ پر روزانہ پانچ سو بار درود پاک پڑھے وہ کبھی محتاج نہ ہو گا۔۹۵ درود وسلام پڑھنے والے کے لیے دو فرشتے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے ان دو فرشتوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔۹۶

حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ہمارا ایک خادم نہایت فاسق وفاجر تھا۔ ہر وقت بُرے کاموں میں مشغول رہتا۔ میں نے اس کے مرنے کے بعد اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ حضورؐ

کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ٹہل رہا ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ اس فاسق و فاجر کو یہ عظمت اور مقام کیسے ملا۔ آپ نے فرمایا یہ میری شفاعت کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ سونے سے پہلے جب بستر پر جاتا تو درود پڑھ لیا کرتا تھا اور سونے سے پہلے ایک ایک ہزار بار درود پڑھا کرتا تھا۔[97] حضرت ابوالحسن بغدادی نے ابن حامد رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد عالم رویا میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھ پر رحم فرمایا پھر ابوالحسن بغدادی نے کہا مجھے بھی کوئی ایسا عمل بتائیں جس کی وجہ سے میں جنتی ہو جاؤں، ابن حامد نے کہا ہزار رکعت نفل پڑھ اور ہر رکعت میں ہزار بار "قُل ہُواللہ احد" پڑھ اور اگر اس کی طاقت نہیں تو ہر رات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزار بار درود پاک پڑھا کر۔[98]

ایک بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگی سفر پر روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر کھانا کھانے لگے۔ تمام صحابہؓ کو فرمایا کہ کسی کے پاس سالن ہے تو لے آؤ تاکہ تمام مل کر کھانا کھالیں۔ تمام صحابہؓ نے عرض کی کہ آج تو کسی کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اتنے میں ایک شہد کی مکھی کان کے پاس گھوں گھوں کرنے لگی۔ صحابہؓ کے پوچھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ ہمارے پاس بہت سا شہد ہے مگر ہم اسکو اٹھا کر نہیں لا سکتیں۔ اس لیے آپ کسی کو ہمارے ساتھ بھیج کر شہد منگالیں۔ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ وہ اس مکھی کے پیچھے جائیں۔ وہ انہیں ایک غار میں لے گئی جہاں بہت بڑا چھتا تھا۔ حضرت علیؓ نے اپنی مرضی کے مطابق شہد لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب میں تقسیم کر دیا۔ وہی مکھی دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر منڈلانے لگی۔ آپ نے صحابہؓ کے پوچھنے پر فرمایا کہ میرے معلوم کرنے پر اس نے شہد تیار کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ کہتی ہے کہ ہم میں سے ایک سردار مکھی ہوتی ہے ہم تمام مکھیاں اس کے حکم سے پھولوں اور پھلوں سے رس چوس کر چھتے میں لاتی رہتی ہیں اور وہ اس پر درود پاک پڑھتی ہے۔ اس درود پاک کی برکت سے

Marfat.com

...م پھلوں اور پھولوں کی تاثیر بدل کر شہد کی مٹھاس میں تبدیل ہو جاتی ہے۔[99]
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ جس بستی والے روزانہ مجھ پر
...بار درود پاک نہ پڑھیں تو اس بستی سے بھاگ جا۔ کیونکہ اس بستی پر عذاب آنے والا ہے۔[100]
...یخ ابن حجر مکیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص صرف "صلی اللہ علیہ" پر اکتفا کرتا تھا۔ "وسلم" نہ لکھتا تھا۔ حضور
...ر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو خواب میں ارشاد فرمایا تو اپنے آپ کو چالیس نیکیوں سے کیوں محروم رکھتا
...ہے۔ یعنی "وسلم" میں چار حرف ہیں اور ہر نیکی پر دس گنا ثواب۔ لہٰذا "وسلم" کی چالیس نیکیاں ہوئیں۔[101]

...رود شریف کثیر تعداد میں پڑھنے کی برکت

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں بعد موت کے کسی نے دیکھا تو پوچھا کہ تمہارے ساتھ اللہ ...الیٰ نے کیا کیا؟ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا ہے۔ ان پانچ درودوں کے سبب ...جو وہ پڑھا کرتے تھے۔ اس درود کو درود خمسہ بھی کہتے ہیں۔[102] جو شخص درود خمسہ پڑھے گا، اسے ...یک ہزار حج اور ایک ہزار عمرے کا ثواب حاصل ہوگا۔ اگر ہر روز ایک ایک بار درود پڑھے تو اسے ...سات نعمتیں حاصل ہوں گی۔ (۱) رزق میں برکت (۲) تمام کام آسان ہونگے۔ (۳) نزع کے وقت ...کلمہ نصیب ہوگا۔ (۴) جان کنی کی سختی سے محفوظ رہے گا۔ (۵) قبر میں وسعت ہوگی۔ (۶) کسی کی ...محتاجی نہ ہوگی۔ (۷) مخلوق خدا میں محبت ہوگی۔[103] مناہج الحسنات میں ابن خاکہانی کی کتاب "فجر منیر" ...سے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ نیک صالح موسیٰ ضریر (نابینا) بھی تھے۔ انہوں نے اپنا گزرا ہوا واقعہ ...مجھ سے نقل کیا ہے کہ ایک جہاز ڈوبنے لگا اور میں اس میں موجود تھا اس وقت مجھ پر غنودگی سی ...طاری ہوئی اور اسی حالت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ کو یہ درود تنجینا کی تعلیم فرمائی۔ ...ور ارشاد فرمایا کہ جہاز والے اس کو ہزار بار پڑھیں — تین سو بار پر نوبت پہنچی تھی کہ جہاز نے ...نجات پائی۔[104] حضرت محی الدین نے فرمایا کہ جو شخص "درود تنجینا" کو صبح و شام دس دس بار پڑھے ...گا اس پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی نازل ہوگی۔ اللہ کے قہر سے نجات ملے گی اور اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اسے برائیوں سے محفوظ رکھے گا۔ اور اس کے غم واندوہ مٹ جائیں گے۔[۱۰۵]

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ سونے سے پہلے چار کام کر لیا کرو۔ سونے سے پہلے قرآن مجید ختم کر لیا کرو اور انبیاء کرام کو اپنے لیے قیامت کے دن کے لیے شفیع بنا ؤ اور مسلمانوں کو اپنے سے راضی کر لو اور ایک حج وعمرہ کر کے سوؤ۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ چار کام میں اس وقت نہیں کر سکتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا جب تو قل ھو اللہ تین بار پڑھ لے گی تو نے گویا قرآنِ کریم ختم کر لیا۔ اور جب تو مجھ سے پہلے نبیوں پر درود پاک پڑھے گی تو ہم سب تیرے لیے قیامت کے دن شفیع ہوں گے اور جب مومنوں کے لیے استغفار کرے گی تو وہ سب تجھ سے راضی ہوں گے اور جب تو تیسرا کلمہ پڑھے گی تو گویا تو نے حج وعمرہ کر لیا۔[۱۰۶]

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دو بال مبارک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بڑی عقیدت ومحبت سے تبرکاً رکھے تھے۔ بسا اوقات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر قرآن پڑھنے کی آواز سنائی دیا کرتی تھی۔ مگر پڑھنے والا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے سخت تعجب کرتے۔ انھوں نے اس پڑھنے والے کے متعلق بڑی تحقیق کی تو آپ اس نتیجے پر پہنچے یہ آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے آرہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر خواب میں فرمایا۔ صدیق رضی اللہ عنہ تمہیں معلوم نہیں کہ جہاں ہمارے بال ہوں وہاں اللہ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور خوش الحانی سے قرآن پڑھتے رہتے ہیں۔[۱۰۷]

حضرت عبدالشکور سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کی تمہید میں لکھا ہے کہ جو مسلمان درود ماہی قبرستان میں پڑھے گا۔ اس قبرستان میں مدفون سارے مردے تیس سال تک عذابِ قبر سے محفوظ ومامون ہو جائیں گے۔ جو شخص درود پاک کو دو بار پڑھ کر بخشے گا اس قبرستان والوں کا چالیس سالہ عذاب ختم کر دیا جائے گا۔ مستقبل چالیس تک جو میت دفن ہوگی۔ عذاب سے محفوظ رہے گی۔ تین بار یہ درود پڑھنے والے کے والدین

بخشے جائیں گے اور چالیس ہزار فرشتے اللہ کی رحمت کا پیغام لاتے رہیں گے[108]

علامہ دمیری نے حیواۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد باوضو ایک پرچے پر محمد رسول احمد رسول اللہ پینتیس بار لکھے اور اس پرچے کو اپنے ساتھ رکھے، اللہ جل شانہ اس کو طاقت پر قوت عطا فرماتا ہے اور اس کی برکت میں مدد فرماتا ہے اور شیاطین کے وساوس سے حفاظت فرماتا ہے اور اگر اس پرچے کو روزانہ طلوع آفتاب کے وقت درود شریف پڑھتے ہوتے غور سے دیکھتا رہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کثرت سے ہوا کرے گی[109]

ایک کاتب کی عادت تھی کہ جب صبح کے وقت کتابت شروع کرتا تو اول ایک بار درود شریف ایک بیاض جو اس غرض سے بنائی تھی، لکھ لیتا۔ اس کے بعد کام شروع کر دیتا۔ جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو غلبۂ آخرت سے خوف زدہ ہو کر کہنے لگا کہ دیکھے وہاں جا کر کیا ہوتا ہے۔ ایک مجذوب آنکلے اور کہنے لگے بابا کیوں گھبراتا ہے۔ وہ بیاض سرکار میں پیش ہے اور اس پر صاد بن رہے ہیں[110]

اصحاب صفہ نے بیان کیا ہے کہ جو شخص یہ درود پڑھ کر اللہ سے ستر بار بخشش مانگے گا۔ اس کی دعائیں قبول ہوں گی اور اسے اولیا اللہ کے درجات ملیں گے جس مال سے زکوٰۃ ادا کر دی جائے اسے آگ نہیں جلاتی۔ جس جسم و زبان سے یہ درود پڑھا جاتے گا اسے آتش دوزخ نہیں جلا سکے گی۔ درود شریف یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ[111]

خلاد بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ پر جب جانکنی کی حالت طاری ہوئی تو اس کے سر کے نیچے سے ایک ٹکڑا کاغذ کا ملا جس پر لکھا ہوا تھا۔ "ھٰذِہٖ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ لِخَلَّادِ بْنِ کَثِیْرٍ" لوگوں نے اس کے گھر والوں سے پوچھا کہ اس کا عمل کیا تھا تو جواب ملا کہ یہ ہر جمعہ کو ہزار بار درود پڑھا کرتے تھے۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ وَسَلِّمْ"[112]

یہاں جمعہ کے بجائے جمعرات اور ہزار کی بجائے دس ہزار درود کا ذکر ہے۔
امام شعرانی طبقات میں لکھتے ہیں کہ عارف باللہ سید ابو المواہب شاذلی رح
دن میں ایک ہزار بار اور رات کو ایک ہزار بار اس طرح درود پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ
عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ [۱۱۲] سیدنا امام شعرانی قدس سرہٗ نے
درود پاک کی کم از کم تعداد کے متعلق فرمایا بعض علماء کا قول ہے کہ کثرت کی کم از کم تعداد
سو بار دن کو اور سات سو بار رات کو روزانہ اور بعض علماء نے فرمایا کہ کثرت کی کم از کم تعداد
سو پچاس بار دن کو اور تین سو پچاس بار رات کو روزانہ ہے [۱۱۳]

ایک بار چند کافر ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ایک سائل آیا اور اس نے ان سے کچھ سوال کیا۔
انہوں نے تمسخر کے طور پر کہہ دیا کہ تم علی رضؓ کے پاس جاؤ، وہ تمہیں کچھ دیں گے۔ جب وہ
سائل حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں تنگ دست ہوں۔ مجھے کچھ دیجیے۔ اس
وقت بظاہر کوئی چیز آپ کے پاس نہ تھی مگر فراست سے جان گئے کہ کافروں نے
تمسخر کے لیے بھیجا ہے۔ آپ نے دس بار درود پاک پڑھ کر سائل کی ہتھیلی پر پھونک
مار کر فرمایا یہ مٹھی ان کے پاس جا کر کھولنا۔ سائل کافروں کے پاس گیا تو انہوں نے
پوچھا کہ تجھے کیا دیا ہے تو اس نے مٹھی کھولی تو سونے کے دیناروں سے بھری ہوئی تھی
یہ دیکھ کر کئی کافر مسلمان ہو گئے [۱۱۴]

حضرت ابو المواہب تیونسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک رات حضور پاک صلی اللہ
علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا تم ایک لاکھ انسانوں کو بخشانا چاہتے
ہو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کیسے ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا
تم نے ایک لاکھ بار درود پڑھا ہے اس کے اجر میں ایک لاکھ انسانوں کی بخشش
کرا سکتے ہو [۱۱۵] ایک شخص نے دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر فقر و فاقہ اور تنگیٔ معاش کی شکایت
کی، تو اس کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو اپنے گھر میں داخل ہو، تو السلام علیکم

کہنا، چاہیے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو۔ پھر مجھ پر سلام عرض کرو "السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ" اور ایک مرتبہ "قل ہو اللہ احد" پڑھ۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کو کھول دیا۔ حتیٰ کہ اس کے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو بھی اس رزق سے پہنچا۔[۱۱۶]

اگر کسی شخص کا کام نہ ہوتا ہو اور مشکلات حل نہ ہوتی ہوں تو سات روز تک کسی نماز کے بعد گیارہ بار درود بھیجے اس کے بعد "تسلیمات سبعہ" کو سات بار پڑھے۔ مشکل حل ہوگی اور حاجت پوری ہوگی۔[۱۱۷] علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے نقل فرمایا کہ جو کوئی درود پاک اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَلَّتْ حِیْلَتِیْ اَدْرِکْنِیْ روزانہ تین سو بار دن رات میں پڑھے اور مصیبتوں اور پریشانیوں کے وقت ایک ہزار بار پڑھے۔ یہ حل مشکلات کے لیے تریاق مجرّب ہے۔[۱۱۸] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہر کام رومی، عیسائیوں کے خلاف کیا کرو۔ وہ اتوار کو اپنے بت خانہ میں جاکر پوجا کیا کرتے تھے۔ میری امت کے لوگوں کو چاہیے کہ اتوار کو نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک بیٹھ کر درود شریف پڑھیں۔ دو نفل ادا کرنے کے بعد تلاوت قرآن کریں۔ پھر سات دفعہ درود پاک پڑھیں۔ اس کلام پاک کا ثواب اپنے لیے، والدین کے لیے اور تمام مومنوں کے لیے طلب کریں۔ اگر کوئی حاجت ضروری ہو تو خدا سے طلب کریں انشاء اللہ پوری ہوگی۔[۱۱۹]

فضائلِ الصّلوٰۃ والسلام میں ہے کہ "اَلصَّلٰوۃُ الْمُشَیْشِیَّۃ" کے پڑھنے سے وہ انوار و برکات حاصل ہوتے ہیں جن کی حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح ربانی حاصل ہوتی ہے اور صدق و اخلاص سے ہمیشہ پڑھنے والے کا سینہ کھل جاتا ہے، کاروبار میں کامیابی ہوتی ہے اور باطنی اور ظاہری کی تمام آفتوں، بلاؤں اور باطنی و ظاہری بیماریوں سے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی حفاظت میں آجاتا ہے اور دشمنوں پر فتح پاتا ہے اور کاروبار میں اللہ تعالیٰ کی تائید سے توفیق دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات اس کے شامل حال رہتی ہیں۔ اس درود شریف کا وظیفہ دو طرح سے ہے۔ (۱) نماز فجر کے بعد ایک مرتبہ اور نمازِ مغرب کے بعد ایک مرتبہ پڑھا جائے۔ (۲) بعد نمازِ فجر ۳ بار، بعد نماز مغرب ۳ بار، بعد نماز عشاء ۳ بار پڑھا جائے۔[۱۲۰]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو تو وہ ہزار مرتبہ پوری توجہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے، انشاء اللہ حاجت پوری ہوگی۔[۱۲۱] "صلوات فتح" چالیس کلمات ہیں۔ یہ مبارک صلوٰۃ ہے اور علماء کے نزدیک مشہور و معروف ہے۔ جس مراد کے لیے پڑھا جائے حاصل ہوگی۔ جو شخص چالیس روز فرض نماز کے بعد پڑھے، اس کی مشکل حل ہو جائے گی اور دشمن پر فتح یاب ہوگا اگر قید میں ہوگا تو حق تعالیٰ اس کو رہائی بخشے گا۔ اس کے خواص بہت زیادہ ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تصور میں دیکھ کر بالمشافہہ ان سے خطاب کرے۔[۱۲۲]

حضرت مجدالدین دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک بوڑھی عورت نے مجھے بتایا کہ اسے جب بھی کوئی حاجت درپیش ہوتی تو وہ اپنا دامن پھیلا کر پانچ سو بار درود پاک پڑھا کرتی تھی تو وہ حاجت پوری ہو جایا کرتی تھی۔[۱۲۳]

اگر کسی کو کوئی مشکل درپیش ہو تو اسے چاہیے کہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کر کے تہجد جس قدر ہو سکے، پڑھے۔ اس کے بعد گیارہ بار درود شریف، گیارہ بار کلمہ طیبہ اور گیارہ بار استغفار پڑھ کر نقشِ نعلین سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع تمام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی میں جس مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل اقدس کو سر پر لیے ہوں۔ ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں۔ الٰہی! اس نسبت غلامی پر نظر فرما کر اس نعل شریف کی برکت سے میری فلاں حاجت پوری فرمائیے۔ مگر خلافِ شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے۔ پھر سر پر سے

Marfat.com

اس کو اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو محبت کے ساتھ بوسہ دے۔ اشعار ذوق و شوق بغرض ازیادِ عشقِ محمدی پڑھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عجیب کیفیت پائے گا۔[۱۲۴] "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ" اس درود کو ایک ہزار بار پڑھنے سے اللہ کی ایک سو رحمت نازل ہوتی ہے۔ جس سے پڑھنے والے کی ہر حاجت پوری ہوتی ہے۔ اس کے غم و اندوہ ختم ہو جاتے ہیں اور لوگ اس سے محبت کرتے لگتے ہیں[۱۲۵]

دل کی مختلف قسم کی بیماریوں کے لیے مندرجہ ذیل درود پاک آزمودہ ہے بعض حضرات کو دل دھڑکنے، دل تڑپنے، دل بڑھنے، دل بیٹھنے، دل ڈوبنے کے کئی قسم کے امراض ہوتے ہیں۔ ان کے لیے یہ درود پاک تین سو پندرہ بار پڑھنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ امراض قلبیہ سے شفا دے گا۔ درود شریف یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَ دَوَائِھَا وَعَافِیَۃِ الْاَبْدَانِ وَشِفَائِھَا وَ نُوْرِ الْاَبْصَارِ وَضِیَائِھَا وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔[۱۲۶]

ایک دن حضرت توکل شاہ صاحب نے فرمایا "ہمارا ہمیشہ کا معمول تھا کہ ہم عشاء کے وقت درود پاک کی دو تسبیح پڑھ کر سوتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن ناغہ ہو گیا۔ ہم نے وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ فرشتے بہت ہی خوش الحانی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھ رہے ہیں اور تعریف کر رہے ہیں اور اسی اثنا فرشتوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اے وضو کرنے والو! دو تسبیح درود پاک کی پڑھ لیا کرو ناغہ نہ کیا کرو۔[۱۲۷] جو شخص مندرجہ ذیل درود شریف گیارہ سو گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرے گا اس پر آگ اثر نہیں کرے گی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الْخَلَائِقِ وَاَفْضَلِ الْبَشَرِ۔[۱۲۸]

زیارت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خواہش میں عدد کی اہمیت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب ترغیب اہل السعادات میں لکھا ہے کہ جو شخص شب جمعہ میں دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور

Marfat.com

گیارہ بار "قل ھو اللہ" پڑھے اور بعد سلام کے سو بار درود پڑھے۔ انشاء اللہ تین جمعے نہ گزرنے پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ وہ درود شریف یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ۔ ۱۲۹

امام قسطلانی کے مطابق جو کوئی نماز عشاء کے بعد درود عبدوسی پڑھ کر سورۃ اخلاص پڑھے اور پھر تین تین بار "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" پڑھ کر کسی سے بات کیے بغیر سو رہے، اسے بے پناہ ثواب ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی ہوگی۔ ۱۳۰ جو شخص دو رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد پچیس[۲۵] بار قل ھو اللہ اور سلام کے بعد یہ درود شریف ہزار بار پڑھے، دولت زیارت نصیب ہوگی۔ وہ درود شریف یہ ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ۱۳۱ بعض اکابر سے روایت ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کی رات تین ہزار بار درود شریف بھیجے تو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریحاً خواب میں زیارت کرے گا۔ ۱۳۲

جو شخص یہ ارادہ کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے، وہ یہ درود پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ جو شخص اس درود شریف کو طاق عدد کے موافق پڑھے گا، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرے گا اور اس پر اس کا بھی اضافہ کرنا چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ۔ ۱۳۳ درود لکھی کو ایک بار پڑھنے سے ایک لاکھ درود پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، اسے پاکیزہ کپڑوں میں اور پاکیزہ مقام پر پڑھنا چاہیے اور پڑھتے پڑھتے سو جانے سے حضورؐ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ ۱۳۴

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے مطابق جو شخص بوقت سونے سے پہلے چند بار اس درود کو پڑھے اسے رویت نصیب ہو۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ وَرَبَّ

Marfat.com

الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِنِّی السَّلَامَ [125] —— حضرت مہدی فالسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جو شخص "درود مستغاث" ستر بار پڑھے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے خواب میں اپنی زیارت سے مشرف فرمائیں گے [126] توحیدی جمعرات کو بعد نماز عشاء باوضو ہو کر "درود تاج" پڑھنا چاہیے اور اسے ستر بار پڑھتا پڑھتا سو جائے۔ انشاء اللہ گیارھویں رات کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہو گی۔ دل کی صفائی کے لیے بعد از نماز فجر سات بار پڑھنا چاہیے۔ بعد از نماز عصر تین بار اور عشاء کے وتروں کے تین بار پڑھنا چاہیے۔ اس درود پاک کی برکت سے طاعون جیسی وبائیں اور آسیب کے اثرات دور ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی بیمار پر پڑھ کر زیادہ بار پھونکا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے شفا دیتا ہے [127]

بعض بزرگوں کا بیان ہے کہ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تمنا ہو، عشاء کے وقت دو رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں سورۃ الحمد کے بعد تین تین بار سورۃ قل ہو اللہ پڑھے۔ پھر عشاء کی نماز پڑھ کے کسی سے بات نہ کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ الحمد کے بعد سات سات بار سورۃ قل ہو اللہ اور درود شریف پڑھے اور سجدے میں سات سات بار استغفار اور درود اور تیسرا کلمہ پڑھے۔ اس کے بعد بیٹھے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ کہے "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَهُمَا یَا اِلٰهَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ" —— پھر پاک بچھونے پر داہنی کروٹ قبلہ رخ سو رہے اور جب تک اس کو نیند نہ آئے، برابر درود پڑھتا رہے۔ پہلی رات میں اس کو زیارت نصیب ہو گی اگر نہ ہو تو دوسری یا تیسری میں، زیادہ سے زیادہ ہفتے تک ان شاء اللہ ضرور زیارت سے مشرف ہو گا۔ [128]

Marfat.com

درودِ پاک پڑھنے میں عدد کی اہمیت

ایک شخص سلطان محمود غزنوی کے پاس آیا اور بتایا کہ میری شدید خواہش تھی کہ مجھے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو اور میں اپنے دل کا غم ان سے عرض کروں ایک دن میری قسمت کا ستارہ چمکا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت مجھے حاصل ہوئی۔ میں نے ان سے عرض کی کہ مجھ پر ہزار درہم قرض ہے اور ادا کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی کے پاس جا کر یہ رقم لے لو۔ بطور نشانی اسے کہنا کہ پہلی رات جب تو سونے لگتا ہے تو مجھ پر تیس ہزار بار درود بھیجتا ہے اور اخیر شب جب تو بیدار ہوتا ہے تو اس وقت بھی تیس ہزار درود بھیجتا ہے۔ جب سلطان محمود غزنوی نے سنا تو وہ رونے لگا اور اس خواب کی تصدیق کی اور اس کا قرضہ ادا کر دیا۔ درباریوں نے حیران ہو کر کہا اے سلطان اس شخص نے ناممکن بات کی اور آپ نے تصدیق کر دی۔ اگر کوئی شخص پوری مشقت اور کوشش سے رات اور دن کی تمام گھڑیوں اور اوقات کو صرف کر دے تو بھی ساٹھ ہزار درود شریف بھیجنا مشکل ہے۔ حالانکہ ہم نے آپ کو کبھی درود شریف پڑھتے نہیں دیکھا۔ سلطان محمود غزنوی نے کہا کہ میں نے علماء سے سنا ہے کہ جو کوئی یہ درود پڑھے تو دس ہزار درود شریف بھیجنے کی طرح ہے۔ میں تین مرتبہ اوّل رات اور تین مرتبہ آخر رات پڑھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ میں نے ساٹھ ہزار بار پڑھا ہے۔ اب یہ آدمی جو پیغام لایا ہے تو رونا اس خوشی کی وجہ سے ہے کہ علماء کا کہنا سچ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ ہونے کی گواہی دے دی۔ درود شریف یہ ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ الْعَصْرَانِ وَکَرَّ الْجَدِیْدَانِ وَاسْتَقَلَّ الْفَرْقَدَانِ وَبَلِّغْ رُوْحَہٗ وَاَرْوَاحَ اَھْلِ بَیْتِہٖ مِنَّا التَّحِیَّۃَ وَالسَّلَامَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ

Marfat.com

كَثِيْرًا ۱۳۹

یہ درود پاک پڑھنے سے دس ہزار درود پاک کا ثواب ملتا ہے۔ اس بات کی بشارت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَعَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ ۱۴۰

یہ درود ایک بار پڑھنے سے ستر ہزار مرتبہ درود پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس درود کو "صلوٰۃ کمالیہ" بھی کہتے ہیں۔ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْکَامِلِ وَعَلٰی آلِہٖ کَمَا لَا نِہَایَۃَ لِکَمَالِکَ وَعَدَدَ کَمَالِہٖ ۱۴۱

اگر صلوٰۃ النور الذاتی کو ایک بار پڑھا جائے تو ایک لاکھ بار درود شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ درود شریف یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النُّوْرِ الذَّاتِیِّ السَّارِیْ فِیْ جَمِیْعِ الْآثَارِ وَالْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ ۱۴۲

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس درود شریف کو ایک بار پڑھا جائے تو لاکھ بار درود شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس درود کو "صلوٰۃ السعادۃ" بھی کہتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا فِیْ عِلْمِ اللّٰہِ صَلٰوۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِ مُلْکِ اللّٰہِ ۱۴۳

حضرت قبلہ الحاج پیر غوث محمد صاحب چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کی بیاض میں یہ درود پاک پایا گیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِائَۃَ اَلْفِ مَرَّۃٍ

ترجمہ:۔ یا اللہ ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر ذرہ کی گنتی کے مطابق (ایک لاکھ ضرب ایک ہزار) یعنی دس کروڑ بار درود بھیج ۱۴۴

ذخیرۃ المذکرین میں وارد ہے کہ صلحائے امت میں سے ایک شخص موسم بہار میں صحرا کی طرف نکلا اور اس نے سرسبز درختوں اور پھولوں اور کلیوں کا مشاہدہ کیا تو یہ

درود پڑھا۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اے درود بھیجنے والے ان کلمات کا ثواب لکھنے کی وجہ سے تو نے کراماً کاتبین کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔ اور حد سے زیادہ درجات کا مستحق ٹھہرایا گیا اور کہا کہ نئے سرے سے نئے اعمال بجا لاؤ کیونکہ تمہاری ساری برائیوں کو بخش دیا گیا ہے۔ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ وَرَقِ ھٰذِہِ الْاَشْجَارِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ الْوَرْدِ وَالْاَنْوَارِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ رَمْلِ الْقِفَارِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ دَوَآبِّ الْبَرَارِیْ وَالْبِحَارِ

ترجمہ:۔ اے اللہ درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان درختوں کے پتوں کے شمار کے برابر، اور درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پھولوں اور کلیوں کے شمار کے برابر، اور درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بارش کے قطروں کے برابر، اور درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، بیابان کی ریت کے شمار کے مطابق، اور درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خشکیوں اور سمندروں کے جانداروں کے شمار کے مطابق۔ ۱۴۵

کثرتِ درود

ایک شخص کے ذمہ پانچ صد درہم قرضہ تھا مگر حالات ایسے تھے کہ وہ قرضہ ادا نہیں کر سکتا تھا۔ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم رویا میں دیدار نصیب ہوا۔ اور اپنی پریشانی کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے امتی کی پریشانی کی کہانی سن کر فرمایا "تم ابوالحسن کیسائی کے پاس جاؤ اور میری طرف سے اسے کہو کہ وہ تمہیں پانچ سو درہم دے وہ نیشاپور میں ایک سخی مرد ہے۔ ہر سال دس ہزار غریبوں کو کپڑے دیتا ہے اور اگر وہ کوئی نشانی طلب کرے تو کہہ دینا کہ تم ہر روز دربارِ رسالت میں سو بار درود پاک کا تحفہ حاضر کرتے ہو مگر کل تم نے درود پاک نہیں پڑھا۔" وہ شخص بیدار ہوا۔

اور ابوالحسن کیسائی کے پاس پہنچ گیا اور اپنا حال زار بیان کیا تو اس نے کوئی توجہ نہ دی مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا اور نشانی بتائی تو ابوالحسن سنتے ہی تخت سے زمین پر گر پڑا اور سجدۂ شکر بجالایا اور پھر کہا اے بھائی یہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راز تھا کوئی دوسرا اس راز سے واقف نہ تھا۔ واقعی کل میں درود پاک پڑھنے سے محروم رہا تھا۔ اسے دو ہزار پانچ سو درہم دے کر کہا ایک ہزار درہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام لانے کے اور ایک ہزار درہم یہاں تشریف لانے کے اور پانچ سو درہم سرکار کے حکم کی تعمیل ہے اور اگر آئندہ کبھی کوئی ضرورت پیش آئے تو میرے پاس تشریف لائیں[۱۴۶] حافظ ابو نعیم حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ باہر جا رہا تھا۔ میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ جب وہ قدم اٹھاتا ہے یا رکھتا ہے تو درود شریف پڑھتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کسی علمی دلیل سے تیرا یہ عمل ہے یا محض اپنی رائے سے تو ایسے پڑھتا ہے۔ اس نے کہا۔ میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ میری ماں وہیں فوت ہو گئی۔ اس کا منہ کالا ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول گیا جس سے مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ کوئی بہت بڑا گناہ ہوا ہے۔ اس سے میں نے اللہ جل شانہٗ کی طرف دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ یعنی حجاز سے ایک ابر آیا اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس سے ورم بالکل جاتا رہا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں کہ میری اور میری ماں کی مصیبت کو آپ نے دور کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تیرا نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ میں نے عرض کی مجھے کوئی وصیت کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی قدم رکھا کرے یا اٹھایا کرے تو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھا کر[۱۴۷]

قرآن پاک اور احادیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں عدد کی اہمیت

Marfat.com

مسلّم ہے ۔ خاص طور پر درود وسلام کے حوالے مختلف صیغے ایک خاص تعداد میں پڑھنے کے فوائد اور برکات بتائے گئے ہیں ۔ چنانچہ جب شعرائے کرام نے اپنی طبع موزوں سے مدحتِ مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والثنا) کا کام لیا تو درود وسلام پیش کرنے کی حالت میں مختلف اعداد کا سہارا لیا ۔ اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی نے "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کہا تو ان کے تتبع میں بہت سے مدحت گرانِ سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "لاکھوں سلام" پیش کیے ——— اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ "صلوٰۃ النور الذاتی" ایک بار پڑھا جائے تو ایک لاکھ بار درودِ پاک پڑھنے کا ثواب ملتا ہے[۱۴۸] اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ "صلوٰۃ السعادۃ" کو ایک بار پڑھنے سے چھ لاکھ بار درود شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے یوں "لاکھوں سلام" بارگاہِ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرنے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے ۔

حواشی :-

(۱) ۷۴ : ۳۰ (۲) واجد رضوی، سید ۔ القرآن (احمد دیدات کی تالیف سے ماخوذ) (۳) محمد شریف، چوہدری ۔ اعداد القرآن، تاشرانِ قرآن لمیٹڈ، لاہور (۴) البقرہ ۔ ۲۵۵ (۵) الطلاق ۱۲ / ریاض احمد انجم، کیپٹن، قرآن اور آثارِ کائنات ۔ ص ۱۵۰ (۶) مومنون : ۱۴ / غلام جیلانی برق، ڈاکٹر ۔ دو قرآن ۔ ص ۹۲ (۷) حٰم سجدہ : ۹ ۔ ۱۲ (۹) کہف : ۲۵، ۲۶ / غلام جیلانی برق، ڈاکٹر ۔ معجم القرآن ص ۹۸ (۱۰) کہف : ۱۰۹ (۱۱) النور : ۴۵ (۱۲) البقرہ : ۲۵۹ (۱۳) البقرہ : ۲۸۲ / محمد رفیق چوہدری ۔ حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے ۔ ص ۵۶ (۱۴) سورۃ القدر (۱۵) التوبہ : ۳۶ (۱۶) دو قرآن ۔ ص ۲۰۵، ۲۰۶ (۱۷) عبدالحکیم، حکیم قاضی محمد ۔ احادیثِ مبارکہ ۔ ص ۳ / شاہنواز، سید (مترجم) حدیثِ قدسی ۔ ص ۱۴۲ (۱۸) محدث ہزاروی ۔ مواہب البنویہ ص ۴۳ (۱۹) بیہقی، امام ۔ ترجمہ مختصر شعب الایمان ۔ ص ۲۰ (۲۰) عبدالغفار حسن عمرپوری، مولانا ۔ انتخابِ حدیث ۔ ص ۵۸ (۲۱) افتخار احمد بلخی ۔ جواہر رسالت ۔ ص ۵۶

Marfat.com

(۲۲) صاحبِ دل، حدیث دلبر۔ ص ۸۹، ۹۰ (۲۳) غلام سرور، حکیم مولوی۔ احادیث اربعین فی شانِ انیس الغریبین۔ ص ۱ (۲۴) حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے۔ ص ۲۵ (۲۵) انتخاب حدیث۔ ص ۷۲ (۲۶) ترجمہ مختصر شعب الایمان۔ ص ۹۱ / تبلیغی نصاب (باب فضائلِ درود شریف) ص ۹۲، ۹۳ [اب تبلیغی نصاب "فضائلِ اعمال" یا دیگر ناموں سے یوں بھی شائع کیا جارہا ہے کہ اس میں فضائلِ درود شریف کا باب حذف کر دیا گیا ہے] (۲۷) جواہرِ رسالت۔ ص ۱۱۶ / انتخاب حدیث۔ ص ۵۹، ۶۰ (۲۸) انتخابِ حدیث۔ ص ۸۷، ۸۸ / جواہرِ رسالت۔ ص ۶۴، ۶۵، ۶۶ (۲۹) احادیثِ مبارکہ۔ ص ۵ (۳۰) حدیثِ دلبر۔ ص ۹۱ (۳۱) احادیثِ اربعین فی شانِ انیس الغریبین۔ ص ۲۷ (۳۲) حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے۔ ص ۳۵ (۳۳) ایضاً۔ ص ۳۷ (۳۴) ترجمہ مختصر شعب الایمان۔ ص ۴۳ (۳۵) جواہرِ رسالت ص ۸۱ / حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے۔ ص ۱۵ (۳۶) حدیث قدسی۔ ص ۱۴۴ (۳۷) حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے۔ ص ۲۹، ۳۰ (۳۸) احادیثِ مبارکہ۔ ص ۵ (۳۹) ترجمہ مختصر شعب الایمان۔ ص ۷۶ / انتخابِ حدیث۔ ص ۷۹ (۴۰) انتخاب حدیث ص ۸۶ (۴۱) جواہرِ رسالت۔ ص ۱۳۵، ۱۳۶ (۴۲) احادیثِ مبارکہ۔ ص ۸، ۹ (۴۳) حدیثِ دلبر۔ ص ۷۲ (۴۴) انتخاب حدیث۔ ص ۹۵ (۴۵) تبلیغی نصاب۔ باب چہارم ص ۵۲ / جواہرِ رسالت۔ ص ۱۰۴ (۴۶) حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے۔ ص ۲۴ (۴۷) احادیث مبارکہ۔ ص ۲۰ (۴۸) ترجمہ شعب الایمان۔ ص ۸۸، ۸۹ (۴۹) احادیثِ مبارکہ ص ۱۴۔۱۵ (۵۰) انتخاب حدیث۔ ص ۱۰۹ (۵۱) حدیثِ قدسی۔ ص ۱۴۷، ۱۴۸ (۵۲) جواہرِ رسالت۔ ص ۱۱۱۔۱۱۲ / احادیث مبارکہ۔ ص ۲۴ / ترجمہ مختصر شعب الایمان۔ ص ۹۷ (۵۳) انتخابِ حدیث۔ ص ۷۵ (۵۴) حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے۔ ص ۴۵ (۵۵) حدیث قدسی۔ ص ۱۵۰ (۵۶) ترجمہ مختصر شعب الایمان۔ ص ۴۲ (۵۷) انتخابِ حدیث۔ ص ۲۱۱ (۵۸) حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے۔ ص ۴۷ (۵۹) مختصر شعب الایمان

Marfat.com

ص ۔۱۰۴ (۶۰) حدیث قدسی ۔ ص ۱۵۱، ۱۵۲ (۶۱) تبلیغی نصاب، باب فضائل درود شریف ۔ ص ۱۰ / محمد ہاشم، سید ۔ فضائلِ درود و سلام ۔ ص ۶۴ / محمد سعید شبلی ۔ فضائل الصلوٰۃ والسلام ۔ ص ۱۸ / محمد امین، مفتی ۔ آبِ کوثر ۔ ص ۸ / مفتی عنایت احمد کاکوروی فضائل درود و سلام ۔ ص ۱۶ / محمد برکت علی لودھیانوی، ابوانیس محمد ۔ یصلون علی النبیؐ ص ۱۳۴، ۱۳۵ (۶۲) محمد برکت علی ۔ یصلون علی النبیؐ ۔ ص ۵ / محمد نبی بخش ۔ شفاء القلوب ص ۱۵۱ (۶۳) محمد امین ۔ آبِ کوثر ۔ ص ۷۱ (۶۴) محمد عاشق الٰہی ۔ تبلیغی نصاب ۔ باب فضائلِ درود شریف ۔ ص ۱۳ / محمد برکت علی ۔ یصلون علی النبیؐ ۔ ص ۱۰۱ / عنایت احمد کاکوروی، مفتی ۔ ص ۱۷ / محمد ہاشم، سید ۔ فضائل درود و سلام ۔ ص ۶۵ (۶۵) محمد اشرف علی ۔ زاد السعید ۔ ص ۸ / محمد امین، مفتی ۔ آبِ کوثر ۔ ص ۱۱ ۔ (۶۶) محمد برکت علی ۔ یصلون علی النبیؐ ۔ ص ۶ / محمد ہاشم، سید ۔ فضائل درود و سلام ۔ ص ۶۹ / آبِ کوثر ۔ ص ۳۳ (۶۷) یصلون علی النبیؐ ۔ ص ۱۰۱ / محمد ہاشم، سید ۔ فضائل درود و سلام ۔ ص ۶۸ / آبِ کوثر ص ۴۴ (۶۸) یصلون علی النبی ۔ ص ۱۱۰، ۱۱۱ (۶۹) محمد نبی بخش ۔ شفاء القلوب ص ۔۱۶۵ (۷۰) شفاء القلوب ۔ ص ۱۶۷ (۷۱) محمد سعید شبلی ۔ فضائل الصلوٰۃ والسلام ص ۲۱ / شفاء القلوب ۔ ص ۱۵۶ ۔ (۷۲) محمد سعید شبلی ۔ فضائل الصلوٰۃ والسلام ۔ ص ۲۴ (۷۳) تبلیغی نصاب ۔ باب فضائلِ درود شریف ۔ ص ۹۱ / زاد السعید ۔ ص ۱۸ ۔ شفاء القلوب ص ۱۹۱، ۱۹۲ (۷۴) آبِ کوثر ۔ ص ۴۰ / شفاء القلوب ۔ ص ۲۲۶ / یصلون علی النبی ۔ ص ۱۰۴ (۷۵) یصلون علی النبیؐ ۔ ص ۸۱، ۸۲ (۷۶) عنایت احمد کاکوروی ۔ فضائلِ درود و سلام ۔ ص ۴۶ (۷۷) یصلون علی النبی ۔ ص ۱۹ / محمد ہاشم، سید، فضائلِ درود و سلام ۔ ص ۱۶ / آب کوثر ۔ ص ۔ ۴۱ (۷۸) زاد السعید ۔ ص ۱۸ / تبلیغی نصاب ۔ فضائلِ درود شریف ۔ ص ۹۱ / عنایت احمد کاکوروی ۔ فضائل درود و سلام ۔ ص ۳۰ (۷۹) اشرف علی، مولانا ۔ زاد السعید ص ۱۰ / یصلون علی النبی ۔ ص ۵۶ / آبِ کوثر ۔ ص ۴۰ / محمد ہاشم، سید ۔ فضائل درود

Marfat.com

سلام - ص ۹۶، (۸۰) شفاء القلوب - ص ۱۵۶ (۸۱) محمد ہاشم، سید
فضائلِ درود و سلام ص ۱۱۳ (۸۲) شفاء القلوب ص ۲۳۶، ۲۳۷/ تبلیغی نصاب باب فضائلِ درود شریف ص ۴۲
(۸۳) تبلیغی نصاب، باب فضائل درود شریف ص ۱۵/ عنایت احمد
کاکوروی - فضائل درود و سلام ص ۲۲/ زاد السعید - ص - ۱۰
(۸۴) تبلیغی نصاب - باب فضائل درود شریف - ص - ۱۵ —
(۸۵) آبِ کوثر ص ۱۵۱، ۱۵۲ عنایت احمد کاکوروی - فضائل درود و سلام ص ۲۶
(۸۶) یصلون علی النبی - ص ۱۲۷ / تبلیغی نصاب - باب فضائلِ درود شریف
ص ۳۹ (۸۷) تبلیغی نصاب - ص ۴۰ - (۸۸) محمد سعید شبلی - فضائلِ الصلوٰۃ والسلام
ص ۲۴ / آبِ کوثر - ص ۶۷ (۸۹) شفاء القلوب - ص ۱۹۰ (۹۰) یصلون علی النبی - ص ۱۲۴
(۹۱) یصلون علی النبی - ص ۱۲۷ - آبِ کوثر - ص ۶۵ (۹۲) آبِ کوثر - ص ۵۷ (۹۳) آبِ
کوثر - ص ۵۶ / محمد سعید شبلی - ص ۲۰ - (۹۴) محمد سعید شبلی - فضائلِ الصلوٰۃ والسلام ص ۲۳
(۹۵) آبِ کوثر - ص ۲۴۳ (۹۶) محمد سعید شبلی - فضائل الصلوٰۃ والسلام - ص ۲۳ (۹۷) شفاء
القلوب - ص ۲۳۷، ۲۳۸ / آبِ کوثر - ص ۱۸۱، ۱۸۲ (۹۸) یصلون علی النبی - ص
۱۶۴، ۱۶۵ / آبِ کوثر - ص ۱۵۸، ۱۵۹ / تبلیغی نصاب - ص ۹۳ (۹۹) شفاء القلوب
ص ۲۳۶ / آبِ کوثر - ص ۱۷۸، ۱۷۹ (۱۰۰) آبِ کوثر - ص ۷۹ (۱۰۱) مولانا اشرف علی
تھانوی - زاد السعید - ص ۲۲ - تبلیغی نصاب - باب فضائل درود شریف - ص ۸۷ /
عنایت احمد کاکوروی - فضائلِ درود و سلام - ص ۲۲ (۱۰۲) عنایت احمد کاکوروی - فضائل درود و
سلام - ص ۲۹، ۳۰ / زاد السعید - ص ۱۷ / تبلیغی نصاب - باب فضائل درود شریف
ص ۹۱ (۱۰۳) شفاء القلوب - ص ۲۸۵، ۲۸۶ (۱۰۴) محمد سعید شبلی - فضائل الصلوٰۃ والسلام
ص ۳۷، ۳۸ / آبِ کوثر - ص ۱۳۲ / تبلیغی نصاب، باب فضائل درود شریف ص ۸۹ /
زاد السعید - ص ۱۵ / یصلون علی النبی - ص ۱۴۲، ۱۴۳ / محمد عنایت احمد کاکوروی، فضائلِ

Marfat.com

درود وسلام - ص ۳۱، ۳۲ / شفاء القلوب - ص ۱۹۲، ۱۹۳ - (۱۰۵) شفاء القلوب - ص ۱۹۴
(۱۰۶) آبِ کوثر - ص ۸۴ (۱۰۷) شفاء القلوب ص ۲۵۲ (۱۰۸) ایضاً (۱۰۹) تبلیغی نصاب، باب
فضائلِ درود شریف - ص ۵۱ (۱۱۰) زاد السعید - ص ۱۶، ۱۷ (۱۱۱) شفاء القلوب - ص ۱۹۹
(۱۱۲) فضائل الصلوٰة والسلام - ص ۱۲ (۱۱۳) آبِ کوثر - ص ۱۱۱ (۱۱۴) آبِ کوثر - ص ۱۲۲، ۱۲۳/
شفاء القلوب - ص ۲۷۳ (۱۱۵) شفاء القلوب - ص ۱۱۱ (۱۱۶) آبِ کوثر - ص ۵۵ (۱۱۷)
یصلّون علی النبی ﷺ - ص ۱۴۵ (۱۱۸) آبِ کوثر - ص ۱۰۴ (۱۱۹) شفاء القلوب - ص ۲۹ -
(۱۲۰) فضائل الصلوٰة والسلام - ص ۱۵۲، ۱۵۳ (۱۲۳) شفاء القلوب - ص ۲۷۰ (۱۲۴) زاد السعید
ص ۴۶ (۱۲۵) شفاء القلوب - ص ۱۹۲ (۱۲۶) ایضاً ص ۲۶۰ (۱۲۷) آبِ کوثر ص ۱۵۸
(۱۲۸) شفاء القلوب - ص ۲۲۱ (۱۲۹) زاد السعید - ص ۱۲، ۱۳ / فضائل درود وسلام (از مفتی
عنایت احمد کاکوروی) ص ۳۵ / تبلیغی نصاب، باب فضائلِ درود شریف - ص ۴۹ (۱۳۰)
شفاء القلوب - ص ۲۷ (۱۳۱) زاد السعید - ص ۱۳ - فضائل درود وسلام (کاکوروی) ص ۴۰ /
یصلّون علی النبی ﷺ - ص ۱۳۱ / شفاء القلوب - ص ۲۷۶، ۲۷۷ (۱۳۲) یصلّون علی النبی ﷺ - ص ۱۳۲
(۱۳۳) تبلیغی نصاب - ص ۴۹ (۱۳۴) شفاء القلوب - ص ۲۸۴ (۱۳۵) فضائل درود وسلام
(کاکوروی) ص ۳۵ (۱۳۶) شفاء القلوب - ص ۲۶۶، ۲۶۷ (۱۳۷) شفاء القلوب ص ۲۵۴
(۱۳۸) فضائلِ درود وسلام (کاکوروی) ص ۴۱، ۴۲ (۱۳۹) یصلّون علی النبی ﷺ ص ۱۳۷ - ۱۴۱
(۱۴۰) شفاء القلوب - ص ۲۴۸ (۱۴۱) درود شریف کے فوائد - ص ۴۳ [یہ کتاب محترم
فیاض حسین چشتی نظامی نے مرتب اور شائع کی لیکن احباب کے کافی اصرار کے باوجود
اس پر اپنا نام نہیں لکھا] / فضائل الصلوٰة والسلام (محمد سعید شبلی) ص ۶۴ (۱۴۲) فضائل
الصلوٰة والسلام (شبلی) ص ۴۳ / درود شریف کے فوائد، ص ۳۸، ۳۹ (۱۴۳) فضائلِ الصلوٰة
والسلام - ص ۴۴ / درود شریف کے فوائد - ص ۳۹، ۴۰ (۱۴۴) درود شریف کے فوائد -
ص ۴۱ / فضائل الصلوٰة والسلام - ص ۴۵ (۱۴۵) یصلّون علی النبی ﷺ - ص ۱۳۶، ۱۳۷

Marfat.com

(۱۴۶) آبِ کوثر۔ ص ۱۱۷، ۱۱۸ (۱۴۷) تبلیغی نصاب۔ باب فضائل درود شریف۔ ص ۱۱۲۔
(۱۴۸) فضائل صلوٰۃ والسلام (محمد سعید شبلی) ص ۴۳ / درود شریف کے فوائد۔ ص ۳۸، ۳۹
(۱۴۹) ایضاً۔ ص ۴۴ / ایضاً۔ ص ۳۹، ۴۰۔

Marfat.com

بلغ العلی بکماله
کشف الدجی بجماله
حسنت جمیع خصاله
صلوا علیه وآله
صلی الله علیه وآله وسلم
١٤١٠

Marfat.com

درود شریف ــــ کس کس کی سُنّت

سورۃ احزاب کی اس آیۂ کریمہ کو بار بار دُہرانے سے اور اس میں موجود حکم کی تعمیل کرنے اور دوسروں کو اس کی تعمیل پر راغب کرنے سے اہلِ ایمان کے درجات بلند ہو سکتے ہیں، اس لیے ہم اسے مضمون کے آغاز میں نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ہ (بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور سلام بھیجو جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے)

اس آیۂ کریمہ میں یہ حقیقت پہلے واضح کر دی گئی ہے کہ خالق و مالکِ حقیقی جلّ شانہٗ اور اس کے جلیل القدر اور مقرب فرشتے حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ حقیقت کے اس اظہار و اعلان کے بعد اہلِ ایمان کو ہدایت دی گئی، انہیں حکم دیا گیا کہ وہ بھی اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء پر درود بھیجیں اور درود کے ساتھ ساتھ خوب خوب سلام بھی بھیجیں۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس احساسِ تفاخر سے بھی مملو رہیں کہ اس کام میں تعمیلِ حکم اور تکمیلِ فرض کے ساتھ وہ اللہ کریم اور اس کے فرشتوں کی سنّت پر بھی عمل کر رہے ہیں۔ چنانچہ

درود پاک پڑھنے کی سعادت سے بہرہ ور ہونا اللہ تعالیٰ اور ملائکہ مقربین کی سُنّت پر عامل ہونا بھی ہے۔

فرشتے ایسی مخلوق ہیں جس پر ایمان لانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس مخلوق کی فضیلت یہ ہے کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک بھیجتے رہتے ہیں اور تا قیامت ایسا کرتے رہیں گے۔ درود شریف پڑھنے والے انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ ان فرشتوں کی سُنّت پر بھی عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس لیے ان پر فرشتوں کی طرف سے محبّت و شفقت کا یہ عالم ہے کہ "ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کے چاروں مقرب فرشتے حاضر ہوئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) اگر آپ پر کوئی دس بار درود پاک پڑھے گا تو میں اسے پل صراط سے بجلی کی تیزی سے گزار دوں گا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام نے آگے بڑھ کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) ایسے شخص کو میں آبِ کوثر پر پہنچا کر سیراب کروں گا۔ حضرت اسرافیل کہنے لگے۔ میں بارگاہِ ربّ العزت میں اس وقت تک پڑا رہوں گا جب تک وہ بخشا نہیں جاتا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ میں اس کی روح اتنی آسانی سے قبض کروں گا جس طرح انبیاء علیہم السلام کی روح قبض کی جاتی ہے۔!

حضرت جبرئیل علیہ السلام وہ جلیل القدر فرشتے ہیں جن کو سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آنے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک روز حضرت جبرئیل نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے پیدا کیا تو دس ہزار سال تک یہ پتا نہ چل سکا کہ میں کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہوں اور میں کیا ہوں۔ دس ہزار برس کے بعد ندا آئی کہ "اے جبریل!" تب مجھے معلوم ہوا کہ

Marfat.com

کہ میرا نام جبرئیل ہے۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ"۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ میری تقدیس بیان کرو۔ میں نے دس ہزار برس یہ کیا۔ پھر حکم ہوا کہ میری بزرگی بیان کرو۔ دس ہزار برس تک بزرگی بیان کرتا رہا۔ اس کے بعد مجھ پر انوارِ عرش ظاہر ہوئے۔ عرش پر "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" لکھا ہوا دیکھا۔ میں نے دریافت کیا اے باری تعالیٰ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ ارشاد ہوا اے جبرئیل ؑ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھ کو پیدا نہ کرتا بلکہ نہ جنت پیدا کرتا اور نہ دوزخ ، نہ چاند نہ سورج۔ اے جبرئیل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔ چنانچہ دس ہزار برس تک حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا رہا۔ [۳]

درود خوانی جہاں قرآن مجید کی رُو سے سنّت خداوندی ہے اور سنّت ملائکہ ہے، وہاں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی سُنّت ہے۔ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کے بارے میں کتابوں میں یہ حقیقت مرقوم ہے کہ وہ سیّد ولد آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتے تھے۔ شفاء القلوب، معارج النبوت، زاد السعید تبلیغی نصاب، آبِ کوثر اور دوسری کتابوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام کے نکاح میں درود شریف کو حق مہر قرار دیا۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام نے دس بار درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح حضرت حوّا کے ساتھ کر دیا۔ بعض کتابوں میں درود شریف کی تعداد تین یا بیس مرتبہ ہے[۵]۔ ایک کتاب میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حق مہر میں سو مرتبہ درود شریف پڑھا[۶]۔

حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ بہت سی کتابوں میں مختلف حوالوں کے ساتھ مندرج ہے کہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ "جذب القلوب" میں شیخ محقق حضرت شیخ عبد الحق

Marfat.com

محدث زاہدیؒ نے اور دوسری کئی کتابوں میں دوسرے بزرگوں نے نقل کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! اگر دنیا میں میری تعریف کرنے والے نہ رہیں تو ایک قطرہ بارش کا آسمان سے نہ بھیجوں اور ایک دانہ سبزی کا زمین سے نہ اُگاؤں۔ اسی طرح بہت سی چیزیں ذکر کیں۔ یہاں تک کہ فرمایا اے موسیٰ کیا تم چاہتے ہو (کہ میں) تم سے قریب ہو جاؤں۔ جیسا کہ تمہارا کلام تمہاری زبان سے قریب ہے یا جس طرح کہ وسوسہ تمہارے قلب کا تمہارے دل سے اور تمہاری روح تمہارے بدن سے اور تمہاری روشنی چشم تمہاری آنکھ سے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب، میں یہی چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھا کرو تب تمہیں یہی نسبت حاصل ہو جائے گی"۔ جب حضرت موسیٰ ؑ کو خدا نے کہا کہ میرا قرب حاصل کرنے کا طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھنا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ پروردگار محمد ﷺ کون ہیں جن پر درود پاک بھیجنے کے بغیر مجھے تیری قربت نصیب نہیں ہو سکتی اور جس کے وسیلہ کے بغیر تیرے نزدیک نہیں آیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! اگر میرا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی امت نہ ہوتے تو نہ میں بہشت پیدا کرتا نہ دوزخ، نہ آفتاب روشن ہوتا نہ مہتاب، نہ دن پیدا کرتا نہ رات، نہ کوئی ملک مقرب ہوتا نہ کوئی نبیٔ مرسل۔ موسیٰ! نہ تم ہوتے۔ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہ کرتے اور اس پر درود نہ بھیجتے تو تمہیں بھی آتش دوزخ میں جانا ہوتا۔ اگرچہ ابراہیم خلیل اللہ ہی کیوں نہ ہوتے، میرے محبوب کی نبوت کے اقرار کے بغیر بخشش کے حق دار نہ ہوتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے اللہ! میں تیرے محبوب کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں اور ان پر درود بھیجتا ہوں لیکن مجھے یہ دریافت کرنے کی اجازت ہونی چاہیے کہ کیا میں آپ کا زیادہ دوست ہوں یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ تم میرے کلیم ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حبیب ہیں۔ حبیب

Marfat.com

کلیم سے زیادہ محبوب ہوا کرتا ہے۔[۸] امام محمد الغزالیؒ لکھتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری زبان پر تمہارے کلام سے، تمہارے دل میں خیالات سے، تمہارے بدن میں تمہاری روح سے، تمہاری آنکھوں میں نورِ بصارت سے اور تمہارے کانوں میں قوتِ سماعت سے زیادہ قریب رہوں تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجو۔ الصلوٰۃ والسّلام علیک یارسول اللہ"[۹]

شفاء القلوب میں لکھا ہے کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُمتِ محمدیہ کی فضیلت کو دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھنے لگے"[۱۰]

"مسالک الحنفاء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی، "اے موسیٰ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو قیامت کے دن پیاس نہ لگے" عرض کہ ہاں یا اللہ! تو ارشادِ باری ہوا۔ اے پیارے کلیم میرے حبیبؐ پر درود پاک کی کثرت کر۔"[۱۱]

شفاء القلوب میں ہے "حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو فرعونیوں کے ظلم و ستم سے بچا کر دریائے نیل کے کنارے پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو مار کر دریائے نیل کو حکم دیا کہ راستہ چھوڑ دو مگر دریا نے جنبش تک نہ کی لیکن وحی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ڈال دیا کہ حضرت رسولِ مقبول محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر درود پڑھ کر عصا مارو۔ حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا تو دریا میں راستے بن گئے اور بنی اسرائیل نیل کو عبور کر گئے۔"[۱۲]

درود خوانی کی سعادت حاصل کرنے والے اس کیفیت کے مزے کیوں نہ لوٹیں کہ وہ رب کریم اور فرشتوں کی سنّت پر عمل کرتے ہیں اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ دیگر انبیا و رسلؑ کے ساتھ ساتھ درود پڑھنا خود سرکار سید الرسل اور خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بھی سنت ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز

Marfat.com

ہیں بھی اور نماز کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی اپنے آپ پر درود پڑھتے تھے۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو اپنے آپ پر درود وسلام بھیجتے اور جب مسجد سے باہر آتے تو بھی خود پر درود وسلام بھیجتے[13] ایک اور جگہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے بیان کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے اور باہر آتے تو یوں درود پڑھتے بِسْمِ اللّٰہِ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ سَلَّمَ[14] محمد زمان نقشبندی کتاب "فضائل صلوٰۃ وسلام" میں لکھتے ہیں کہ "خود سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل شفا شریف میں ہے۔ گھر سے مسجد جاتے وقت اور واپس آتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ پڑھنا چاہیے[15] اسی طرح مسجد میں آتے اور جاتے وقت درود شریف کے متعلق کچھ احادیث "تبلیغی نصاب" میں یوں ہیں "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ "جب مسجد میں داخل ہو تو بِسْمِ اللّٰہِ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ کہے ایک اور حدیث میں وَ عَلٰی سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ہے اور ایک اور حدیث میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ پڑھے اور جب مسجد سے نکلنے لگے، جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اور ایک حدیث میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ[16] حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی بھی "درود العارفین" کو ترک کرتے نہیں دیکھا[17] اس درود پاک کے بارے میں حضور انور

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جس شخص کو اس درود کا پتا ہو اور وہ اسے دوسرے مسلمانوں کو نہ سکھائے تو وہ مجھ سے دور ہے اور میں اس سے دور ہوں۔ [۱۸]
شفاء القلوب میں درود مستغاث کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ درود بڑی برکات اور فضیلت کا حامل ہے اور اس کا ایک ایک فقرہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتوں سے مالامال ہے۔... بعض بزرگانِ دین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے منبر مبارک پر یہ درودِ پاک پڑھتے سنا ہے"۔ [۱۹]

جس عمل کو خداوندِ قدّوس و متکبّر خود اختیار فرمائے، اس کے فرشتے اسے اختیار کریں، انبیاء و رُسل اسے وظیفہ سمجھیں اور خود سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسے کرتے ہوں نیز وہ اللہ کا حکم ہو اور اہلِ ایمان پر اس کی بجاآوری فرض ہو، اسے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفقاء و جاںنثار صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) کی زندگیوں کا کوئی لمحہ کیسے خالی ہو سکتا ہے۔ ازواجِ مطہرات اور اہلِ بیتِ اطہار ظاہر ہے کہ وسیع معنوں میں صحابہ اور صحابیات کی صف میں آتے ہیں۔ یہ سب نفوسِ قدسیہ اللہ کے حکم اور اس کے عمل کی سُنّت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درود و سلام کے نذرانے پیش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ درود و سلام صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی بھی سنّت ہے۔

امام مالکؒ سے روایت ہے کہ اس درودِ پاک کو اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پڑھا کرتی تھیں [۲۰]۔ درود شریف یہ ہے:

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ [۲۱]

Marfat.com

سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا جو درود شریف پڑھا کرتی تھیں، وہ فلاح الدارین میں درج ہے[۲۲] "درود الفاتح کے بارے میں مولانا ابو المقارب شیخ شمس الدین بن ابو الحسن ابو البکریؒ فرماتے ہیں کہ اس درود کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھا کرتے تھے اور اسی درود کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں صدیق کا درجہ عطا فرمایا۔[۲۳]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے قرآن مجید حفظ نہیں ہوتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے "درود العارفین" سکھایا تو اس کی برکت سے مجھے قرآن مجید حفظ ہو گیا۔[۲۴] حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بتایا کہ رات کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ڈول دیا۔ میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کی ٹھنڈک اب تک محسوس ہو رہی ہے۔ حضرت عبداللہؓ کے دریافت کرنے میں حضرت عثمانؓ نے بتایا کہ یہ سب کثرتِ درود کی وجہ سے ہے۔[۲۵] حضرت علیؓ بھی درودِ پاک پڑھا کرتے تھے۔[۲۶]

"حضرت ابنِ عمرؓ سے نقل ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوا کریں تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجا کریں اور یہ دعا پڑھا کریں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَافْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب نکلا کریں تو بھی یہی دعا پڑھا کریں اور اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ کی جگہ اَبْوَابَ فَضْلِكَ پڑھیں۔[۲۷]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ"[۲۸] "فلاح الدارین" میں ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ بھی درود شریف پڑھا کرتے تھے۔[۲۹] "حضرت اویس قرنیؓ جب تک حیات رہے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام بھیجتے رہے اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے کہ وہ بکثرت درود شریف پڑھا کریں کیونکہ یہ ایک دعا ہے۔ جس میں مسلمانوں کی اپنی بھلائیاں بھی مضمر

Marfat.com

ہیں۔ آپ درود شریف کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر اپنے خاص انعامات بھیجتا ہے اور فرشتے بھی اس کی سلامتی کی دعائیں کرتے ہیں۔ آپ خود بھی ذکرِ الٰہی کے ساتھ درود و سلام کا ورد اس جذب و شیفتگی سے کیا کرتے تھے کہ یوں معلوم ہوتا تھا، گویا آپ کا جسم بے جان ہو گیا ہے[۳۰]

مشہور صحابی ربیع رضؓ کہتے ہیں کہ جب میں خواجہ اویس قرنیؓ کی زیارت کو گیا تو میں نے انہیں فجر کی نماز میں مشغول پایا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے درود و وظائف میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا[۳۱]

آپ کوثر میں چند صحابہ کرامؓ کا ذکر ہے جنہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود شریف پڑھنے کی فضیلت و برکات بیان کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب وہ دوسروں کو درودِ پاک پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں تو پہلے خود بھی درودِ پاک پڑھتے ہیں اور وہ کیوں نہ پڑھتے کہ انہیں اس کے فضائل و برکات کا سب سے زیادہ علم اور تجربہ تھا۔ صحابۂ کرام کے نام یہ ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ[۳۲] فلاح الدارین میں حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ نے درود و سلام کی فضیلتیں بیان کی ہیں[۳۳]

درودِ پاک اللہ تعالیٰ کی سنّت ہے۔ درودِ پاک ملائکہ کی سنّت ہے۔ درودِ پاک خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت ہے۔ درودِ پاک صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سُنّت ہے ——— اور، ان نیک بندوں کی بھی سنّت ہے جنہیں خداوندِ کریم اپنے دوست گردانتا ہے۔ اولیاء اللہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) بھی عقیدت و ارادت کی کیفیتوں کے ساتھ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرتے رہے اور اس عمل کی عظمتیں بتاتے رہے۔

Marfat.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام درود و سلام کے بارے میں فرماتے ہیں "جب جمعرات کا دن آتا ہے تو عصر کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتے زمین پر اُتارتا ہے۔ ان کے پاس چاندی کے ورق اور سونے کے قلم ہوتے ہیں۔ جمعرات کی عصر سے لے کر جمعہ کے دن غروبِ آفتاب تک زمین پر رہتے ہیں اور وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درودِ پاک پڑھنے والوں کا درودِ پاک لکھتے ہیں۔[۳۴] حضرت حسن بصریؒ بڑے زبردست عالم اور محدث اور مشہور ولی اللہ گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ "جو شخص چاہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوضِ کوثر سے بھرپور پیالہ پیئے تو وہ درود شریف پڑھا کرے۔[۳۵] روضۃ الاحباب میں امام اسمٰعیل بن ابراہیمؒ مزنی جو امام شافعی کے بڑے شاگرد تھے، سے نقل ہے کہ امام شافعیؒ انتقال کے بعد ان کے خواب میں نظر آئے اور پوچھنے پر بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا ہے بلکہ حکم دیا کہ انہیں احترام سے جنت میں لے جاؤ۔ اور یہ سب اس درود کی برکت سے ہوا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذّٰکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ[۳۶]

حضرت امام شافعیؒ کا ارشادِ گرامی ہے کہ "میں اس چیز کو محبوب رکھتا ہوں کہ انسان ہر حال میں درودِ پاک کا ورد کثرت سے کرے۔[۳۷] ابنِ بنان سفہانی فرماتے ہیں کہ میں خواب میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے امام شافعیؒ کو نفعِ عطا کیا ہے۔ فرمایا "ہاں! میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کر دیا ہے کہ شافعیؒ کا حساب نہ لیا جائے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کس عمل کی وجہ سے ہے۔ فرمایا وہ مجھ پر ایسا درودِ پاک پڑھتے ہیں۔ جیسا کسی اور نے نہیں پڑھا۔ میں نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون سا درودِ پاک ہے۔ فرمایا۔ امام شافعیؒ یوں پڑھا کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

Marfat.com

كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ [38] امام شافعیؒ نے درودِ خمسہ کی تعریف میں کئی باتیں لکھی ہیں اور کئی فضائل درج کئے ہیں معارج میں امام شافعیؒ نے مرنے کے بعد مغفرت اور رحمت پانے کا سبب بھی اس درود شریف کو بنایا ہے [39] حضرت ابن نعمانؒ نے بھی درود شریف کی فضیلت بیان کی ہے [40] غوث اعظمؒ درود شریف کو پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اے ایمان والو! تم مسجدوں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک کو لازم کرلو [41] غوث اعظمؒ جس درود شریف کو بہ کثرت پڑھتے تھے وہ "کبریتِ احمر" کے نام سے مشہور و شائع ہوا [42] "شیخ محمد ابن علی عیاشی لکھتے ہیں کہ یہ درود (کبریتِ احمر) حضرت سیدنا غوث اعظمؒ نے اپنا معمول بنایا ہوا تھا۔ آپ فرماتے ہیں: میں نے اس درود کو پتھروں پر قلم قدرت سے لکھا ہوا پایا تھا جو شخص اسے ایک بار پڑھے گا اسے ستر ہزار درود کا ثواب ملے گا [43] فتح موصلیؒ بھی درود شریف پڑھتے تھے [44] حضرت معروف کرخیؒ کے وظائف میں سے سب سے اوّل درود العابدین ہے۔ آپ ہر وقت درود العابدین پڑھتے تھے [45] "حضرت شیخ ابوالمواہب شاذلیؒ نے فرمایا مجھے خواب میں زیارت نصیب ہوئی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اے شاذلی! تو میری اُمت کے ایک لاکھ کی شفاعت کرے گا۔" میں نے عرض کیا اے آقا! میرے لیے یہ انعام کس وجہ سے ہے۔ تو فرمایا تو میرے دربار میں درودِ پاک کا ہدیہ پیش کرتا رہتا ہے [46] دلائل الخیرات کے مصنف حضرت شیخ جذولی کی قبر سے کستوری کی خوشبو آتی تھی کیونکہ وہ درودِ پاک بہت زیادہ پڑھتے تھے [47] ابوالفضل قرمسانیؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ مجھے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو ہمدان میں جائے تو فضل بن زیرک کو میرا سلام کہہ دینا۔ میرے پوچھنے

Marfat.com

پر آپ نے فرمایا وہ ہر روز مجھ پر درودِ پاک پڑھتا ہے۔ پیغام دینے والے نے وہ درود شریف ابو الفضل سے پوچھ کر یاد کر لیا۔[48] حضرت صاویؒ درودِ پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیگر وظائف مرشد کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ ان میں شیطان دخل اندازی کر لیتا ہے مگر درود شریف میں مرشد خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں لہٰذا شیطان دخل اندازی نہیں کر سکتا۔[49]

خواجہ غلام حسنؒ[50]، حافظ شمس الدین سخاویؒ[51]، علامہ اقلیشیؒ[52]، عارف باللہ سیدنا امام شعرانیؒ[53]، شیخ مسعود دراریؒ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا ایک نیا انداز تھا۔ وہ مزدوروں کو اپنے گھر لے آتے جس سے مزدوروں کو یہ گمان ہوتا کہ شاید کوئی تعمیر کا کام ہے۔ مگر یہ ان کے ساتھ بیٹھ جاتے اور سارا دن درود شریف پڑھتے رہتے۔ چھٹی کے وقت ان کو پوری اجرت دے کر رخصت کرتے۔[54] حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے پاس کچھ آدمی آئے۔ انہوں نے بتایا کہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے جانا ہے مگر زادِ راہ نہیں ہے۔ اس پر گنج شکرؒ نے کھجور کی چند گٹھلیاں لے کر ان پر درود شریف پڑھ کر پھونک ماری اور ان کو دے دیں۔ وہ گٹھلیاں درود شریف کی برکت سے دینار بن گئیں۔[55] شیخ ابو سعید صفرویؒ[56]، شیخ احمد بن منصورؒ[57]، حضرت خواجہ باقی باللہؒ[58]، حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ[59]، خواجہ عطاء اللہؒ[60]، ابراہیم بن شیبانؒ[61]، شیخ احمد بن ثابت مغربیؒ[62]، شیخ شبلیؒ کے زمانے میں ایک بادشاہ بیمار ہو گیا۔ چھ ماہ گزرنے کے باوجود کہیں سے آرام نہ آیا۔ جب اسے پتہ چلا کہ شیخ یہاں آئے ہوئے ہیں تو بلوا بھیجا۔ شیخ شبلیؒ آئے اور درودِ پاک پڑھ کر اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا وہ اسی وقت تندرست ہو گیا۔[63]

شیخ ابو الحسن بن حارث لیثیؒ[64]، محمد بن سعید بن مطرفؒ[65]، ابو علی بن شاذانؒ[66]، محمد ابن رشیقؒ[67]، عارف باللہ شیخ شہاب الدین ابن ارسلان کو ایک شخص نے اپنے مرض

اور تکالیف کی شکایت کی۔ انہوں نے اسے درود شریف پڑھنے کے لیے کہا[۶۸]۔ عبداللہ شاہ[۶۹]، شیخ امام علی شاہ[۷۰]، علامہ اسماعیل حقی[۷۱]، حضرت مجدد الف ثانی[۷۲]، ابو سلیمان[۷۳]، علامہ شہاب خفاجی[۷۴]، امام فخر الدین رازی[۷۵]، شیخ محمد الحنفی[۷۶]، شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم[۷۷]، شاہ ولی اللہ[۷۸]، عبدالحق محدث دہلوی[۷۹]، سید امیر علی ہمدانی[۸۰]، خواجہ جلال پوری[۸۱]، یوسف بن اسماعیل[۸۲]، اعلیٰ حضرت[۸۳]، میاں شیر محمد[۸۴]، امام علی شاہ[۸۵]، صوفی غلام عابد[۸۶]، ابو محمد شاہ سید احمد اشرف الاشرفی الجیلانی[۸۷]، پیر جماعت علی شاہ[۸۸]، تاج الاولیا بابا تاج الدین ناگپوری[۸۹]۔

حواشی:

(۱) احزاب ۳۳-۵۶ (۲) شفاء القلوب ص ۲۳۹ (۳) ایک گمنام عاشقِ رسولِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۰۹ (۴) شفاء القلوب ص ۱۹۱، ۱۹۲/ آبِ کوثر ص ۹۳، ۹۴/ فلاح الدارین ص ۱۲۵/ معارج النبوت ص ۲۷۴ (۵) زاد السعید ص ۱۸/ "تبلیغی نصاب" باب فضائلِ درود شریف ص ۵۱/ نبہانی "الانوارِ محمدیہ" ص ۲۷ (۶) ایک گمنام عاشقِ رسولِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" فضائل و برکاتِ درود شریف ص ۳۱۶ (۷) جذب القلوب ص ۲۶۶/ آبِ کوثر ص ۹۲/ تبلیغی نصاب، باب فضائلِ درود شریف ص ۱۱۴/ ایک گمنام عاشقِ رسولِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/ فضائل و برکات درود شریف ص ۲۵۵، ۲۵۶/ نبہانی، فضائلِ درود ص ۳۷، ۳۸/ القول البدیع ص ۱۳۲/ سعادۃ الدارین ص ۸۷، معارج النبوۃ ۳۰۸ —— مقاصد السالکین ص ۵۴ بحوالہ فلاح الدارین ص ۱۲۴ (۸) معارج النبوت ص ۳۰۹ (۹) محمد الغزالی، امام، نفسانی خواہشات اور شیطان کا غلبہ ص ۳ (۱۰) شفاء القلوب ص ۲۸۶ (۱۱) آبِ کوثر ص ۹۳/ جذب القلوب ص ۲۶۶/ نبہانی "فضائلِ درود" ص ۳۸/ فلاح الدارین ص ۱۲۴ (۱۲) شفاء القلوب ص ۲۸۱، ۲۸۲ (۱۳) محمد ہاشم، سید "فضائلِ درود و سلام" ص ۳۷/ ایک گمنام عاشقِ رسولِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضائل و برکاتِ درود شریف

ص ۲۸۱/ محدث دہلوی "مدارج النبوت" ص ۵۶۵/ "تبلیغی نصاب" باب فضائلِ درود شریف ص ۴۷/ محمد زمان، نقشبندی "فضائلِ صلوٰۃ وسلام" ص ۷۰ (۱۴) محمد ہاشم، سیّد "فضائلِ درود وسلام" ص ۳۷ (۱۵) محمد زمان، نقشبندی "فضائلِ صلوٰۃ وسلام" ص ۷۱ (۱۶) "تبلیغی نصاب" باب فضائلِ درود شریف ص ۴۸ (۱۷) ایک گمنام عاشقِ رسولِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "فضائل وبرکاتِ درود شریف ص ۲۱۵ (۱۸) ایضاً (۱۹) محمد نبی بخش حلوائی "شفاء القلوب" ص ۲۶۶ (۲۰) زاد السعید ص ۴۱ (۲۱) ایضاً ص ۴۳۔

(۲۲) فلاح الدارین ص ۲۲۲ (۲۳) ایک گمنام عاشقِ رسولِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "فضائل وبرکاتِ درود شریف" ص ۲۳۵ (۲۴) ایضاً ص ۲۱۵ (۲۵) آبِ کوثر ص ۱۴۲ (۲۶) فلاح الدارین ۲۲۱ (۲۷) تبلیغی نصاب "باب فضائلِ درود شریف ص ۴۷ (۲۸) فلاح الدارین ۲۳۱ (۲۹) فلاح الدارین ۲۲۳ (۳۰) سیارہ ڈائجسٹ اولیائے کرام نمبر، جلد دوم ص ۲۶۲ (۳۱) ایضاً ص ۲۶۱ (۳۲) آبِ کوثر ص ۹۴، ۹۵۔

(۳۳) فلاح الدارین ص ۱۲۵ — ۱۲۷ (۳۴) فلاح الدارین ص ۱۲۷، ۱۲۸ (۳۵) ایک گمنام عاشقِ رسولِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فضائل وبرکاتِ درود شریف ص ۳۴۱ (۳۶) ایضاً ص ۲۲۷ (۳۷) ایضاً ص ۱۲۸ (۳۸) آبِ کوثر ص ۲۳۱ (۳۹) گمنام ص ۱۲۹ (۴۰) فلاح الدارین ص ۱۲۸ (۴۱) ایضاً ص ۱۳۹ (۴۲) آبِ کوثر ۲۶۷، ۲۶۸ (۴۳) شفاء القلوب ص ۲۸۰، ۲۸۱ (۴۴) سیارہ ڈائجسٹ۔ اولیائے کرام نمبر جلد سوم ص ۳۰۲ (۴۵) ایک گمنام عاشقِ رسولؐ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فضائل وبرکاتِ درود شریف ص ۱۷۵ (۴۶) آبِ کوثر ص ۱۷۴، ۱۷۵/ فلاح الدارین ص ۱۵۶/ گمنام عاشقِ رسولِ انامؐ، فضائل وبرکاتِ درود شریف ص ۱۰۰ (۴۷) آبِ کوثر ص ۱۹۱ (۴۸) فلاح الدارین ص ۱۴۹ (۴۹) ایضاً ص ۱۲۹ (۵۰) ایضاً (۵۱) ایضاً ص ۱۳۰ (۵۲) ایضاً ۱۳۱ (۵۳) ایضاً (۵۴) آبِ کوثر ص ۱۸۷/ فلاح الدارین ص ۱۶۵ (۵۵) آبِ کوثر

Marfat.com

ص ۱۳۲، ۱۳۴ (۵۶) ایضاً ۲۴۲ (۵۷) ایضاً ۲۰۶ (۵۸) گلِ خنداں، ماہنامہ،
لاہور۔ اکتوبر ۱۹۶۲۔ بزرگانِ دین نمبر ۸۲ (۵۹) سیارہ ڈائجسٹ۔ اولیائے کرام نمبر۔
جلد چہارم۔ ص ۲۴۱ (۶۰) فلاح الدارین ص ۱۳۳ (۶۱) ایضاً ص ۱۶۵ (۶۲)
ایضاً۔ ص ۱۶۷ (۶۳) آبِ کوثر ص ۱۳۳ (۶۴) ایضاً۔ ص ۱۴۹ (۶۵) ایضاً۔ ص ۱۵۰
(۶۶) ایضاً ص ۱۷۳ (۶۷) ایضاً ۱۸۰ (۶۸) فلاح الدارین ص ۱۴۶، ۱۴۷/ محمد زکریا
"فضائلِ درود شریف ص ۱۱۱، ۱۱۲/ ایک گمنام عاشقِ رسولِ انامؐ "فضائل و برکات درود شریف"
ص ۱۰۷، ۱۰۸/ "فضائلِ درود شریف معہ درود تاج (ناشر محمد خادم و برادران) ص ۱۶، ۱۷۔
(۶۹) آبِ کوثر ص ۱۹۱ (۷۰) ایضاً ۲۰۷ (۷۱) فلاح الدارین۔ ص ۱۳۵ (۷۲)
احمد دین چشتی، صوفی "فلاح الدارین" ص ۲۱ (۷۳) گمنام عاشقِ رسولِ انامؐ "فضائل و
برکاتِ درود شریف۔ ص ۴۷ (۷۴) گمنام عاشقِ رسولِ انامؐ "فضائل و برکاتِ درود
شریف" ص ۴۳ (۷۵) ایضاً ص ۸۱ (۷۶) آبِ کوثر ص ۱۷۶، ۱۷۷ (۷۷)
فلاح الدارین ص ۱۳۴ (۷۸) گمنام۔ ص ۲۳۴/ احمد دین چشتی، صوفی "فلاحِ دارین" ص ۳
(۷۹) گمنام عاشقِ رسولِ انامؐ "فضائل و برکاتِ درود شریف ص ۲۹ (۸۰) سیارہ
ڈائجسٹ۔ اولیائے کرام نمبر جلد دوم۔ ص ۳۳۹، ۳۴۰ (۸۱) احمد دین چشتی، صوفی فلاحِ دارین
ص ۲۱ (۸۲) گمنام عاشقِ رسولِ انامؐ "فضائل و برکاتِ درود شریف ص ۲۳۸ (۸۳)
سیارہ ڈائجسٹ۔ اولیائے کرام نمبر جلد سوم۔ ص ۱۵۸ (۸۴) نور السلام، ماہنامہ،
شرقپور۔ شیر ربانی نمبر ۱۹۶۹۔ ص ۹۲ (۸۵) ایضاً ۵۷ (۸۶) سلسبیل، ماہنامہ، لاہور
شیخ الطریقت نمبر۔ اگست و ستمبر ۱۹۶۸۔ ص ۱۰۸ (۸۷) الاشرف، ماہنامہ، کراچی قطبِ ربانی نمبر
مارچ ۱۹۸۱۔ ص ۲۲ (۸۸) سیارہ ڈائجسٹ۔ اولیائے کرام نمبر۔ جلد دوم۔ دسمبر ۱۹۸۶۔
ص ۴۰ (۸۹) "تاج" ماہنامہ، کراچی۔ جنوری فروری ۱۹۷۶۔ ص ۱۱۹۔

Marfat.com

Marfat.com

سبزہ، بہار، پھول اور درود شریف

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام دنیاؤں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ یہ رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ ہر جاندار اور بے جان چیز نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سب پر اپنی رحمتیں، اپنی برکتیں اور اپنی شفقتیں نچھاور فرمائیں۔

دوسری جان دار اور بے جان چیزوں کی طرح درختوں، پھولوں اور پتوں کی محبت و عقیدت کا اظہار بھی اس طریقے سے ہوتا ہے کہ جب درخت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتے تو ادب کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک قدموں پر جھک جاتے تھے۔ ان کی یہ ادا خدا تعالیٰ کو اس قدر پسند آئی کہ جنت میں بھی درختوں کا وجود رکھا۔ یہ بات اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ "فضائلِ صلوٰۃ و سلام" میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے میرے بیٹے جب اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں سکونت بخشی تو جنت کے ہر محل اور بالاخانے پر اسمِ گرامی محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) لکھا ہوا پایا۔ اور بے شک حورانِ بہشتی کی پیشانیوں پر اور جنت کے ہر درخت کے پتے پتے پر، طوبیٰ کے پتوں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان اسمِ گرامی لکھا ہوا پایا۔ میرے بیٹے! اس شان والے محبوب کا ذکر کرتے رہنا کیونکہ فرشتے بھی ہر گھڑی ہر ساعت عظمتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ڈنکے بجاتے رہتے ہیں۔ درختوں کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت و پیار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان میں کوئی ایسی جاذبیت پیدا کر دی ہے کہ جب بھی کوئی انسان سبزہ دیکھتا ہے تو اُسے دیکھنے سے اس کی آنکھوں کو سکون ملتا ہے اور دل میں ٹھنڈک سی پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح

Marfat.com

اگر کوئی سخت بیمار پڑ جائے تو بعض اوقات اس کو پہاڑی مقامات پر بھیج دیا جاتا ہے اور پہاڑوں میں سبزہ ہی سبزہ دیکھ کر ٹھنڈک اور راحت سے مریض کے دل کو سکون محسوس ہوتا ہے اور وہ شفایاب ہو جاتا ہے چونکہ سبزے سے انسان کا دل بے حد مسرور ہوتا ہے اور اسے روحانی خوشی ہوتی ہے، اس لیے سبزہ کو دیکھ کر درود شریف پڑھنے والا انسان ایک طرف تو اللہ تعالیٰ، فرشتوں، پیغمبروں، صحابیوں، ولیوں، بزرگوں بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت پر عمل کر رہا ہوتا ہے اور دوسری طرف تمام دوسری جاندار اور بے جان اشیاء کے ساتھ ساتھ، درختوں، پتوں اور پھولوں کی ہم زبانی بھی کر رہا ہوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ کی اطراف میں گیا۔ راستے میں کوئی پہاڑ اور کوئی درخت ایسا سامنے نہ آیا جس نے یہ نہ کہا ہو: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ [۲]

درختوں اور پودوں کو مزید حسین بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں پھولوں کا تحفہ دیا اور یہ تحفہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک سے انہیں عطا فرمایا۔ "فلاح الدارین" میں لکھا ہے کہ بعض احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ گلاب کا پھول سیّدِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک سے پیدا ہوا ہے۔ نیز ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میں معراج سے واپس آیا تو میرے پسینے کا ایک قطرہ زمین پر گرا اور اس سے گلاب پیدا ہوا۔ لہذا جس کو میری خوشبو سونگھنے کا شوق ہو، وہ گلاب کا پھول سونگھے۔[۳]

حُسن ترا ہے جلوہ گر تابشِ مہر و ماہ میں
رنگ ترا ہی ہے عیاں حسنِ گُل و گیاہ میں

(صاحبزادہ فیض الحسن شاہ[۴])

علامہ اقبالؒ گُلِ عرب کی خوشبو سے دو عالم کو معطر ہوتے دیکھتے ہیں تو پکار اُٹھتے ہیں:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنّم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسّم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

نعت گو شعراء نے پھولوں کا ذکر کے اپنے شعروں کو اتنا خوشبودار بنا دیا ہے کہ پڑھتے ہوئے بھی سکون ملتا ہے اور پھولوں کی خوشبو اور ان کی عطر بیزی اور عطر باری کا سبب ظاہر ہے کہ گلِ عرب کا کھلنا ہے۔

وہ پھول عرب کے گلشن کا سب پھولوں سے خوشبو والا
جس نے کھل کر اس عالم میں اک شان نکالی پھولوں کی ۵

وہ لالہ رو کہ جس سے زمانے کی ہے بہار
جس کے عرق سے ایسے ہوئے عطر بار پھول ۶

آئے نظر جو چہرۂ مولا تو عید ہو
پھولوں سے صحنِ باغ میں ہوں ہمکنار پھول ۷

اللہ رے لطافتِ تنِ جس سے مانگ کر
پہنے ہوئے ہیں پیرہن مستعار پھول ۸

اللہ نے دیا ہے یہ اس کو جمال پاک
سنبل فدا ہے زلف پہ، رخ پر نثار پھول ۹

وہ چہرہ، وہ دہن کہ فدا جن پہ کیجیے
ستّر ہزار غنچے، بہتّر ہزار پھول ۱۰

یا شاہِ دیں ہیں تیری عنایت سے فیض یاب
جتنے ہیں رونقِ چمنِ روزگار پھول ۱۱

Marfat.com

کس گل کی آمد ہے کہ خزاں دیدہ چمن میں
آتا ہے نظر نقشۂ گلزارِ ارم آج ۱۲

شفاء القلوب میں لکھا ہے "پھول سونگھتے وقت درود پڑھنا باعث ثواب ہے۔" ۱۳ ثواب حاصل کیوں نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک جو پھولوں میں چھپا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ہمیں اپنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سونگھنے کا شرف حاصل ہو گا تو پھر ہمارے منہ سے درود و سلام کا جاری ہونا ہمارے لیے باعث ثواب کے ساتھ ساتھ باعث برکت اور باعث نجات بھی ہو گا۔ اس موقع پر حسن رضا بریلوی فرماتے ہیں:

چمن کیونکر نہ مہکیں، بلبلیں کیونکر نہ عاشق ہوں
تمہارا جلوۂ رنگیں بھرا پھولوں نے داماں میں ۱۴

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے متعلق نعتیں لکھتے ہوئے بھی شعراء نے پھولوں کا اور بہار وغیرہ کا ذکر کیا ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلادِ پاک ربیع الاوّل میں ہوا جو بہار کا مہینہ تھا۔ بہار کے مہینے میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا پر تشریف لائے اور ان کے آنے سے کائنات عالم میں بہار آ گئی۔

آئی بہارِ دل کشا چلنے لگی ٹھنڈی ہوا
چھائی وہ رحمت کی گھٹا مستی میں ڈوبی ہر فضا
وا ہے درِ لطف و عطا ہے مہرباں ربُّ العلیٰ
اے ساقیِ مہوش پلا! لا جام لا! لا جام لا
صلِّ علیٰ، صلِّ علیٰ ۱۵

کھبی جاتی ہے آنکھوں میں گل و لالہ کی رعنائی
کہ جیسے درحقیقت خاک پر جنّت اُتر آئی ۱۶

Marfat.com

جعفر طاہر اس موقع پر لکھتے ہیں:

اے ساقیِ گل پیرہن اے ساقیِ سیمیں بدن
پیمانہ دے، نادان نہ بن در بزمِ مستاں نعرہ زن
دے بھر کے جامِ ارغواں پھر تو کہاں اور ہم کہاں
بدلا ہے گلشن کا سماں بدلا ہے آئینِ چمن
سوسن نے یہ کیسی کہی ہیں جھومتے سروِ سہی
لا کے ہونٹوں پر ہنسی یاقوت پر جیسے کرن
نرگس کو حیرانی کہاں وہ دیدہ ویرانی کہاں
دل کو پریشانی کہاں ہو زلفِ سنبل پرشکن
دیکھو تو جوہی کی پھبن ہنستی ہے کیا بیلا رتن
چمکا ہے روئے نارون نکھرا ہے رنگِ نسترن
بدلا ہے آئینِ طرب ہم در عجم ہم در عرب
پیدا ہوئے محبوبؐ رب ماہِ عرب، شاہِ یمن [۱۷]

حسن رضا بریلوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیائے آب و گل میں تشریف آوری کے حوالے سے یوں ذکرِ بہار کرتے ہیں:

کہو پروانوں سے شمعِ ہدایت اب چمکتی ہے
خبر دو بے کسوں کو، وہ گلِ تر آنے والا ہے
فصلِ بہار آئی، شکلِ نگار آئی
گلزار ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت
پھولوں سے باغ مہکے، شاخوں پہ مرغ چہکے
عہدِ بہار آیا، صبحِ شبِ ولادت
تسلیم میں سر، وجد میں دل، منتظر آنکھیں
کس پھول کے مشتاق ہیں مرغانِ حرم آج [۱۸]

Marfat.com

دکھا دے اے خدا گلزارِ طیبہ کا سماں مجھ کو
پھروں کب تک پریشاں بلبلِ بے آشیاں ہو کر ۱۹

کھلیں جس سے یہ مرجھائی ہوئی کلیاں مرے دل کی
چلا ایسی ہوا اے رہنے والے سبز گنبد کے ۲۰

کھلا دو غنچۂ دل صدقہ بادِ دامن کا
اُمیدوارِ نسیمِ بہار ہم بھی ہیں ۲۱

جب شاعر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کے طلب گار ہوتے ہیں تو نعت کی ردیف "پھول" رکھتے ہیں۔

اُمّت پہ وقت بارِ شفاعت ہے آپ کا
مجھ کو بھی اس چمن سے عنایت ہوں چار پھول ۲۲

سبزے کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ یہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرام گاہ کی نشانی ہے۔ گنبدِ خضرا کا سبز ہونا اس لیے ضروری ہے کہ وہاں پر "عرب کے پھول" کی آرام گاہ ہے۔ صوفی جمیل الرحمٰن قادری نے "اے رہنے والے سبز کے" کی ردیف میں ایک طویل نعت لکھی ہے۔ ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

کھلا دیتی ہے مرجھائی ہوئی کلیاں غلاموں کی
مدینے کی ہوا، اے رہنے والے سبز گنبد کے ۲۳

اکبر وارثی میرٹھی نے ایک نعت "نرالی پھولوں کی، ڈالی پھولوں کی" کے قافیہ و ردیف کے ساتھ کہی ہے جس میں سبزے کا ذکر ہے، پھولوں کا ذکر ہے اور اصل میں گلِ معراج کا تذکرہ ہے۔ تین اشعار ملاحظہ فرمائیں جن میں روضۂ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سبزی سے سب پھولوں اور بہاروں کی شان بیان کی ہے۔

جنّت سے اسے نسبت کیا ہے یہ میرے گُل کا روضہ ہے
یاں رنگ جدا ہے پتّوں کا، یاں شان نرالی پھولوں کی

Marfat.com

ہے رشک جگر کے زخموں کو حسرت ہے دل کے داغوں کو
روضہ پہ شہ کے چڑھتے ہیں کیا شان ہے عالی پھولوں کی
طیبہ کا مالی کہلاؤں روضہ پہ چڑھانے کو آؤں
اک ہاتھ میں گجرا پھولوں کا، اک ہاتھ میں ڈالی پھولوں کی ۲۴

"شفاء القلوب" میں ہے کہ سبزہ دیکھ کر درود پڑھنا ضروری ہے"۔ ۲۵
اسی طرح "فضائلِ صلوٰۃ وسلام" میں درج ہے کہ خوبصورت اور معطر پھولوں اور پودوں کو دیکھتے وقت درود شریف پڑھنا چاہیے ۲۶ شعرائے نعت نے بھی اس مضمون کو مختلف رنگوں میں باندھا ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کہتے ہیں:

سبزِ چمن میں بیٹھ، لبِ جو درود پڑھ
کر یاد پھول دیکھ کے وہ رُو، درود پڑھ ۲۷

امام محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی "القول البدیع" میں فرماتے ہیں کہ جب مدینہ منورہ کے مکانات اور اشجار پر نظر پڑے تو کثرت سے درود شریف پڑھے اور جتنا قریب ہوتا جائے، درود شریف میں اضافہ کرتا جائے ۲۸ عزیب سہارنپوری کہتے ہیں:

گلاب و عطر سے کر کے وضو ادب کے ساتھ
تمام جسم کو خوشبو ملو درود پڑھو ۲۹

درودِ پاک کے حوالے سے بہت سی نعتوں میں سبزے کا، بہار کا، پھولوں کا ذکر ملتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

گلشن میں چل رہی ہیں ہوائیں درود کی
غنچوں کی ہیں چٹک میں صدائیں درود کی ۳۰

فقیر سہارنپوری (ہندو)

بہار بن کے وہ آئے ریاضِ عالم میں
وہ ہیں شمیم گلِ جانفزا درود پڑھو ۳۱

Marfat.com

پتوں پہ ہے لکھا خطِ گلزار میں درود
رنگین نقش ہے گُلِ لالہ درود کا ۳۲

مہکا ہوا ہے عطرِ حقیقت سے باغِ دہر
پہنے ہوئے ہیں پھول قبائیں درود کی ۳۳

مست غنچے ہوئے گلستاں میں
بلبلوں نے پڑھا درود شریف ۳۴

میر آفتاب کاظمی اپنی ایک نعت میں سبزے کا ذکر کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ شاعر جب گُلِ الوہیت کی تعریف میں تر زبان ہونا چاہتا ہے تو تمام گلشن کس طرح افتخار و ابتہاج کی کیفیت پالیتا ہے۔

ادائے ناز سے گلشن میں ہے، خرامِ نسیم
روش روش پہ یہ پھرتی ہے کیسی اترائی
اِدھر چٹکتے ہیں غنچے، اُدھر مہکتے ہیں گل
اب آرزوئے دلِ عندلیب بر آئی
قطار سرو کی استادہ چار سو بادب
قیام قامتِ شمشاد ہے۔ برعنائی!
بہارِ تازہ ہے وہ گلستان مکہ میں
بہارِ گلشنِ فردوس جس سے شرمائی
کھلا ہے گلشنِ ہستی میں وہ گُلِ رعنا
کہ پھول بھول گئے اپنی اپنی رعنائی
پلا دے ساقی، گلفام پھول پھول مجھے
کروں گا آج اسی گل کی مدح آرائی
ہر ایک لفظ بنے میرا نغمۂ بلبل
قلم میں آئے مرے شاخِ گل کی رعنائی

Marfat.com

بیاضِ صفحۂ قرطاس صحنِ جنّت ہو
سطور بیلیں ہوں جیسے چمن میں پھیلائی
بیاں ہو اس میں مضامینِ نعتِ پاک رسولؐ
نہ صرف قافیہ بندی و وزن پیمائی
سنبھل آفق کہ ہوا دل میں فیضِ روحِ قدس
عطا زباں کو ہوئی بہرِ نعت گویائی ۳۵

سبزے اور پھولوں کو دیکھ کر درود شریف پڑھنے والے کی بہت فضیلت ہے اور ان گنت ثواب ہے کیونکہ شبِ معراج حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک فرشتے کو دیکھا، اس کے پانچ لاکھ منہ تھے اور ہر منہ سے جدا جدا آوازیں آتی تھیں اور ہر آواز کے ساتھ وہ تسبیح الٰہی بیان کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ یہ فرشتہ کون ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) جس طرح ایک پھولدار درخت پر بے شمار پھول لدے ہوئے ہیں اگر کوئی شخص ان پھولوں کو دیکھ کر آپؐ پر درود پڑھتا جائے تو اسے ایک ایک درود کے بدلے اس فرشتے کی تسبیحوں کا ثواب ملے گا۔“ ۳۶

ابو انیس حضرت محمد برکت علی لدھیانوی کی کتاب ”یصلّون علی النّبی“ میں لکھا ہے کہ ”صلحائے اُمت میں سے ایک صاحب موسم بہار میں صحرا کی طرف باہر نکلے اور انہوں نے سرسبز درختوں اور پھولوں اور کلیوں کا مشاہدہ کیا تو یہ درود شریف پڑھا“ اے اللہ! درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان درختوں کے پتّوں کے شمار کے برابر اور درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھولوں اور کلیوں کے شمار کے برابر اور درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بارش کے قطروں کے برابر اور درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیابان کی ریت کے شمار کے مطابق اور درود بھیج حضرت محمد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خشکیوں اور سمندروں کے جانداروں کے شمار کے مطابق — تو ہاتفِ غیبی

Marfat.com

آواز دی کہ اے درود بھیجنے والے! ان کلمات کا ثواب لکھنے کی وجہ سے تو نے کراماً کاتبین کو مشقت میں ڈال دیا ہے اور حد سے زیادہ درجات کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے اور کہا کہ نئے سرے سے نیئے اعمال بجا لا کیونکہ تیری ساری برائیوں کو بخش دیا گیا ہے۔[۳۷] یہی واقعہ آبِ کوثر میں بھی درج ہے مگر اس میں اس بات کا اضافہ ہے کہ اس آواز نے درود شریف پڑھنے والے کو جنت کی خوشخبری دی۔[۳۸]

حواشی

(۱) محمد زمان، نقشبندی "فضائلِ صلوٰۃ و سلام" ص ۱۶۱ (۲) ایضاً ص ۱۱۶ (۳) مولانا ابوالحسن، صاحبزادہ الحاج۔ "فلاح الدارین" ص ۵۹ (۴) فیض الحسن شاہ، سید، صاحبزادہ۔ "ارمغانِ فیض" ص ۱۹ (۵) محمد اکبر وارثی، خواجہ "میلادِ اکبر"۔ ص ۴۲ (۶) آمیر مینائی۔ محامد خاتم النبیین مطبوعہ ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء ص ۲۶ (۷) ایضاً (۸) ایضاً (۹) ایضاً ص ۲۷ (۱۰) ایضاً (۱۱) ایضاً (۱۲) حسن رضا بریلوی۔ ذوقِ نعت ص ۳۵ / "نعت" (ماہنامہ) لاہور جنوری ۹۰ ص ۳۸ (۱۳) محمد نبی بخش حلوائی "شفاء القلوب"۔ ص ۲۹۱ (۱۴) حسن رضا بریلوی۔ ذوقِ نعت۔ ص ۵۹ / "نعت" (ماہنامہ) لاہور ص ۶۰ (۱۵) قمر میرٹھی۔ "شمس و قمر" ص ۲۸ (۱۶) ماہر القادری۔ "ظہورِ قدسی" ص ۳۔ (۱۷) جعفر طاہر "سلسبیل"۔ ص ۱۸ - ۱۹ (۱۸) حسن رضا بریلوی ذوقِ نعت۔ ص ۶۷، ۲۸، ۳۶ / "نعت" (ماہنامہ) لاہور۔ جنوری ۹۰۔ ص ۶۶، ۷۶، ۸۳۔ (۱۹) ایضاً ص ۴۰ / ص ۴۷ (۲۰) جمیل الرحمٰن قادری رضوی، صوفی۔ "قبالۂ بخشش" ص ۸۹ (۲۱) حسن رضا بریلوی، ذوقِ نعت۔ ص ۵۸ / نعت (ماہنامہ) لاہور جنوری ۹۰۔ ص ۶۸ (۲۲) امیر مینائی۔ محامدِ خاتم النبیین۔ ص ۲۷ (۲۳) جمیل الرحمٰن قادری، رضوی، صوفی۔ "قبالۂ بخشش" ص ۸۹ (۲۴) اکبر وارثی "میلادِ اکبر" ص ۴۲ (۲۵) محمد نبی بخش حلوائی۔ "شفاء القلوب" ص ۲۹۱ (۲۶) محمد زمان، نقشبندی "فضائلِ صلوٰۃ و سلام" ص ۷۵ (۲۷) ریاض مجید، ڈاکٹر۔ نعت (ماہنامہ) لاہور۔ اکتوبر ۱۹۸۹۔ ص ۱۰ (۲۸) محمد زمان نقشبندی۔ "فضائلِ صلوٰۃ و سلام"۔ ص ۸۱ (۲۹) غریب سہارنپوری "نعت" (ماہنامہ) لاہور مارچ ۱۹۹۰ (۳۰) نور احمد میرٹھی "نورِ سخن"۔ ص ۱۶۷ (۳۱)

صبا متھراوی۔ "نعت" (ماہنامہ) لاہور مارچ ۱۹۹۰ (۳۲) محمد اکبر وارثی میرٹھی۔ "نہال روضۂ اکبر" ص ۴ (۳۳) غریب سہارنپوری۔ "نعت" (ماہنامہ) لاہور۔ مارچ ۱۹۹۰ (۳۴) غلام مصطفیٰ موسیٰ لودھیانوی۔ "نعت" (ماہنامہ) اکتوبر ۱۹۸۹۔ (۳۵) افق کاظمی، میر، امروہوی۔ فروغ محامد۔ ص ۳۴، ۳۵ (۳۶) محمد نبی بخش حلوائی "شفاء القلوب" ص ۱۵۲۔ (۳۷) محمد برکت علی لودھیانوی "الصلوٰۃ علی النبیؐ"۔ ص ۱۳۶، ۱۳۷۔
(۳۸) محمد امین مفتی۔ "آبِ کوثر"۔ ص ۲۳۴۔

بلغ العلی بکماله
کشف الدجی بجماله
حسنت جمیع خصاله
صلوا علیه وآله

نویدِ مسیحائی

"غیر مسلموں کی نعت" کے حوالے سے فانی مراد آبادی، خادم سوہدروی مکتبہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ اور نور احمد میرٹھی کے انتخابِ نعت زیورِ طبع سے آراستہ ہوتے اور ماہنامہ "نعت" لاہور کے اس موضوع پر خاص نمبر شائع ہوئے تو کئی اصحاب نے یہ سوال اٹھایا کہ جب غیر مسلم اتنی عقیدت و محبت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کہتے ہیں تو وہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ اس سوال کو یہ شکل بھی دی گئی کہ چونکہ غیر مسلم نعت گو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے، مسلمان نہیں ہو جاتے، اس لیے ان کا آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت میں تر زبان ہونا محض شاعری ہے۔ دل کی گہرائیوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

غیر مسلموں کی نعت (حصہ سوم) میں پروفیسر محمد اکرم رضا نے کسی قدر تفصیلاً اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے لیکن اس موضوع پر انشراحِ قلب کی کیفیت ماہنامہ "نور الحبیب" بصیر پور کی حالیہ اشاعت (مئی ۱۹۹۰ء) کے مطالعے سے ہوئی ہے۔ "نور الحبیب" کے مدیر محترم جو فقیہِ اعظم پاکستان مولانا محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہٗ کے صاحبِ علم صاحبزادے ہیں۔ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری کو امسال اوائل رمضان میں مدینہ طیبہ میں حاضری کی سعادت ملی تو وہاں انہیں کسی صاحب نے انسانی جسم کی کمپیوٹر کے ذریعے لی گئی تصویر دی۔

(یہ تصویر اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

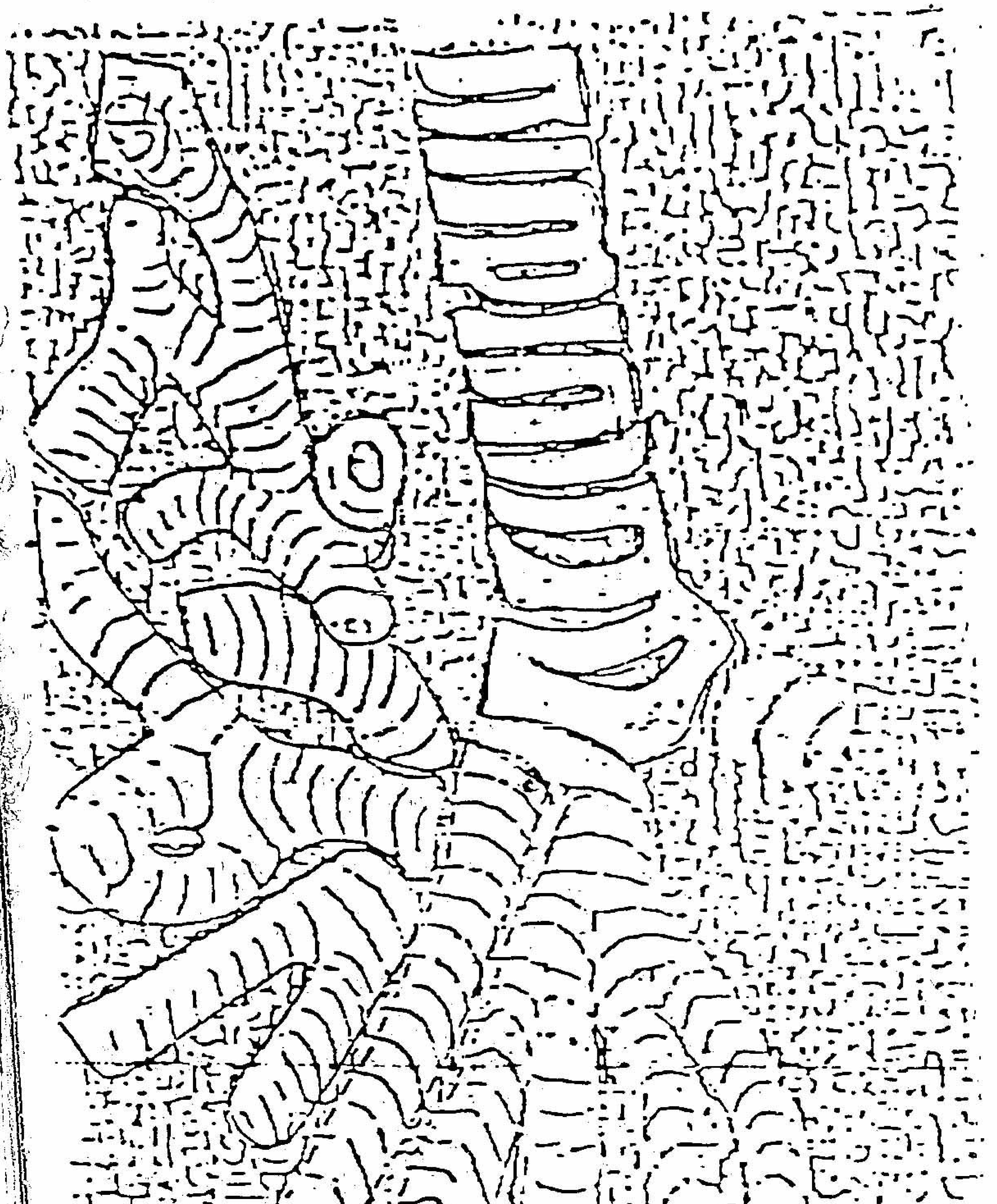

Marfat.com

اس تصویر کے ذریعے یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ ہر انسان کی سانس کی نالی (ٹانسل) پر کلمہ طیبہ کا جزوِ اوّل "لا الٰہ الا اللہ" لکھا ہوا ہے جبکہ دائیں پھیپھڑے پر "محمد رسول اللہ" نقش ہے۔

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب (مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور) نے مدینہ منورہ سے اپنے مکتوب مرقومہ ۱۶ اپریل میں لکھا: "زندگی کا مدار سانس پر ہے اور آلاتِ تنفس جن سے سانس کی آمد و رفت قائم ہے، ان پر کلمہ طیبہ منقش ہونا ہر انسان کو دعوتِ فکر دیتا ہے کہ اگر وہ کائنات کے خارجی دلائل کے ساتھ ساتھ اپنے اندرونی نظام کو دیکھے اور تدبر و فکر سے کام لے تو یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ ذاتِ خداوندی اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر حقیقت سے بڑی حقیقت ہیں اور ان پر ایمان لانا عین فطرت ہے۔ اسی لیے تو قرآن کریم جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اعلان فرما رہا ہے: "ہم آفاق (عالم) میں اور ان کے اپنے نفسوں میں انہیں نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر واضح ہو کہ وہ حق ہے" (سورہ حٰم السجدہ، آیت ۵۳)"

تمہی ہو دنیا میں وجہ رحمت، تمہی سے عقبیٰ میں ہے شفاعت
نفس نفس کی صدا ہے ہر دم، درود تم پر سلام تم پر

"نور الحبیب" کے تازہ شمارے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے مکتوب گرامی سے یہ سوال اپنی ساری جزئیات کے ساتھ حل ہوتا نظر آیا کہ غیر مسلم حضرات، ایمان کی لذتوں سے بہرہ یاب نہ ہوتے ہوئے بھی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثنا میں زمزمہ سنج کیوں دکھائی دیتے ہیں۔ جب سانس کی آمد و شد کی راہ ہی کلمہ طیبہ کی راہ ہے، جب خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت انسان کے خمیر میں شامل ہے، جب انسان کی ساخت میں یہ حقیقتِ ثابتہ پوشیدہ ہے۔ اور، ہر انسان کی زندگی سانس سے، سانس نالی اور پھیپھڑوں

سے اور سانس کی نالی اور پھیپھڑا " لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ " سے عبارت ہے تو انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے توحید و رسالت کا قائل ٹھہرا۔ وہ انسان غیر مسلم بھی ہو تو بھی اندر سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت و عقیدت کا برملا اظہار کرتا ہے۔ کیوں نہ ہو، اس کی سانس کے آنے جانے کا نظام ہی اسے اس پر مجبور کرتا ہے اس کے سینے میں موجود کلمہ طیبہ کی تڑپ اسے نعتیں کہنے پر مامور رکھتی ہیں۔

حضورؐ سب پہ کرم بار ایک جیسے ہیں
عطائے خاص کے معیار ایک جیسے ہیں[۳]

آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا معنیٰ بھی اسی سے سمجھ میں آیا کہ " ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔ "[۴] فطرت بچے کو سانس لینے پہ مجبور کرتی ہے۔ سانس کی نالی اور دایاں پھیپھڑا اپنی ساخت میں کلمہ طیبہ کا حامل ہے تو ہر بچہ اپنی تخلیق کے اعتبار سے خدا و رسول (جل شانہ، و صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا معترف ہوا۔ بعد میں ماں باپ اسے کچھ بھی بنا دیں۔ اور، میرا ایمان ہے کہ زندگی میں جہاں کہیں انسان کو خدا تعالیٰ اور حضور محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کو ماننے کا موقع ملتا ہے، اس کے اظہار کی صورت بنتی ہے، انسان اپنے آپ کو اس پر مجبور پاتا ہے۔ " غیر مسلموں کی نعت " کی بنیادی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے۔

انسان جب دنیا میں آتا ہے، اپنی زندگی کے سانس کا محتاج ہوتا ہے۔ جب تک سانس کی ڈوری قائم رہتی ہے، وہ زندہ رہتا ہے، جب سانس کا یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، انسان مر جاتا ہے۔ یعنی انسان زندہ رہنے کے لیے سانس کا محتاج ہے اور یہ سانس اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل ملتی ہے۔ کمپیوٹر کے ذریعے لی گئی اس تصویر سے معلوم ہوا کہ انسان تو چلتا پھرتا کلمۂ توحید ہے۔

Marfat.com

دنیا کی کشاکش میں لیے دل ! یوں راحتِ جنّت ملتی ہے
توحید کا نعرہ لب پہ ہو، تصویرِ نبیؐ کی سینے میں ہو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے، لیکن حضور نبی الانبیاءؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت میں آنے کی خواہش حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی اور ان کی یہ درخواست بارگاہِ خداوندی سے قبولیت کی سند بھی لے چکی۔ تو یقیناً مسیحائی کے اعتبار سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و فوقیت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو پھونک مارتے تھے اور مُردہ زندہ ہو جاتا تھا مگر نویدِ مسیحا حضور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسیحائی کا شہرہ ازل سے ابد تک یوں ہے کہ ہر انسان اپنی ساخت کے لحاظ سے کلمہ طیبہ کا قائل ہے۔ وہ سانس لے ہی نہ سکتا تھا اگر خدا کی وحدانیت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اپنی تخلیق میں قائل نہ ہوتا۔ سانس کی نالی اور پھیپھڑے کے ذریعے زندگی ہے اور یہ زندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اعتراف و اقرار میں مضمر ہے انسانی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر سانس خدا تعالیٰ اور اس کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محتاج ہے

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنّم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسّم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خُم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

کمپیوٹر کی اس تصویر کے ذریعے کھلتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا جو حکم فرشتوں کو دیا گیا تھا، اس کا باعث کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کائنات کی اس ازلی حقیقت کی عظمت کو ملائکہ پر آشکار کرنا چاہتا تھا کہ خدا ایک ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔ فرشتوں کے اس سجدے کی غایت

Marfat.com

یہی ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کی ساخت میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اعلان ہے، فرشتے اس سے محروم ہیں' اس لیے انہیں ابو البشر (علیہ السلام) کے آگے جھکنے' سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور جس نے اس حکم سے انکار کیا' اس نے گویا کلمۂ توحید کی اہمیت کا انکار کیا اور مردود ٹھہرا۔

قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ و نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔ (اور بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں) مفسرین کرام اس آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر میں بہت کچھ تحریر فرماتے رہے لیکن کمپیوٹر کے حوالے سے سامنے آنے والی زیر نظر تصویر سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تعلیم کے لیے اپنے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہونے کی ایک صورت یہ بھی رکھی ہے کہ سانس کی نالی کی ساخت میں اپنی توحید کا اعلان کر رکھا ہے۔ اور اللہ کریم جل جلالہ کی توحید کا اعلان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اعلان کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ ہم نے ماہنامہ نعت' کے اجراء کے وقت کہا تھا کہ کلمۂ توحید "لا الہ الا اللہ" پر ختم نہیں ہوتا "محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر تکمیل پذیر ہوتا ہے اس لیے ہم اس حمد کے قائل ہیں جس میں نعت شامل ہو۔ ہم اس توحید کو تسلیم نہیں کرتے جو حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کی وساطت سے نہ ملے۔ ایسی بہت سی قومیں ہیں جو خدا کو مانتی ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لاتیں' ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ مسلمان کی شان یہی ہے کہ وہ توحید و رسالت پر ایمان رکھتا ہے زیر نظر تصویر ظاہر کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری شہ رگ سے قریب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری تخلیق کا سبب ہیں۔

ابتدا تم ہو' انتہا تم ہو — عقل حیران ہے کہ کیا تم ہو
صرف نظروں سے پردہ داری ہے — ورنہ ہر شے سے رونما تم ہو

Marfat.com

خود شناسی ہے مقصدِ تخلیق میری ہستی کا مدعا تم ہو[8]

جب سانس کی آمد و شد کا انحصار خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کے روحانی اقرار پر ہے۔ جب تک انسان میں روح موجود ہے، سانس آتی جاتی ہے۔ سانس آتی جاتی ہے تو کلمہ طیبہ کے طفیل آتی جاتی ہے۔ اس لیے ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ہمارا ہر کام اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے ہو، ہم سانس لیں تو خدا تعالیٰ کے ذکر اور درود شریف کا وِرد کرتے رہیں، بولیں تو اللہ کریم اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی باتیں کریں، چلیں تو خدا و رسول (جل شانہ، وصلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی بتائی اور دکھائی ہوئی راہ پر چلیں، لکھیں تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نعتیں لکھیں، سنیں تو ان کی باتیں سنیں، دیکھیں تو گنبدِ خضرا کی یا اس کے عکسِ پاک کی رعنائیں دیکھیں۔ کمپیوٹر کی یہ تصویر ہمیں یہی سکھاتی ہے۔

یاد ہر دم دلوں میں رہے آپ کی، ہر تنفس میں خوشبو بسے آپ کی
ہو تمنا آپ کی سب کے وِردِ زباں، آپ پر ہوں کروروں درود و سلام[9]

حواشی

(۱) نور الحبیب (ماہنامہ) بصیر پور۔ مئی ۱۹۹۰۔ ص ۴
(۲) نزہت اکرام، ڈاکٹر (۳) شہاب دہلوی، سید مسعود حسن
(۴) مسندِ امامِ اعظمؒ۔ باب التوقف فی ذراری المشرکین (اردو ترجمہ از دوست محمد شاکر، ص ۱)
(۵) عرش ملسیانی، پنڈت بالمکند (۶) اقبالؒ، شاعرِ مشرق علامہ
(۷) ق۔ ۵۰ : ۱۶ (۸) موج، راجیندر بہادر (۹) نذیر احمد علوی

دنیا سے دل لگا کے تجھے کیا ملا اسیر
اب عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی جاں دے کے دیکھ لے

غازی مرید حسین شہید اسیر

Marfat.com

شہیدانِ ناموسِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشترکہ خصوصیات

محافظانِ ناموسِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کارناموں کا جائزہ لیں تو بعض خصوصیات سامنے آتی ہیں۔

بنیادی بات تو محبتِ حضورِ والا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ ان غازیوں میں یہ جذبہ عام لوگوں سے بہت زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ یہی جذبۂ صادق یہ رنگ لاتا ہے کہ جہاں ان کے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی کسی نے توہین کی، انھوں نے اسے کیفرِ کردار تک پہنچا دیا۔ عام طور پر یہ شہیدانِ محبت نوجوان یا جوان تھے، انھوں نے قانونی اصطلاح کے مطابق فوری اشتعال کے تحت شاتمانِ رسولؐ کو جہنم رسید نہیں کیا بلکہ سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھایا، یہ تو حقیقت ہے کہ ان کے اس جرأت مندانہ اقدام کی بنیاد جذبات ہی ہے لیکن اِن جذبات کی اساس فوری اشتعال یا غصہ نہیں ہے بلکہ یہ عقل کی ہر کسوٹی پر پورے اُترتے ہیں اور مسلمان جتنا بھی اس موضوع پر سوچتا ہے، غور و فکر کرتا ہے، اسی نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کسی بھی گستاخِ رسولؐ کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں۔ جو شخص کائنات کے محسنِ اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی توہین کی جسارت کرتا ہے، اللہ کے محبوبؐ کی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے، اس کا زندہ رہنا انسانیت کی توہین ہے، اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ قہاری و جباری کو انگیخت کرنا ہے۔ اس کا فوری، مؤثر اور واحد علاج ضروری ہے۔

Marfat.com

شہیدانِ ناموسِ رسالت میں سے اکثر کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ حضور باعثِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود ان کے خوابوں کو زندگی بخشی اور انھیں کسی شاتم کا حلیہ دکھا کر یا بتا کر ان کی ڈیوٹی لگا دی اور انھیں حیاتِ جاوید کی راہ دکھادی۔

جن غازیوں اور شہیدوں کا ذکر پیشِ نظر ہے، ان سب میں ایک یہ خوبی بھی مشترک دکھائی دیتی ہے کہ انھوں نے پہلے گستاخی کے مرتکب کو وارننگ دی، للکارا اور پھر قتل کیا۔ چھُپ کر تو مسلمان ویسے بھی وار کرنا اچھا نہیں سمجھتا۔ ان غازیوں کے کارناموں کا مقام تو سب سے اعلیٰ ہے، وہ للکار کر اور متنبہ کر کے یہ سعادت کیوں حاصل نہ کرتے۔

ظاہر ہے کہ قبیلۂ عشاق کی ان سربرآوردہ شخصیات نے کسی گستاخِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا تیا پانچا کیا تو انسانیت پر احسان کیا، اسلامیوں کی طرف سے فرضِ کفایہ پورا کیا، اسلام کی تعلیمات پر عمل کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کا حق ادا کیا اور ——— حقیقت میں ایک کارنامہ انجام دیا۔ ——— اس پر کسی تأسف، کسی پریشانی کا کیا سوال!۔ ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے تمام حفاظت کاروں کی خصوصیت یہ بھی رہی کہ ان میں سے کوئی موقع سے فرار نہیں ہوا۔ اُنھوں نے یہ بھی کیا کہ قتل سے انکار کی ہر دعوت ٹھکرا دی۔ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں، دوستوں، خیر خواہوں، وکیلوں کی ہر ایسی کوشش کو ناکام بنا دیا۔ یہ عظیم کارنامہ انجام دینے کے بعد احساسِ تفاخر نے تو ان کی معاونت کی، اظہارِ مسرت تو اُن کی ایک ایک ادا سے ہوا ——— پشیمانی کا تو کوئی موقع ہی نہیں تھا۔ ان شہیدانِ ناموسِ رسالت نے اپنے اعزہ واحبا کو بھی پریشان نہ ہونے اور آہ و بکا نہ کرنے کی تلقین کی۔ جب اُن کو پھانسی کی سزا سنائی گئی، انھوں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ ابتہاج و مسرت کی صورتیں ان کی صورت سے، ان کے انگ انگ سے

Marfat.com

ظاہر ہوئیں۔

اِن جوانمرد غازیوں کے ان کارناموں کا ایک اعلیٰ مشترک تخصص یہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ اُنھوں نے اپنی ڈیوٹی پوری کر کے سُکھ کا سانس لیا، اطمینان کا اظہار کیا، عام طور پر یہ وہیں موقع "واردات" پر کھڑے رہے، بیٹھ گئے یا دوبارہ وہاں پہنچے لیکن کتّے کی موت مرنے والوں کے عزیزوں، دوستوں، ہم مذہبوں کو سامنے ہوتے ہوئے بھی ان پر حملہ کرنے یا انھیں نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہوتی۔ جرأت وشہامت کے ان مجسّموں اور غیرت وحمیّت کے اِن پیکروں پر حملہ تو کجا، اُنھیں تو شاید اِن کے پُرنور چہرے کی طرف دیکھنے کا بھی حوصلہ نہ ہوتا ہوگا۔

ایک اہم خصوصیت ان کارناموں کی یہ ہے کہ حضور محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان باکردار عشاق کے والدین نے بھی پریشان ہونے، واویلا کرنے اور رونے دھونے کے بجائے اس کارنامے پر خوشی کا اظہار کیا اور اپنے بیٹے کی اس سعادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اس سلسلے کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تمام محافظانِ ناموسِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وزن جیل کی چاردیواری اور پھانسی کی کال کوٹھڑی میں بڑھ گیا۔ یہ دنیا میں واحد مثال ہے۔ ورنہ پھانسی پانے والا شخص جتنا بھی دلیر ہو اس نے کسی بڑے مقصد ہی کی خاطر قتل کیا ہو، انسانی جبلّت اور خاصیت یہی ہے کہ پھانسی کی سزا کا اعلان ہو جانے کے بعد اس کا وزن گھٹتا ہی گھٹتا ہے، بڑھتا کسی صورت نہیں ــــــ لیکن ان غازیانِ اسلام، ان شہیدانِ محبت، ان محافظانِ ناموسِ رسالت کا وزن جیل کی کال کوٹھڑی اور پھانسی کے اعلان نے بڑھا دیا ــــــ کیوں نہ ہوتا جب اپنا مقام دکھائی دے رہا ہو، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت حاصل ہو رہی ہو، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا

مژدہ سنائی دے رہا ہو، جنت میں اپنے استقبال کی تیاریاں نظر آ رہی ہوں ـــــ خوشی کیوں نہ ہو گی۔ ابتہاج و انبساط کی کیفیتوں کی معیت میں غازی کا وزن نہیں بڑھے گا تو کیا ہو گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس پر قربان ہونے والے غازیوں میں جو خصوصیات مشترک ہیں ـــــ ایمان کی تازگی، اور اہلِ محبت کی روح کی بالیدگی کے لیے اس مضمون میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

شہیدانِ ناموسِ رسالت کی عمر

زیادہ تر غازی اس وقت نوجوان تھے جب انھوں نے شاتمانِ رسول ﷺ کو فنا فی النار کیا۔ جوانی میں جوش اور جذبہ بہت شدید ہوتا ہے۔ اس عمر میں انسان سب کچھ حاصل کر لینا چاہتا ہے۔ ہر چیز کو تسخیر کر لینا اپنا حق سمجھتا ہے۔ اس لیے جب غازیوں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی گستاخی کر رہا ہے تو انھوں نے اپنی جان سے پیارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے ان بدبختوں کو جہنم رسید کر دیا۔ اگر کسی پر غصہ آئے تو چاہیے فوراً شاتمانِ رسول ﷺ کو گالیاں دے کر دل کا غصہ ٹھنڈا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت بھی پوری ہو جائے گی اور غصہ بھی درست سمت اختیار کر لے گا۔ سکون کا سکون اور ثواب کا ثواب۔

جب غازی خدا بخش نے راجپال پر حملہ کیا تو اس وقت ان کی عمر تیس برس تھی[1]۔ غازی علم الدین کی شہادت کے وقت عمر اکیس برس تھی[2]۔ جب قائدِ اعظمؒ نے عدالت میں علم الدین کے بارے میں تفصیل سے دلائل دیے اور علم الدین کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے مقدمہ کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالی اور کہا کہ اگر یہ

Marfat.com

مان بھی لیا جائے کہ ملزم واقعی قاتل ہے تو بھی اس کو سزا پھانسی نہیں بلکہ عمر قید ہونی چاہیے۔ انہوں نے اس کی تین دلیلیں دیں۔ ان تین دلیلوں میں انھوں نے ایک یہ بیان کی کہ ملزم کی عمر اٹھارہ انیس سال ہے[۳]۔ اسی طرح غازی عبدالقیوم شہیدؒ کی عمر جب ۲۱، ۲۲ سال کی ہوئی تو ۱۹۳۴ء میں ان کی شادی کر دی گئی۔ شادی کے چند ماہ بعد وہ کراچی میں اپنے حقیقی ماموں کے پاس چلے گئے جہاں انہوں نے نتھورام کو قتل کیا اور ۱۹۳۶ء میں شہید ہوئے[۴]۔ غازی محمد صدیق شہیدؒ ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۴ء میں شاتم رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کیا۔ اس طرح ان کی عمر ۲۰ برس تھی[۵]۔ غازی مرید حسینؒ ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں شہید ہوئے۔ اس طرح شہادت کے وقت ان کی عمر ۲۲ برس تھی[۶]۔ "ضیائے حرم" میں غازی میاں محمد شہیدؒ کی شہادت کے وقت ان کی عمر کے بارے میں لکھا ہے "شہادت کے وقت کھلتی ہوئی سفید رنگت والے خوبصورت جوان غازی میاں محمدؒ کی عمر صرف ۲۳ برس تھی[۷]۔ غازی صوفی عبداللہ شہیدؒ کو جس وقت آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہندو کی زبان بندی کا حکم ملا، اس وقت ان کی عمر ۳۰، ۳۲ سے متجاوز نہ تھی[۸]۔

یہ درست ہے کہ زیادہ تر غازیوں نے نوعمری ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر کسی شاتم رسولؐ کو قتل کر دیا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں کو مار دینے والوں کے لیے نوعمر ہونا ضروری نہیں کیونکہ یہ سعادت ایک عاشق رسولؐ حاجی غازی محمد مانکؒ کو بھی حاصل ہوئی ہے جنہوں نے چون سال کی عمر میں مرزائی شاتم رسولؐ عبدالحق کو فنافی النار کر دیا[۹]۔

فوری اشتعال نہیں، غور و فکر کا نتیجہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائیوں نے شاتمانِ رسولؐ کو سوچ سمجھ کر

Marfat.com

جہنم رسید کیا، اشتعال میں آکر نہیں بلکہ عقل و دانش کی کسوٹی میں اچھی طرح پرکھ کر۔ جب غازیوں نے دیکھا کہ دل، دماغ، ایمان اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپؐ کی قربت کا یقین اس بات پر منحصر ہے کہ شاتم رسولؐ کو قرارِ واقعی سزا دی جائے اور اس کم بخت کی سزا صرف اور صرف قتل ہی ہے تو انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اپنے بارے میں کوئی گالی برداشت نہیں کر سکتا اور وہ مسلمان حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی پر کس طرح خاموش رہ سکتا ہے جس کے ایمان کی بنیاد ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ محبت پر قائم ہے۔ جو اپنی جان، مال، اولاد اور ماں باپ سے زیادہ پیارے ہوں، ان کو کوئی ٹیڑھی آنکھ سے بھی دیکھے تو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

غازی علم الدینؒ کو جب راجپال کی حرکت کا علم ہوا تو ان کی آنکھوں سے مارے غم کے، آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ گئے۔ لوگوں سے معلوم کیا کہ راجپال کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے سارا دن اپنے دوست رشید ے کے ساتھ جگہ جگہ گئے۔ دوسرے دن بھی معلوم کرتے رہے تب جا کر معلوم ہوا کہ وہ انار کلی ہی میں ہسپتال روڈ پر رہتا ہے۔ پتا معلوم ہونے کے دو تین دن کے بعد گھر سے میٹھے چاول کھانے کے بعد بھابھی سے چار آنے مانگے۔ حالانکہ وہ پہلے ایک آنہ لیتے تھے۔ بھابھی سے چار آنے لینے سے ایک روپیہ ہو گیا۔ ہنستے مسکراتے گھر سے نکلے اور بازار سے چھری خریدی اور جا کر راجپال کو جہنم رسید کر دیا۔[1] یعنی اُنھوں نے فوراً اسے مارنے کے بجائے کئی دنوں کی سوچ بچار کے بعد اور پیسے جمع کر لینے کے بعد چھری خرید کر راجپال کو قتل کر دیا۔ "کچھ دوستوں نے کہا علم الدین! تو کہہ دے میں اُس وقت جذبات کی رو میں بہہ گیا تھا۔ میں اُس وقت ہوش میں نہ تھا تو مردِ مجاہد جواب دیتا ہے

بھائیو! ساری زندگی میں وہی چند لمحے تھے جب میں ہوش تھا۔!!

غازی عبدالقیومؒ کے وکیل سید محمد اسلم نے ''اشتعال'' کے قانونی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے یہ نکتہ پیش کیا ''سوال یہ نہیں ہے کہ عبدالقیوم کا اقدام ملک کے قانون کے خلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ عبدالقیوم نے یہ اقدام انتہائی اشتعال کے عالم میں کیا ہے تو کیوں نہ اسے وہ کم از کم سزا دی جائے جس کی اجازت دفعہ ۳۰۲ کے تحت قانون نے دے رکھی ہے۔ جبکہ غازی عبدالقیومؒ کا اپنا بیان ان کے اقبالی بیان کے مطابق یہ تھا کہ چار چھ مہینے پہلے میں اپنے آبائی وطن ہزارہ گیا تھا۔ ہزارہ جانے سے پہلے میں نے سنا تھا کہ کسی بنیے نے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں گستاخی کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کچھ لکھ کر شائع کیا ہے۔ میں اس وقت کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ شخص گرفتار کر لیا گیا ہے اور میں یا کوئی بھی اس سے نہیں مل سکتا۔ کراچی لوٹ کر مجھے معلوم ہوا کہ اسے ڈیڑھ سال قید بامشقت اور ایک ہزار روپے جرمانے کی سزا سنائی گئی ہے۔ ہائی کورٹ پہنچ کر مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے اپیل کی ہے۔ اور اپیل ۲۰ ستمبر کو ہوگی۔ میں نے جونا مارکیٹ سے ایک خنجر خریدا اور بخارا کے ایک حاجی سے اس پر دھار رکھوائی۔ ۲۰ تاریخ کو میں ساڑھے گیارہ بجے عدالت کے کمرے میں آ بیٹھا۔ لوگوں نے میرے پوچھنے پر بتایا کہ نتھو رام یہ شخص ہے۔ چنانچہ میں نے اطمینان کر لینے کے بعد اپنا فرض ادا کیا۔ مجھے اس شخص سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں تھی۔ جو شخص اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے برے کلمات استعمال کرے گا، وہ گویا اللہ کا مجرم ہو گا۔ میں نے اپنے فرض کے لیے اپنی جان قربان کی ہے۔ میں اس بات پر مطمئن ہوں۔ مقدمہ چلا اور مقدمے کے رُخ سے اندازہ ہو گیا کہ نوجوان قیوم کو پھانسی دے دی جائے گی۔ صفائی کے وکیل بیرسٹر اسلم اور دوسرے

Marfat.com

ماہرینِ قانون نے مشورہ دیا کہ عبدالقیوم اگر اپنے بیان میں یہ کہہ دیں کہ میں نے فوری اشتعال کے تحت اور مذہبی جذبات میں بہہ کر قتل کیا ہے تو سزائے موت عمر قید میں بدل سکتی ہے مگر عبدالقیوم نے سادگی سے کہا تو یہی کہ یہ فوری اشتعال نہیں تھا، میں نے خوب سمجھ کر یہ قدم اٹھایا ہے۔ اگر یہ شخص میرے اس حملے سے بچ جاتا اور میں بھی قانون کی زد سے بچنے میں کامیاب ہو جاتا تو پھر اسی طرح اس کو تلاش کر کے ہلاک کر دیتا۔ بعض ماہرین قانون کا مشورہ تھا کہ عارضی جنون کا سہارا لے کر سزا میں کمی کی درخواست کی جا سکتی ہے۔ یعنی یہ کہا جائے کہ مقتول شخص کے گستاخانہ کلمات سن کر عبدالقیوم خود پر قابو نہ رکھ سکے اور ایک طرح کے مذہبی جوش میں یہ بھول گئے کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا ۔
عبدالقیوم نے وکلاء کو یہ طریقہ کار استعمال کرنے سے منع کر دیا۔ اس نوجوان کا موقف تھا کہ میں نے کمال ہوش مندی کے ساتھ، دنوں پہلے اس گستاخ کو سزا دینے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ جنون نہیں بلکہ عین فرزانگی ہے۔ [۱۲]

غازی مرید حسینؒ نے بھی سوچ سمجھ کر ڈاکٹر رام گوپال کو قتل کیا۔ یہ بات اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ جب رام گوپال کے بارے میں غازی مرید حسینؒ نے اخبار زمیندار میں پڑھا۔ تو سب سے پہلے بھیرہ پہنچے وہاں سے ایک دودھاری خنجر خریدا اور چاچڑ شریف اپنے پیر خواجہ عبدالعزیزؒ کے پاس پہنچے۔ "چاچڑ شریف کی روحانی فضا نے مرید حسینؒ کے قلب روشن کو اور منور کیا تھا۔ چاچڑ سے براستہ راولپنڈی، پشاور آپ فقیر ایپی اور حاجی ترنگ زئی سے ملنے اس علاقہ میں گئے جسے اس زمانہ میں علاقہ غیر اور آج کل اپنا علاقہ کہا جاتا ہے۔ اس سفر کے واقعات کے بارے میں زیادہ تفصیل معلوم نہیں ہو سکی البتہ اتنا پتا چلا ہے کہ "علاقہ غیر" سے واپسی پر پولیٹیکل ایجنٹ کے حکم سے آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ خوش قسمتی سے وہاں وادی چکوال

کا ایک شخص غلام حسین نامی پٹواری متعین تھا۔ آپ کی گرفتاری کا علم ہونے پر اس نے بھرپور کوشش کی۔ اس طرح جلد ہی آپ کی رہائی عمل میں آگئی۔ پھر پشاور سے رسالپور چھاؤنی میں اپنے ایک قریبی رشتہ دار کے پاس پہنچے۔ وہاں چند روز قیام کے بعد واپس گھر پہنچے۔ جہلم سے چکوال گئے وہاں ڈاکخانہ سے اپنی جمع شدہ رقم ریاسات سو روپے نکلوائی۔ پھر لاہور پہنچے۔ اور لاہور سے دہلی چلے گئے۔ دہلی سے ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد حصار چلے گئے۔ حصار پہنچنے پر پتا چلا کہ ڈاکٹر رام گوپال نے ایک مہینے کی چھٹی لے رکھی ہے اور آج کل پشاور میں ہے۔ آپ پشاور پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر پشاور سے نارنوند جا چکا ہے۔ آپ ۱۶ اگست ۱۹۳۶ء کو دوبارہ حصار پہنچے۔ حصار سے "نارنوند" گئے اور آخرکار اس کے گھر میں گھس گئے۔ وہ سو رہا تھا۔ اسے آواز دے کر للکارا اور قتل کر دیا۔ قتل کے بعد نہایت اطمینان سے تمام واقعات بتائے۔ پولیس کے افراد ان کی جرأت و بیباکی پر انگشت بدنداں تھے[۱۳]

میجر غلام یٰسین نے اپنی ایک یادداشت میں لکھا ہے کہ "میاں محمد مرحوم دھیمے مزاج کے نوجوان تھے۔ جلدی غصے میں ہرگز نہ آیا کرتے۔ اپنے متعلق یا قرب جوار میں جو کچھ بھی ہو، اس کے خلاف سن سکتے تھے لیکن شان رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں گستاخی ان کے لیے کسی طرح بھی قابلِ برداشت نہ تھی۔[۱۴] یہ بات کہ غازی میاں محمد نے سوچ سمجھ کر پورے ہوش و حواس سے نابکار ہندو ڈوگر چرن داس کو قتل کیا، اس سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ جب نعت سن کر چرن داس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو غازی نے پہلے خود چرن داس کو سمجھایا اور پھر افسران کو اس کی شکایت کی مگر وہاں شنوائی نہ ہوتے پر بیرک میں پہنچے اور کپڑے بدل کر نماز پڑھی، نوافل پڑھ کر دعا مانگی۔ "اے میرے خالق و مالک میں نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں

ہرزہ سرائی کے مرتکب کا کام تمام کر دوں۔ لعین سے انتقام لینے کے لیے میں پیچ و تاب کھا رہا ہوں تو مسبب الاسباب ہے، اپنے حقیر بندے کو حوصلہ اور استقامت عطا فرما۔ خدایا! اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حرمت و تقدیس پر جان لٹانے کی توفیق بخش اور میری قربانی بھی منظور فرما لے۔" غازی دعا سے فارغ ہو کر چپکے سے کوارٹر گارڈ جا پہنچے جہاں رسول پاک ؐ کی شان میں گستاخی کرنے والا کمینہ فطرت ڈوگرہ سپاہی ڈیوٹی دے رہا تھا۔ غازی میاں محمد شہیدؒ اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گارڈ روم میں داخل ہوئے۔ اپنی رائفل نکالی، میگزین کو لوڈ کیا اور باہر نکلتے ہی للکارا "کم بخت اب بتا کہ میرے نبی ؐ کی شان میں توہین کا مرتکب ہونے پر میں تم سے باز پرس کا حق رکھتا ہوں یا نہیں۔ یہ سن کر ڈیوٹی پر متعین شاتم رسول ؐ نے بھی پوزیشن سنبھال لی اور رائفل کا رخ آپ کی طرف موڑا مگر اس کے ساتھ ہی ناموس رسالت کے شیدائی کی گولی ہندو ڈوگرے کو ڈھیر کر چکی تھی۔ [15]

میاں محمد ملک لکھتے ہیں" ۱۴ اگست کو جنرل کورٹ مارشل کیس شروع ہوا۔ تین ڈاکٹروں کی شہادت بھی قلمبند ہوئی جنھوں نے غالباً آپ کو بچانے کے لیے مشترکہ رائے دی کہ ملزم جذباتی واقع ہوا ہے جس نے وقتی طور پر جذبات سے مغلوب ہو کر یہ انتہائی قدم اٹھایا ہے لیکن غازی میاں محمدؒ نے یہاں بھی سابقہ بیانات دہراتے ہوئے کہا "میں نے بقائمی ہوش و حواس اس گستاخ رسول ؐ کو جہنم واصل کیا ہے۔" [16]

اس سعادت کے لیے ان غازیوں کی نامزدگی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت پر جان قربان کرنے والے ان

بلند قسمت غازیوں میں سے کچھ غازیوں کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان غازیوں کو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود خواب میں تشریف لاکر حکم دیا کہ فلاں بدبخت نے میری شان میں گستاخی کی ہے۔ اس پر غازیوں نے ان بدبخت کتوں کو ختم کر کے اپنی قسمت کے ستاروں کو ہمیشہ کے لیے روشن و درخشاں کر لیا۔ ان خوش قسمت غازیوں میں سے ایک غازی محمد صدیق شہید ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں انھیں فرمایا قصور کا ایک بدنصیب ہندو پے در پے ہماری شان میں گستاخیاں کرتا چلا جا رہا ہے۔ جاؤ اور اُس کی ناپاک زبان کو لگام دو۔[۱۷] اسی طرح غازی مرید حسینؒ کو جو پابندِ صوم وصلوٰۃ ہونے کے علاوہ ایک دردمند دل رکھتے تھے اور جن کو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی، ایک رات خواب میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیارت کی سعادت عطا فرمائی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسینؒ کو اس مرید کو گستاخِ زمانہ کافر کا حلیہ دکھایا۔ جسے بعد میں مرید حسین نے اپنی نوٹ بک میں نوٹ کر لیا۔[۱۸] غازی عبداللہ شہیدؒ کو بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں زیارت سے مشرف فرمایا اور حکم دیا "عبداللہ جاؤ۔ فلاں گاؤں پہنچو اور میرے شاتم کی خبر لو۔"[۱۹]

تاسف نہیں، تفاخر

تمام غازیوں کے حالات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شاتمانِ رسولؐ پر حملہ کرنے یا انہیں قتل کر دینے کے بعد کسی قسم کی پشیمانی یا پریشانی کا شکار نہ ہوئے اور نہ اپنی جان قربان ہو جانے کے خیال سے خوفزدہ ہوئے۔

راجپال پر سب سے پہلے ایک غیور مسلمان غازی خدا بخشؒ نے سب سے پہلے قاتلانہ حملہ کیا۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ کی صبح راجپال حسبِ معمول اپنی دکان پر کاروبار

Marfat.com

میں مشغول تھا۔ خدا بخش نامی ایک شخص نے اپنے تیز دھار چاقو سے اس پر حملہ کر دیا۔ جس سے راجپال کو کل چار زخم آئے جن میں ایک تو خاصا گہرا تھا لیکن یہ زخم جان لیوا ثابت نہ ہوئے۔ عدالت میں راجپال نے خدا بخش کے حملے کی روداد سنائی اور کہا کہ میری رائے میں مجھ پر حملہ کتاب "رنگیلا رسول" کی اشاعت اور مسلمانوں کے ایجی ٹیشن کا نتیجہ ہے۔ مجھے ملزم سے اب بھی خطرہ ہے کہ یہ مجھے مار دے گا حملے کے وقت بھی ملزم کہے جاتا تھا کہ "کافر لو آج میرے ہاتھ آیا ہے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔ جب عدالت نے خدا بخش کو چاہا سے دریافت کیا کہ وہ جرح کے طور پر کوئی سوال کرنا چاہتا ہے تو آپ نے بلند آواز سے کہا "ناموس رسالت کا تحفظ میرا فرض ہے۔ میں تاجدار مدینہ کی توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ (گواہ) رنگیلا رسول کا لفظ منہ سے نکال رہا ہے میں اس کی زبان بند کرنا چاہتا ہوں۔ [20]

اسی طرح غازی عبدالعزیزؒ جب راجپال کے دھوکے میں اس کے دوست کو شدید زخمی کر چکے تو گرفتار ہونے پر عدالت نے جو کچھ پوچھا غازی نے سچ سچ بتا دیا۔ جب عدالت نے کہا کہ تمہیں کچھ اور کہنا ہے تو غازی نے جواب دیا "میں اپنے فعل سے انکار نہیں کر سکتا اور نہ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ [21]

غازی علم الدینؒ شہید کو جب بھی کسی نے اقبال فعل سے باز رہنے کو کہا تو آپ نے یہی جواب دیا کہ "تم لوگ مجھے شہادت کے جام سے کیوں محروم رکھنا چاہتے ہو۔ میں ہر جگہ یہی اعلان کروں گا کہ راجپال کو میں نے قتل کیا ہے۔ اس ایک جان کی کیا بات ہے اگر مجھے دس جانیں مل جائیں تو میں وہ بھی ناموس رسالتؐ کی پاسداری پر قربان کر دوں گا۔ یہ قتل میرے نامۂ اعمال کا اعزاز ہے اور میں اس اعزاز سے محروم ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں حاضر نہیں ہو سکتا۔" [22]

Marfat.com

بانیِ پاکستان اور برصغیر کے نامور وکیل قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے بھی کہا "بیٹا تو ایک دفعہ انکار کر دے۔ تیری جان بچانا میرا کام ہے۔ اس پر غازی علم الدین اٹھا اور کہا کہ میں نے زندگی میں صرف ایک ہی تو ایسا کام کیا ہے جس پر مجھے فخر ہے۔ میں نے گستاخِ رسول اللہ کو مارا ہے، کوئی جرم نہیں کیا اور ببانگِ دہل کہتا ہوں کہ راجپال کا قاتل میں ہوں۔"[۲۳] غازی مرید حسین شہیدؒ نے بھی رام گوپال کو قتل کرنے کے بعد جیل میں جب پہلی بار ماں، چچازاد بھائی اور برادری کے ایک بزرگ سے ملاقات کی تو فرطِ مسرت سے کہنے لگے کہ آپ کو مبارک ہو، اللہ کے فضل سے وہ ضروری کام ہو گیا ہے جس کا ذکر میں اپنے خطوط میں کیا کرتا تھا۔ اور اپنے عزیزوں کو سب واقعات کہہ سنائے۔ مقدمہ کی پیروی کی بات ہوئی تو کہنے لگے "پیروی کی قطعاً ضرورت نہیں۔ آپ واپس چلے جائیں۔ میں کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ رام گوپال نے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی۔ کوئی غیرت مند مسلمان ایسی حرکت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے میری غیرت نے گوارا نہ کیا اور میں نے موذی کو قتل کر دیا ہے۔"[۲۴] اسی طرح غازی میاں محمد شہیدؒ کی والدہ جب پہلی بار آپؒ سے ملنے آئیں تو اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں ..... غازی صاحبؒ نے والدہ محترمہ سے عرض کیا "ماں! میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے آپ کو ندامت یا شرمندگی محسوس ہو بلکہ میں نے جو کچھ کیا ہے اُس پر آپ کو خوش ہونا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب آپ مجھ سے ملنے آئیں تو رویا نہ کریں۔"[۲۵] غازی میاں محمدؒ نے جب ہندو ڈوگرے چرن داس کو قتل کرنے کے بعد موقع پہ اس کا اقرار کیا تو انگریز کمانڈنگ افسر نے غازی کو تاکید کی کہ "میاں محمد! ذرا سوچ کر بات کرو، ہوش میں آؤ، آپ کے ابتدائی بیان قلمبند ہو رہے ہیں۔ ان میں رد و بدل ممکن نہ ہو سکے گا۔ اس لیے سوچ سمجھ کر بیان دو۔"

Marfat.com

غازی صاحب نے جواب دیا "میں بالکل ہوش میں ہوں۔ جو کچھ میں نے کیا، خوب سوچ سمجھ کر کیا۔ میرا ایک ایک حرف صداقت پر مبنی ہے۔ میں نے حوالدار صاحب سے بھی اس گستاخانہ رویے کی شکایت کی تھی لیکن کوئی مثبت جواب نہ ملا۔ اس کے بعد میرے سامنے دو راستے تھے کہ دولت ایمان سے محروم ہو کر بے غیرتی اور بزدلی کی زندگی قبول کر لینا یا کوئی عملی قدم اٹھانا۔ میں نے بالآخر دوسری صورت قبول کر لی۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر راضی ہو جائیں اور تمام دنیا بگڑ بیٹھے تو مجھے کیا غم۔ مجھے اپنے کیے پر مطلقاً کوئی پچھتاوا نہیں۔ البتہ اپنے مقدر پر نازاں ضرور رہوں۔" ۲۶

للکار کر موذیوں کو مارنا

محافظانِ ناموسِ رسالت کی ایک مشترکہ خصوصیت یہ رہی ہے کہ تمام غازیوں نے شاتمانِ رسولؐ کو مارنے سے پہلے وارننگ دی اور پھر قتل کیا۔ مثلاً غازی علم الدین شہیدؒ جب راجپال کے پاس گئے تو "وہ موذی اس وقت دکان میں لیٹا ہوا تھا۔ آپؒ نے اسے للکارا اور کہا "اپنے جرم کی معافی مانگو۔ دل آزار کتاب کو فوراً تلف کرنے کا وعدہ کرو اور آئندہ ایسی کمینہ حرکتوں کے کرنے سے توبہ کرو، وگرنہ مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" ۲۷

غازی محمد صدیق شہیدؒ نے بھی پالا مل کو مارنے سے پہلے اسے وارننگ دی "۱۷ ستمبر ۱۹۳۴ء کی شام کا واقعہ ہے۔ حضرت قبلہ غازی صاحب (محمد صدیق شہیدؒ) دربار بلھے شاہ کے نزدیک نیم کے درخت سے ٹیک لگائے کھڑے تھے عقابی نگاہیں آنے جانے والوں کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔ اتنے میں ایک ایسا شخص دکھائی دیا جس نے چہرے پر کسی حد تک نقاب اوڑھ

رکھا تھا۔ آپؒ نے جھٹ اس کی راہ روکی اور پوچھا تو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ یہاں کیا کرتا ہے؟ اسے اپنا نام بتلانے میں تامل تھا۔ نوبت ہاتھا پائی تک پہنچی۔ آپ کو تنہا دیکھ کر اسے بھی حوصلہ ہوا۔ وہ کہنے لگا "مسلمانوں نے پہلے میرا کیا بگاڑ لیا ہے اور اب کون سی قیامت آجائے گی۔ الغرض غازی موصوفؒ نے اسے پہچان لیا تھا کہ یہی وہ گستاخ نبیؐ ہے جسے ٹھکانے لگانے پر میں مامور ہوا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا "میں تاجدارِ مدینہؐ کا غلام ہوں، کئی دنوں سے تیری تلاش میں تھا۔ اے دہن دراز ملیچھ! آج تو کسی طرح بھی ذلت ناک موت سے نہیں بچ سکتا"۔ [۲۸]

غازی مرید حسین شہیدؒ جب رام گوپال کے گھر اقدام قتل سے گئے تو وہ آرام سے سو رہا تھا۔ سب سے پہلے غازی نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور پھر اس ملعون کو مخاطب کر کے للکارا۔ "او گستاخ زمانہ کا فر اٹھ، اج محمدؐ دا پروانہ آگیا ای"۔ غازی کی اس للکار اور رام گوپال کی بیوی کے چلّانے سے بدبخت آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھنے کے بعد آپؒ نے اسے قتل کیا۔ [۲۹] غازی میاں محمد شہیدؒ جب چرن داس کو قتل کرنے کے ارادے سے کوارٹر گارڈ پہنچے جہاں چرن داس ڈیوٹی دے رہا تھا تو غازی نے گارڈ روم میں داخل ہو کر اپنی بندوق نکال کر لوڈ کی اور باہر نکل کر اس ملعون کو للکارا "اب بتا اے گستاخ رسولؐ میں تم سے جواب طلبی کا حق رکھتا ہوں یا نہیں" اس للکار پر اس نے بھی پوزیشن سنبھال لی مگر عاشق رسولؐ کی پہلی ہی گولی اسے جہنم رسید کر چکی تھی۔ [۳۰] غازی عبداللہ شہیدؒ جب بدکار چنچل سنگھ کو مارنے گئے تو چنچل سنگھ کو دور ہی سے للکار کر کہا کہ "تیار ہو جاؤ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عاشق آن پہنچا ہے"۔ [۳۱]

Marfat.com

قتل کا اقرار اور اس پر اصرار

ایک اور خصوصیت جو تمام شہیدانِ ناموس رسالت میں یکساں نظر آتی ہے، یہ ہے کہ تمام غازیوں نے شاتمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرنے کے بعد قتل کا برملا اقرار کیا اور قتل کا اقرار کرنے میں کسی قسم کی حیل وحجت یا سوچ بچار سے کام نہ لیا۔ علم الدین ؒ نے جب نابکار راج پال کو اس کی دکان میں گھس کر قتل کر دیا تو قتل کے بعد چند قدم دور رود یا رتن کے ٹال پر پہنچے۔ وہاں نلکے پر راج پال کے ناپاک لہو سے اپنے ہاتھوں کو پاک کیا۔ ہاتھ دھو کر واپس راج پال کی دکان کی طرف لپکے۔ وہاں شور برپا تھا۔ غازی ؒ نے پکار کر کہا کہ راج پال کا قاتل میں ہوں۔ ناموس سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تحفظ کا فریضہ میں نے ادا کیا ہے۔ یہ کارِ خیر میری قسمت میں لکھا تھا۔ ۳۲

غازی عبدالقیوم شہید کے وکیل سید محمد اسلم نے صفائی کا موقف پیش کیا انہوں نے مقدمے کے بنیادی نکات اور اقدام قتل کے محرکات پر تین گھنٹے تک مدلل بحث کی۔ اِن کی تقریر کے بعض حصے اُس قدر اہم تھے کہ اُنہیں قانون و انصاف کی تاریخ میں ہمیشہ زریں حروف میں لکھا جائے گا۔ انھوں نے "اشتعال" کے قانونی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے یہ نکتہ پیش کیا "سوال یہ ہے کہ عبدالقیوم نے یہ اقدام انتہائی اشتعال کے عالم میں کیا ہے تو کیوں نہ اسے وہ کم سے کم سزا دی جائے جس کی دفعہ ۳۰۲ کے تحت قانون نے دی رکھی ہے۔ اگر موجودہ قانون، زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے یا کسی عورت کے معاملے میں قاتل کو "اشتعال" کی رعایت دیتا ہے تو رعایت کا یہ اصول عبدالقیوم کے مقدمہ میں کیوں قابل قبول نہیں ہے۔ جب کہ ایک مسلمان کے لیے ناموس رسول ﷺ پر حملے سے زیادہ اور کوئی

Marfat.com

اشتعال انگیزی نہیں ہو سکتی"۔ وکیل صفائی کی تقریر کے دوران میں جج نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ کے اس اظہار خیال سے فرقہ وارانہ کشیدگی میں اضافہ نہیں ہو گا؟ سید محمد اسلم نے اس موقع پر جواب دیا "جناب والا! مسلمان، حکومت اور ہندو اکثریت کو یہ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے ہیں کہ ان کے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس بارے میں مسلمانوں کے جذبات کیا ہیں مگر ان دونوں نے ذرا توجہ نہ دی۔ اب مجھے عدالت میں یہ واضح کرنے کا موقع مل رہا ہے کہ جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے، وہ ناموس رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف اُٹھنے والی ہر آواز اور قوت کو ختم کر کے رہے گا۔ اس معاملے میں مسلمان کو تعزیرات ہند کی پروا ہے، نہ پھانسی کے پھندے کی" لیکن عدالت نے یہ اپیل خارج کر دی۔ غازی کی سزائے موت بحال رہی۔ .... کراچی سے مسلمانوں کے ایک وفد نے علامہ اقبالؒ سے ملاقات کر کے کہا کہ آپ وائسرائے سے ملاقات کر کے اُسے آمادہ کریں کہ غازی عبدالقیومؒ کی سزائے موت عمر قید میں بدل دی جائے۔ علامہ اقبالؒ وفد کی یہ گفتگو سن کر دس بارہ منٹ بالکل خاموش رہے۔ پھر فرمایا "کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے۔ ارکان وفد نے کہا "نہیں، اس نے ہر عدالت میں اپنے اقدام کا اقبال اور اعتراف کیا ہے۔ اس نے نہ تو بیان تبدیل کیا اور نہ لاگ لپیٹ اور اینچ پینچ کی کوئی بات کہی ہے۔ وہ تو کھلے خزانے کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے۔ مجھے پھانسی کے پھندے سے بچانے کی کوشش مت کرو" یہ گفتگو سن کر علامہ کا چہرہ تمتما اٹھا، انھوں نے برہمی کے لہجے میں فرمایا۔ جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب کی راہ میں کیسے حائل ہو سکتا ہوں؟ کیا تم یہ

Marfat.com

چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لیے وائسرائے کی خوشامد کروں جو زندہ رہا تو غازی ہے اور مر گیا تو شہید ہے"۔ ۳۳

غازی مرید حسینؒ کے مقدمہ میں غازی صاحب کے بیان کی باری آئی تو آپ نے قتل کی تمام وجوہات اور واقعات پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا "ڈاکٹر رام گوپال کو شونا تھ اور نہ ہی کسی اور نے قتل کیا بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ اس نے حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں گستاخی کی۔ مسلمان اس پر صدائے احتجاج بلند کرتے رہے لیکن ہندوؤں کی خوشنودی کے لیے سرکار برطانیہ کی انتظامیہ حسب سابق خاموش تماشائی بنی رہی۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا غلام ہوں۔ میری غیرت ایمانی یہ کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ میری زندگی میں کوئی بد طینت ایسی حرکت کرے اور انجام کو نہ پہنچے۔ چنانچہ میں نے رام گوپال کو دن دہاڑے اور سب کے سامنے علانیہ قتل کر دیا۔ کمپونڈروں کی بدحواسیاں اور وکیلوں کی قانونی موشگافیاں مجھے بچا سکتی ہیں لیکن میں بے گناہ شونا تھ کو پھنسانے اور اپنی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولنے کے لیے ہرگز ہرگز تیار نہیں"۔ جج، وکلا، حاضرین اور آپ کے لواحقین آپ کی ولولہ انگیز اور ایمان افروز حقیقت بیانی پر حیرت و استعجاب کی تصویر بن گئے۔ بہر کیف اقرار قتل پر آپ کو دوبارہ سزائے موت سنائی گئی۔ ۳۴

قتل کرنے کے بعد غازی میاں محمدؒ نے اقرار قتل کیا تو کمانڈنگ افسر مطمئن نہ ہوا۔ اسے شک گزرا کہ شاید میاں محمد نے یہ سب کچھ نشے کی حالت میں کیا ہے۔ اس لیے فوری طور پر آپؒ کو ڈاکٹری معائنے کے لیے بھجوا دیا۔ ڈاکٹر کرنل نور محمد صاحب نے آپ کا طبی معائنہ کیا اور غازی صاحب کو اسلامی اخوت سے سرشار ہو کر کہا "آپ اپنا بیان سوچ سمجھ کر دیں۔ آپ سٹیٹ منٹ کمانڈنگ

Marfat.com

افسر کے سامنے دے چکے ہیں۔ اس سے صرفِ نظر تو ہو سکتا ہے لیکن جو بیان آپ اب دیں گے۔ تمام معاملے کا انحصار اسی پر ہو گا۔ اس لیے پہلے بیانوں میں تبدیلی کر لینے ہی میں بہتری ہے۔" غازی ممدوح نے جواب دیا "ڈاکٹر صاحب! آپ کا خیال ہو گا کہ اگر میں بیان تبدیل کر لوں تو میری جان بچ جائے گی۔ لیکن میں ایسا نہیں کرنا چاہتا۔ ایک جان تو کیا، اگر میری ہزار جانیں ہوتیں تو میں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی عزتوں پر بھی قربان کر دیتا۔" [۳۵]

شہیدوں کے والدین کا ردِ عمل

ہر ایک کو اپنی اولاد سے شدید محبت ہوتی ہے۔ اولاد کی خوشیوں کو پورا کرنا والدین کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے۔ اولاد کے پیر میں کانٹا چبھ جائے تو بھی ماں باپ برداشت نہیں کر سکتے۔ اولاد ذرا آنکھوں سے اوجھل ہو تو والدین کی حالت دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ والدین کی بے لوث محبت بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کام آتی ہے۔ جہاں شدید محبت ہوتی ہے، وہاں والدین کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ جو کام ہم نہیں کر سکتے، وہ ہماری اولاد پورا کرے۔ غازیوں کے والدین بھی بجائے غازیوں کے اس اقدام پر ناراضی کے اظہار کے، نہایت خوش ہونے اور اپنی سب سے عزیز چیز اولاد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و حرمت پر خوشی خوشی قربان کر دیا۔

مثلاً غازی علم الدین کے والد میاں طالع مند کو جب معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے نے شاتم سرکار کو مار دیا ہے تو انھوں نے کہا "اگر یہ نیک کام میرا بیٹا نہ کر سکتا تو مجھے دکھ ہوتا۔" [۳۶]

علم الدین کی شہادت کے موقع پر شہید کی والدہ نے فرمایا "اگر میرے

سات لٹھ کے ہوتے اور وہ اسی طرح تحفظِ ناموس رسالتؐ کے لیے قربان ہو جاتے تو میں زیادہ خوش ہوتی"۔ [۳۷]

غازی محمد صدیقؒ نے اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کی "مجھے خواب میں ایک دہن دراز کافر دکھلا کر بتایا گیا ہے کہ یہ ناہنجار توہین نبویؐ کا مرتکب ہو رہا ہے، اسے گستاخی کا مزہ یوں چکھاؤ کہ آئندہ کوئی شاتمِ رسولؐ اس امر کی جرأت نہ کر سکے۔ میں قصور اپنے ماموں کے پاس جا رہا ہوں۔ گستاخ موذی وہیں کا رہنے والا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس ذلیل کُتّے کی ذلّت ناک موت میرے ہی ہاتھوں واقع ہو گی۔ نیز مجھے تختۂ دار پر جامِ شہادت پلایا جائے گا۔ آپ دعا فرمائیں کہ بارگاہِ نبوّت میں میری قربانی منظور ہو اور میں اپنے اس عظیم فرض کو بطریقِ احسن نبھا سکوں"۔ ماں نے بخوشی اجازت دے دی۔ [۳۸]

پھر سیشن کورٹ میں فیصلے کے دن حضرت قبلہ غازی (صدّیق) صاحب کی والدہ صاحبہ نے اپنے جواں سال بیٹے کی پیشانی چومتے ہوئے نہایت حوصلہ کے ساتھ فرمایا "میں خوش ہوں جس رسولؐ کی شان و عظمت کے تحفظ لیے تم قربان گاہ پر جا رہے ہو، اس رسولؐ کی شان قائم رکھنے کے لیے مجھے تم جیسے بیس بیٹوں کی قربانی بھی دینا پڑے تو ربِ کعبہ کی قسم، کبھی دریغ نہ کروں"۔ [۳۹]

شہیدِ رسالتؐ کا عظیم منصب عطا ہونے پر غازی محمد صدیق شہیدؒ کی والدہ نے دیگر خواتین کو بھی اس موقع پر چیخ پکار سے سختی کے ساتھ منع کر رکھا تھا۔ جب کوئی عورت تعزیت کی غرض سے ان کے پاس آتی تو آپ فرماتیں "یہ غم و اندوہ کیسا؟ حضورؐ پر قربان ہونا تو خوشی کا مقام ہے"۔ [۴۰]

غازی مرید حسین شہیدؒ کی نعش کو گاڑی سے اُتارا گیا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے اعلان کرا دیا کہ کوئی بھی غازی صاحب کو نہ روئے بلکہ سب لوگ کلمہ درود

Marfat.com

کا ورد جاری رکھیں"۔ [۴۱] غازی مرید حسینؒ کی شہادت کے وقت ان کی والدہ ماجدہ کا نورانی چہرہ ایک عجیب و غریب کیفیت و اطمانیت کا عکاس تھا۔ [۴۲]

غازی میاں محمد شہیدؒ جیسے جوان بیٹے کے شہید ہونے کی خبر پاکر بھی ماں نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا۔ گاؤں کی عورتیں جب افسوس کے لیے آئیں تو وہ خود روئیں نہ کسی اور کو رونے دیا۔ بلکہ کہا کہ میرا لڑکا شہید ہوا ہے، مرا نہیں اور یہ باعث مبارک ہے۔ [۴۳]

غازی میاں محمدؒ کی شہادت پر ان کے والد بھی خوشی کا اظہار کر رہے تھے ملک نور محمد صاحب کے بقول قبلہ والد صاحب پھانسی کے وقت کوٹھڑی میں بھی موجود تھے بلکہ کنٹوپ بھی انھوں نے اپنے ہاتھ سے بیٹے کو پہنایا تھا اور کلمہ شریف اور درود شریف کا ورد کرتے رہے تھے۔ [۴۴]

موقع سے فرار نہ ہونا، خود گرفتاری دینا

تمام غازی شاتمان رسولؐ کو قتل کرنے کے بعد اطمینان سے وہیں رہے، بھاگنے کی کوشش نہ کی۔ ورنہ غازیوں کو یہ موقع میسر تھا کہ وہ چاہتے تو بھاگ سکتے تھے۔ مگر ان کا یہ اقدام باعث شرم نہیں، باعث افتخار تھا، وہ فرار ہو کر ان انعامات و اعزازات سے فرار نہیں چاہتے تھے کہ جن کو دنیا کی نظریں نہیں دیکھ سکتیں لیکن وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر جھوم رہے تھے۔

"راجپال کا کام تمام کرنے کے بعد غازی علم الدینؒ بڑے اطمینان سے ٹال پر پہنچا۔ پانی کے نل پر بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے ملعون راجپال کے ناپاک خون کو صاف کیا اور ابھی پانی پینے ہی والا تھا کہ ایک شور اس کے کانوں میں پڑا۔ راجپال قتل ہو گیا، قاتل کو پکڑو، جانے نہ پائے"۔ شور مچانے والے سب ہندو

تھے۔ ان کے ہاتھوں میں برچھیاں تھیں، لاٹھیاں تھیں۔ ٹال کے قریب آ کر ان کے قدم خود بخود رُک گئے۔ غازی بڑے سکون سے اپنی تشنگی بجھا رہا تھا۔ تب اس نے شانِ بے نیازی سے تعاقب کرنے والے ہندوؤں کو دیکھا جن کو کسی غیر مرئی طاقت نے کچھ فاصلے پر ہی روک رکھا تھا۔ کسی ہندو میں جرأت نہ تھی کہ بڑھ کر علم الدین کے قریب آئے اور پکڑے۔ غازی علم الدین یہ صورتِ حال دیکھ کر مسکرایا۔ اور پھر خود ہی تھانے کی طرف چل دیا۔[۴۵]

نتھورام نے "ہسٹری آف اسلام" شائع کی۔ اس کتاب میں ناموسِ رسالت پہ رکیک حملے کیے گئے تھے۔ عبدالقیومؒ نے عدالت میں نتھورام کو قتل کر دیا۔ غازی عبدالقیوم نے پولیس کی گرفت سے بچنے اور فرار ہونے کی ذرّہ برابر کوشش نہیں کی۔ اس نے نہایت ہنسی خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔[۴۶]

پالا مل نامی ایک بدبخت ہندو مسلمانوں کو ذہنی اذیت پہنچانے کے لیے اسلام کے خلاف باتیں کرتا۔ اولیائے عظامؒ کے متعلق گالیاں بکتا نیز نمازی کی نقلیں اُتارتا اور اپنی عجیب و غریب حرکتوں سے ہندوؤں کو خوش کرتا۔ بڑھتے بڑھتے بات پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تک پہنچ گئی تو پورے شہر میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں کی طرف سے محمد کلیم پیر صاحب نے عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا۔ حاکم عدالت نے فیصلہ میں لکھا کہ "میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ملزم نے واقعی توہین رسول کی ہے۔ جس سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوئے اور سخت فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس لیے پالا مل شاہ سنار کو چھ ماہ قید اور دو سو روپے کی سزا دی جاتی ہے۔ یہ فیصلہ صرف مسلمانوں کے فساد کے ڈر سے دیا گیا تھا ورنہ چاہیے تو یہ تھا کہ اس کو پھانسی کی سزا دی جاتی۔ اس پہ ایک مردِ مجاہد غازی محمد صدیقؒ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ناموس کی حفاظت کی خاطر اس ہندو کو جا لیا اور عینی

Marfat.com

شاہدوں کے مطابق اس وقت تک بدبخت کے سینے سے نہ اُترے جب تک اس کی موت کا یقین نہ ہو گیا۔ برادرِ محترم رائے محمد کمال اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ "موقع پر موجود افراد کا بیان ہے کہ اگر غازی صاحب فرار ہونا چاہتے تو بآسانی ایسا کر سکتے تھے مگر انھوں نے اپنے کام سے فارغ ہو چکنے کے بعد دوگانہ نماز شکرانہ ادا کی اور قریبی مسجد کی سیڑھیوں پر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے۔" ۹۷

جیوانوں کے ڈاکٹر رام گوپال (جس کی حرکت پر جوان بھی شرمندہ ہوتے ہوں گے) نے محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کی توہین کی تو مسلمان چیخ اُٹھے اور ایک مردِ مجاہد غازی میاں مرید حسینؒ نے کچھ مشکلات کے بعد آخر اس کو پالیا اور اس کے گھر میں اسے واصل جہنم کر دیا۔ رام گوپال کو قتل کرنے کے بعد خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا مگر اس کے لیے شرط رکھی کہ کوئی کافر قریب نہ آئے۔ وہ کسی مسلمان ہی کو گرفتاری دیں گے۔ ۹۸

ایک ڈوگرے کو نعت پڑھتے دیکھ کر دوسرے ڈوگرے چرن داس نے اُسے گالیاں دینا شروع کیں۔ اس بدبخت نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بھی غلیظ زبان استعمال کی تو غازی میاں محمدؒ نے اسے خبردار کیا کہ "دوبارہ اپنی غلیظ زبان سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ جملے کہنے کی جرأت ہرگز نہ کرنا۔" جب تنبیہ پر بھی وہ باز نہ آیا تو غازی میاں محمدؒ نے اس کی شکایت افسرانِ بالا سے کی۔ انھوں نے کوئی نوٹس نہ لیا تو غازی نے اس جہنمی کو قتل کر دیا۔ قتل کے بعد بھاگنے کے بجائے خود بگل بجا کر پلٹن کو خطرے کا الارم دیا۔ ۹۹

غازی میاں محمد شہیدؒ نے نہ صرف قتل کرنے کے بعد بھاگنے کا موقع ضائع کیا بلکہ "چھاؤنی کے علاقہ میں پولیس کے ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر جنرل خاں بہادر بے ایس اے کریم رہتے تھے۔ ایک دن انھوں نے غازی میاں محمدؒ سے کہا کہ آپ پر کوئی خاص پابندی

Marfat.com

نہیں اور مسلمانوں کے علاوہ گورا پلٹن کے بھی لوگ آپ پر بے حد اعتماد کرتے ہیں۔ اگر آپ کسی طریقہ سے میرے بنگلہ تک آجائیں تو میں آپ کو بحفاظت یہاں سے نکال کر جہاں جانا چاہیں گے، وہاں پہنچا دوں گا"۔ جواباً آپ نے کہا کہ "آپ کا مطلب ہے کہ میری جان بچ جائے گی۔ کیا آپ گارنٹی دے سکتے ہیں کہ میری موت کا متعین وقت ٹل سکتا ہے۔ میں کسی صورت ان لوگوں کے اعتماد کو دھوکا دے کر بھاگنے کی سوچ بھی نہیں سکتا"۔ ۵۰

غازی میاں محمد کے نہ بھاگنے کا گورا پلٹن کو اس قدر یقین تھا کہ جب دوسری مرتبہ صوبیدار ملک غلام محمد اپنی بیوی اور چھوٹے بچے عطا محمد کو لے کر مدراس گئے تو ایک دن کورٹ مارشل کیس کا ملزم غازی میاں محمدؒ ایام اسیری میں عام اجازت سے اپنے چھوٹے بھائی کو سائیکل پر بٹھا کر ائرپورٹ پر ہوائی جہاز دکھانے لے گیا۔ آپؒ ننھے بھائی کو چومتے تھے اور کبھی گلے لگاتے اور سیر و تفریح کے بعد برادر حقیقی کے ساتھ پیار محبت کی باتیں کرتے ہنستے مسکراتے ہوئے لوٹ آئے۔ ۵۱

مردود چنچل سنگھ پہلے مسلمان تھا اور نور محمد نام تھا، ایک عورت کو اغوا کر کے بھاگا تو سکھوں کی پشت پناہی چاہی اس پر سکھوں نے شرط رکھی کہ جب تک تم ہمارے مذہب میں شامل نہیں ہو جاتے، ہم تمھاری مدد نہیں کریں گے۔ اس نے بغیر سوچے سمجھے سکھ مذہب اختیار کر لیا۔ سکھوں کے حکم پر اس بدبخت سکھ نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات کہتا تھا۔ اس پر غازی عبداللہ نے چنچل سنگھ کو اس وقت مارا جب وہ اپنی معشوقہ کے ساتھ اپنی زمین پر تھا۔ چنچل سنگھ کو مارنے کے بعد غازی محمد عبداللہؒ نے اس کی معشوقہ کو بھی قتل کیا۔ قتل کے بعد "غازی عبداللہ نے چھری زمین پر رکھ دی اور خود بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو کر خدائے وحدہ لاشریک کا شکر بجا لائے جس نے اسے اپنے

Marfat.com

حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ماننے کی توفیق بخشی۔ پھر اٹھ کر بھاگ نہیں نکلے بلکہ بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ وہیں بیٹھ گئے۔ ایک عجیب عالم تھا۔ بد باطن چنچل سنگھ کی گردن کٹی پڑی تھی اور وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ قاتل چند قدم کے فاصلے پر بیٹھا تھا مگر کسی سکھ میں اس کے قریب آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ کچھ سکھوں نے بھاگم بھاگ اس سانحے کی اطلاع پولیس کو دی۔ پولیس آئی تو اس وقت بھی وہ بے حد اطمینان سے چنچل سنگھ کی لاش کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا جیسے پولیس کے انتظار میں ہوں۔ پولیس کے سپاہی یہ منظر دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔" [۵۲] غازی امیر احمدؒ نے ایک کتاب میں ایک کارٹون دیکھا اور کانپ کر رہ گئے کیونکہ اس کارٹون پر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھا تھا۔ غازی نے اپنے دوست غازی عبداللہ کو اپنے گھر کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی اور چل پڑے شاتم رسولؐ کو قتل کرنے کے لیے۔ اس پر ان کے دوست غازی عبداللہؒ بھی ساتھ ہو لیے۔ کہنے لگے کہ آقاؐ صرف تمھارے ہی نہیں، بلکہ ہم سب کے آقاؐ ہیں۔ میں بھی جاؤں گا۔ دونوں دوست کلکتہ پہنچ گئے۔ اس کتاب کا ناشر ہی مصنف بھی تھا۔ ان دونوں نے اسے قتل کر دیا۔ قتل کے بعد وہ سڑک پر کھڑی ٹریفک پولیس کو کہتے ہیں کہ انھوں نے قتل کیا ہے۔ مگر پولیس مارے خوف و دہشت کے بھاگ کھڑی ہوئی۔ آخر انھوں نے بھاگنے کے بجائے خود ہی قریبی تھانے کو فون پر قتل کی اطلاع دی اور خوش خوش گرفتار ہو گئے۔ [۵۳]

جامِ شہادت پینے کی خوشی

درحقیقت انسان مرنے سے صرف اس لیے گھبراتا ہے کہ جانے حیاتِ ابدی میں کس حال سے رہنا نصیب ہو لیکن جنھیں اپنا مقام و مرتبہ سامنے نظر آ رہا ہو،

Marfat.com

جنھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کی خوشخبری ہو، وہ تو فوراً اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے بے قرار ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے غازی علم الدین شہیدؒ کو جب کسی نے اقبالِ فعل سے باز رہنے کو کہا تو آپ نے یہی جواب دیا کہ "تم لوگ مجھے شہادت کے جام سے کیوں محروم رکھنا چاہتے ہو۔ میں ہر جگہ یہی اعلان کروں گا کہ راجپال کو میں نے قتل کیا ہے۔ اس ایک جان کی کیا بات ہے، اگر مجھے دس جانیں مل جائیں تو میں وہ بھی ناموسِ رسالت کی پاسداری پر قربان کر دوں گا۔ یہ قتل میرے نامۂ اعمال کا اعزاز ہے اور میں اس اعزاز سے محروم ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں حاضر نہیں ہو سکتا۔[۵۴]

"سیشن جج نے غازی مرید حسینؒ کو سزائے موت سنائی تو مسلمان سخت مضطرب ہوئے۔ البتہ ہندو خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے کیونکہ اس معاملے میں فتح و شکست ایک قوم کی فتح و شکست سمجھی جانے لگی تھی۔ چنانچہ مسلمان زعماء اور آپ کے ورثاء عدالتی فیصلہ سن کر ایک دفعہ اور قسمت آزمائی کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ آخر کافی سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہائی کورٹ میں سزائے موت کے خلاف اپیل دائر کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی وکلاء نے ورثا کو یہ مشورہ دیا کہ وہ غازی صاحب کو سمجھائیں کہ یا تو وہ قتل سے انکار کر دیں یا ذو معنی باتیں کریں تاکہ معاملہ الجھ کر رہ جائے۔ اگر یہ بھی انہیں منظور نہ ہو تو کم از کم یہ کریں کہ عدالت میں بالکل خاموشی اختیار کر لیں اور کوئی بیان نہ دیں۔ وکلاء نے فیصلے کی نقول حاصل کر کے اپیل دائر کرنے کی تیاری شروع کر دی اور آپ کے عزیز و اقارب نے آپ کو سمجھانے کے لیے ملاقاتوں کا آغاز کر دیا۔ آپ کو کہا گیا کہ آپ جان بوجھ کر موت کو کیوں دعوت دے رہے ہیں۔ جب مقدمے کے حالات آپ کے حق میں ہیں تو آپ کیوں نہیں انکار کر دیتے۔ کیا معلوم زندگی میں اسلام کی خدمت کا پھر کوئی اور

Marfat.com

موقع نصیب ہو جائے۔ آپ نے فرمایا "میں جھوٹ بول کر جان بچانے کو بزدلی اور گناہ سمجھتا ہوں۔ عدالت میں خاموشی اختیار کر لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں موت سے ڈر کر ایسا کر رہا ہوں"۔ اس پر چودھری خیر مہدی اور دوسرے عزیزوں نے ناراض ہوتے ہوئے کہا "ہم در در کی خاک چھان رہے ہیں۔ شہر شہر میں دھکے کھاتے پھر رہے ہیں تاکہ مقدمہ میں کامیابی ہو۔ لیکن آپ ہماری کوششوں پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ آخر ہمارا بھی کچھ خیال کریں"۔ آپ اس اظہار ناراضگی سے افسردہ سے ہو گئے اور کہنے لگے "بھائی جان! میں نے تو آپ کو پہلی ملاقات پر ہی کہہ دیا تھا کہ مقدمے کی پیروی یا وکیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ جو کچھ کرتے رہے، اپنی مرضی سے کرتے رہے ہیں۔ آپ کی ہمدردیوں کا شکریہ۔ لیکن میں برادری کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بول کر اللہ تعالیٰ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض نہیں کر سکتا۔ آپ بے شک پیروی چھوڑ دیں اور گھر چلے جائیں۔ آپ مجھے بچانے کی فکر میں ہیں اور میں شہادت کے لیے بے قرار ہوں"۔ ۵۵

غازی میاں محمدؒ کے سلسلے میں جب اٹھارہ گواہوں کے علاوہ تین ڈاکٹروں کی شہادت بھی ریکارڈ پر آئی۔ جرح کے دوران انھوں نے متفقہ موقف اختیار کیا "کہ اس آدمی (غازی میاں محمدؒ) نے جو کچھ کیا ہے، ہماری رائے میں وقوعہ کے وقت اسے اپنے جذبات پر قابو نہ تھا"۔ مگر غازی میاں محمدؒ اپنے سابقہ بیان پر ڈٹے رہے اور کہا "میں نے جو کچھ کیا، خوب سوچ سمجھ کر اور جان بوجھ کر کیا کیونکہ چرن داس نے ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی"۔ کورٹ مارشل کے دوران ان کو ایک وکیلانہ رائے دی گئی کہ آپ یہ کہیں کہ گولی چلانا اپنی جان بچانے کو جوابی حملہ تھا لیکن غازی صاحبؒ کسی قسم کی تاویل و تحریف پر رضامند نہ تھے۔ انھوں نے دو ٹوک جواب دیا "میں اپنی جان بچانے کے لیے اس واقعے کو کوئی دوسرا رنگ

نہیں دینا چاہتا۔ بلاعذر و معذرت جان حاضر ہے۔ [56]

غازی محمد عبداللہؒ کو ضلع شیخوپورہ میں کوئی گواہ شناخت نہیں کر سکتا تھا۔ اس بات کی آڑ میں مقدمہ کے دوران بعض مسلمانوں نے اس کو مالی و قانونی امداد کی پیش کش کرنے کے علاوہ یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ اقبال جرم نہ کریں تو بآسانی عدالت سے بری ہو سکتے ہیں۔ مگر عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس متوالے اور ناموس رسالت مآبؐ کے دیوانے نے کسی پیش کش کو قبول نہ کیا اور کہا کہ میں اس ثواب عظمیٰ اور سعادت دارین سے محروم نہیں رہنا چاہتا۔ [57]

غازیوں نے بڑی بے تابی سے فیصلہ کا انتظار کیا اور فیصلہ سن کر بے حد مسرت کا اظہار کیا۔ دراصل وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار عالی میں حاضری کے لیے حد بے چین تھے۔

فیصلہ سن کر غازی علم الدینؒ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ قتل کے ملزم عموماً دو تین تین سال حوالاتوں اور جیلوں میں پڑے سسکتے رہتے ہیں، تب کہیں انہیں تختۂ دار پہ لٹکایا جاتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ صرف چھ ماہ اور نو دنوں کے اندر اندر میرے مقدمے کے تمام مراحل طے ہو گئے۔ اب میری دلی خواہش ہے کہ میں جلد از جلد اس دار فانی سے رخصت ہو کر بارگاہ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضری دوں۔ [58] جب علم الدینؒ کو بتایا گیا کہ کل علی الصبح پھانسی دے دی جائے گی تو آپ یہ آخری فیصلہ سن کر بے حد خوش ہوئے۔ چہرے پر خون کی لہر دوڑ گئی اور رنگ کندن کی طرح چمک رہا تھا۔ [59] ۳۱ اکتوبر بروز جمعرات میانوالی جیل ہی میں اس بطل حریت کو تختۂ دار پہ چڑھانے کا اہتمام کر لیا گیا۔ اس روز صبح صادق کے وقت جب آپ تک پیغام دار پہنچایا گیا تو آپ کا چہرہ فرط مسرت سے کھل اٹھا۔ آپ نے دو نوافل ادا کیے۔ اور چہرے پہ ملکوتی تبسم لیے جیل حکام کے ساتھ چل پڑے۔ [60]

Marfat.com

غازی علم الدینؒ نے بڑے اطمینان اور وقار کے ساتھ چلتے ہوئے تختۂ دار کی طرف آگے بڑھ کر پھندے کو چومتے ہوئے خوشی سے زیبِ گلو کر لیا۔ درود و سلام پڑھتے ہوئے اور کلمہ شہادت باآوازِ بلند پڑھتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر کے حیاتِ جاوداں پائی۔ [۶۱]

غازی علم الدینؒ نے تختۂ دار پر کھڑے ہو کر فرمایا "حاضرین بلاشبہ شاتمِ رسولﷺ کا قاتل میں ہوں۔ میں نے اسے جذبۂ عشق سے سرشار ہو کر قتل کیا ہے۔ اب آپ سب میرے کلمے کے گواہ رہنا" یہ کہہ کر آپ نے باآوازِ بلند کلمہ شہادت پڑھا۔ پھانسی کا پھندا آپ کے گلے میں ڈال دیا گیا اور آپ نے دار و رسن کو چوما اور درود و سلام کا ورد کرتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ [۶۲]

شہیدِ رسالت غازی محمد صدیقؒ کے بھائی نے بتایا کہ "ہمیں ۵ مارچ ۱۹۳۵ء کو آخری ملاقات کے لیے ضلعی جیل فیروزپور میں پابند کیا گیا۔ ہم لوگ طلوعِ آفتاب کے وقت جیل خانہ کے مین گیٹ پر پہنچ چکے تھے۔ غازی صاحبؒ ہمیں نہایت خندہ پیشانی سے ملے اور تمام وقت ہنس ہنس کر گفتگو فرمائی۔ انھوں نے ہمیں صبر و ضبط کی خاص طور پر تلقین کی۔ فرمایا، خواہش تھی کہ میری زندگی کسی کام آئے اور میرا نام شمعِ نبوتﷺ کے جانثار پروانوں میں لکھا جائے۔ میں نے قصۂ زندگی کو بفضلہ تعالیٰ لہو کے چھینٹوں سے رنگین بنا لیا ہے۔ اِن شاء اللہ کل میری روح گنبدِ خضریٰ کے سائے میں شوخیٔ تقدیر پر سجدۂ تشکر بجا لا رہی ہو گی۔ میرے بعد ہرگز آہ و زاری اور واویلا نہ کریں۔ کہا مجھے صرف قرآن اور صاحبِ قرآن (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے انس ہے، آپ بھی ہمیشہ انہی سے لو لگائے رکھیں"۔ [۶۳]

جوں جوں غازی مرید حسینؒ کی شہادت کا وقت قریب آتا جاتا تھا، غازی صاحب کا شوقِ شہادت بڑھتا جاتا تھا۔ آخری ایام میں ملاقات کرنے والوں کا

Marfat.com

بیان ہے کہ ان کے چہرے پر وہی مسکراہٹ رقصاں تھی جو موذی کو مارنے کے موقع پر اور وارثوں کی پہلی ملاقات کے وقت تھی۔ البتہ آپ کا دل وصالِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے بے قرار رہتا تھا۔[۶۴] وقتِ شہادت غازی مرید حسین درود شریف پڑھ رہے تھے۔ ڈپٹی مجسٹریٹ نے آپ سے کہا زبان کو حرکت نہ دیں۔ آپؒ نے فرمایا "میں اپنا کام کر رہا ہوں، آپ اپنا کام کیجیے"۔[۶۵]

پھانسی کے وقت غازی میاں محمدؒ کے والد بھی کوٹھڑی میں موجود تھے بلکہ کنٹوپ انھوں نے اپنے ہاتھ سے پہنایا اور کلمۂ شریف اور درود شریف کا ورد کرتے رہے۔ غازی موصوف ایک امتیازی شان سے چلتے ہوئے تختۂ دار پر جا کھڑے ہوئے۔ نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ایک بار مدینہ منورہ کی طرف چہرہ اٹھائے دیکھا اور بڑی عقیدت سے اپنا سر جھکا دیا۔ کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے پھانسی کا پھندا اپنے والد سے لے کر دوبارہ چوما اور اپنے گلے میں ڈال لیا۔ پھر تختۂ دار کھینچ دیا گیا۔ فضا اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ آپ کے چہرے سے نور برستا تھا اور ماحول خوشبو سے معطر ہو گیا۔[۶۶]

وزن بڑھنا

غازی علم الدین کے بارے میں ہے کہ:

"۲۲ مئی ۱۹۲۹ء کو غازی موصوف کا وزن ۱۲۸ پونڈ تھا اور شہادت کے دن ان کا وزن ۱۴۴ پونڈ کے قریب تھا۔ اس قیدی اور دیگر مجرموں میں از حد تضاد واقع ہوا ہے۔ عام طور پر موت کی سزا سن کر لوگ حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور غم و اندوہ کی وجہ سے سوکھ کر کانٹا ہو جاتے ہیں مگر غازی موصوف کی کیفیت کچھ اور تھی۔ کمال صبر و استقلال، چہرے پر رونق اور ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی اور شب و روز

Marfat.com

ان کے جسمانی وزن میں اضافہ ہوتا رہا۔[۶۷]

غازی محمد صدیق شہید کا وزن بھی زمانہ اسیری میں شہادت تک کئی پونڈ بڑھ گیا تھا۔[۶۸]

۳۱ مئی سے چار جون ۳۷ء تک مقدمہ کی سماعت کے بعد فوجی قواعد کے مطابق غازی میاں محمدؒ کا طبی معائنہ ہوا۔ ۱۹ جون ۳۷ء کو گورنمنٹ مینٹل ہسپتال کے سپرنٹنڈنٹ کی سفارش پر ایک ماہ کے لیے ۲۵ جون سے ۲۴ جولائی تک آپ کو ہسپتال میں رکھا گیا۔ اس دوران میں آپ کا وزن مزید ایک پونڈ بڑھ گیا۔[۶۹] ڈاکٹر صاحب نے اپنی تفصیلی رپورٹ میں اندراج کیا کہ "میں نے پورا مہینا میاں محمدؒ کو ٹیسٹ کیا، نفسیاتی جائزہ لیا۔ چھپ کر دیکھا اور ظاہراً بھی۔ لیکن اس عرصے میں یہ کبھی بھی فکر مند یا سوچ بچار کرتے نہیں پائے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ماہ میں ان کا وزن ایک پونڈ بڑھ گیا ہے۔ اگر ان کو یہ فکر ہوتی کہ میں قتل کے مقدمے میں ملوث ہوں اور خدا جانے میرا کیا حشر ہوگا تو کسی نہ کسی وقت تو ضرور فکر مند یعنی پریشان ہوتے۔ اس الجھن میں ان کا وزن کم ہوتا نہ کہ زیادہ۔"[۷۰]

غازی میاں محمدؒ کا ایام اسیری میں ہر ساتویں دن طبی معائنہ ڈاکٹر میجر مختار احمد خوشابی کرتے۔ ہر مرتبہ ان کی صحت پہلے سے بہتر ہوتی۔[۷۱]

یہ حقیقت دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ غازی میاں محمد شہیدؒ کو ۲۵ جون ۱۹۳۷ کو ملٹری ہسپتال میں داخل کر دینا پڑا۔ ان کا وزن اس وقت ۱۳۳ پونڈ تھا۔ ۲۴ جولائی ۱۹۳۷ء کو انہیں ہسپتال سے ڈسچارج کیا گیا تو ان کا وزن ۱۳۴ پونڈ نکلا اور جب پھانسی پانے سے چار دن پہلے یعنی ۱۸ اپریل ۱۹۳۸ کو ان کا وزن کیا گیا تو وہ ۱۳۶ پونڈ نکلا۔[۷۲]

حواشی :

(۱) رائے محمد کمال "غازی علم الدین شہیدؒ" ص ۵۸ (۲) ہفت روزہ "ہلال"

Marfat.com

راولپنڈی۔ ص ۷، ۴ (۳) ماہنامہ حکایت لاہور۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء مضمون قیدی نمبر ۱۰۵
تحریر ایم ایس ناز۔ ص ۲۴ (۴) ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی۔ ۳ اپریل تا ۱۹ اپریل
۱۹۸۷ مضمون "ہزارہ کا ایک ناموس سپوت غازی عبدالقیوم" تحریر میجر مولانا قاری فیوض الرحمٰن
ایم اے۔ ص ۸ (۵) نوائے وقت میگزین لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۸۸، مضمون غازی محمد صدیق
شہیدؒ۔ تحریر رائے محمد کمال۔ ص ۷ (۶) محمد منیر نوابی ایم اے "عاشقِ رسولؐ غازی
مرید حسین شہیدؒ" ص ۱۶۔۸۳ (۷) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ستمبر ۱۹۸۴ مضمون
"غازی میاں محمد شہیدؒ" تحریر میاں محمد ملک۔ ص ۷۔/ نوائے وقت، روزنامہ، راولپنڈی،
۱۳ اپریل ۱۹۸۲ء مضمون "ناموسِ رسالتؐ کا شیدائی غازی میاں محمد شہیدؒ" تحریر میاں
محمد ملک تلہ گنگ ص ۵/ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی۔ ۱۲ اپریل ۱۹۷۸ء مضمون
"ناموسِ رسالتؐ کا شیدائی غازی میاں محمد شہیدؒ" تحریر میاں محمد ملک تلہ گنگ/ نوائے وقت
۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء ص ۴ (۸) ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف دسمبر ۱۹۸۶ء مضمون
"ناموسِ رسالت کا پروانہ غازی عبداللہ شہیدؒ" تحریر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ ص ۶/ نوائے وقت
میگزین ۱۶ تا ۲۲ مارچ ۱۹۸۴ء ص ۱۶/ روزنامہ مشرق لاہور ۳۰ جون ۱۹۹۰ مضمون حضرت غازی
محمد عبداللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ تحریر رائے محمد کمال۔ ص ۱۱ (۹) رائے محمد کمال "حیات ناتک"
ص ۲۶ (۱۰) ظفر اقبال نگینہ "غازی علم الدین شہیدؒ" ص ۲۰۔۳۱ (۱۱) ہفت روزہ
"ختم نبوت" کراچی ۸ مئی ۱۹۸۷ مضمون "غازی علم الدین شہیدؒ" تحریر طاہر رزاق لاہور ص ۱۵
(۱۲) سہ ماہی "صدف" پاکستان نمبر ص ۴۲، ۴۳ (۱۳) محمد منیر نوابی ایم اے
"غازی مرید حسین شہیدؒ" ص ۲۳۔۴۹ (۱۴) رائے محمد کمال "غازی میاں محمد شہیدؒ"
ص ۱۰۵، ۱۰۶ (۱۵) رائے محمد کمال "غازی میاں محمد شہیدؒ" ص ۸۰۔۸۳/ ہفت روزہ ہلال
راولپنڈی مضمون غازی مرید حسین شہیدؒ ص ۱۵۲/ ہفت روزہ ہلال راولپنڈی ۱۶ تا ۲۲ ستمبر
۱۹۸۷ ص ۴۲/ نوائے وقت راولپنڈی ۲۲ اپریل ۱۹۸۱ مضمون غازی میاں محمد شہیدؒ

Marfat.com

تحریر میاں محمد تلہ گنگ / نوائے وقت پنڈی ۱۲۔ اپریل ۱۹۷۸ تحریر میاں محمد تلہ گنگ / نوائے وقت ۱۳۔ اپریل ۱۹۸۲ ص ۵ / ماہنامہ "نقیب اہلسنت" ص ۴۴ / ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ستمبر ۱۹۸۴ء مضمون غازی میاں محمد شہیدؒ تحریر میاں محمد ملک ص ۶۶ / نوائے وقت میگزین ۱۳ اپریل ۱۹۸۴ تحریر میاں محمد ملک ص ۸ (۱۶) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ستمبر ۱۹۸۴۔ تحریر میاں محمد ملک ص ۶۸، ۶۹ / رائے محمد کمال "غازی میاں محمد شہیدؒ" ص ۹۱ / نوائے وقت۔ راولپنڈی ۱۳ اپریل ۱۹۸۲ء ص ۵ / نوائے وقت راولپنڈی ۱۲۔ اپریل ۱۹۷۸ / ماہنامہ "نقیب" اہلسنت۔ ص ۴۵ / نوائے وقت۔ راولپنڈی۔ ۲۰۔ اپریل ۱۹۸۴ (۱۷) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۸۸ء مضمون غازی محمد صدیق شہیدؒ تحریر رائے محمد کمال ص ۷ / غازی محمد صدیق شہیدؒ مصنف رائے محمد کمال مسودہ۔ (۱۸) محمد منیر نوابی ایم اے "عاشق رسولؐ" غازی مرید حسین شہیدؒ ص ۱۳۱ / قریشی محمد شریف ظفر لیسپر وزی "غازی نامہ" ص ۳ / نوائے وقت ۷ مارچ ۱۹۸۴ مضمون غازی مرید حسین۔ تحریر خالد محمود کریالہ چکوال / محمد منیر نوابی "کلام عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۰ (۱۹) ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف دسمبر ۱۹۸۶ء مضمون غازی عبداللہ شہیدؒ تحریر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ ص ۷ / "نور اسلام" شرقپور شریف۔ دسمبر ۱۹۸۸ غازی عبداللہ شہید تحریر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ ص ۶ / نوائے وقت میگزین ۱۶ تا ۲۲ مارچ ۱۹۸۴ء مضمون غازی عبداللہؒ تحریر افضل علوی ص ۱۶ (۲۰) رائے محمد کمال غازی علم الدین شہیدؒ ص ۵۸، ۵۹ (۲۱) ایضاً ص ۶۵ (۲۲) ابروز ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۷ (۲۳) ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی ۸ مئی ۱۹۸۷ء مضمون علم الدین شہیدؒ۔ تحریر طاہر رزاق۔ لاہور ص ۱۴ (۲۴) محمد منیر نوابی ایم اے "عاشق رسولؐ" غازی مرید حسین شہید ص ۵۳، ۵۴۔ (۲۵) رائے محمد کمال "غازی میاں محمد شہیدؒ" ص ۱۲۳، ۱۲۴ (۲۶) ایضاً ۸۴، ۸۵ (۲۷) محمد ابوالفتح "بیان" غازی علم الدینؒ شہید ص ۳۷ / ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی ۸ مئی ۱۹۸۷ء مضمون غازی علم الدین شہیدؒ تحریر طاہر رزاق لاہور ص ۱۴ /

Marfat.com

ماہنامہ "حکایت" لاہور۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء مضمون قیدی نمبر ۱۰۵۔ تحریر ایم ایس ناز ص ۲۲

(۲۸) روزنامہ نوائے وقت میگزین ۲۵ نومبر ۱۹۸۸ء، مضمون محمد صدیق شہیدؒ
تحریر رائے محمد کمال۔ ص ۷/ "غازی محمد صدیق شہید" مصنف رائے محمد کمال۔ مسودہ۔

(۲۹) محمد منیر نوابی "کلام عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۱/ نوائے وقت
۷ مارچ ۱۹۸۴ء مضمون "غازی مرید حسین" تحریر خالد محمود دکریالہ چکوال / قریشی محمد شریف
ظفر پسروری "غازی نامہ نذرانۂ عقیدت بحضور پروانہ شمع رسالتؐ غازی مرید حسین شہیدؒ
ص ۴/ ہفت روزہ "ہلال" راولپنڈی ص ۱۴۹ (۳۰) ہفت روزہ "ہلال" راولپنڈی
۱۶ تا ۲۲ ستمبر ۱۹۸۷۔ ص ۲۴/ رائے محمد کمال "غازی میاں محمد شہیدؒ ص ۸۲، ۸۳/ ماہنامہ
"ضیائے حرم" لاہور" ستمبر ۱۹۸۴ء، ص ۶۶/ نوائے وقت پنڈی ۱۲۔ اپریل ۱۹۸۱/
ماہنامہ "نقیب" اہلسنت۔ اگست ۱۹۸۹ء ص ۴۴/ نوائے وقت پنڈی۔ ۱۲ اپریل
۱۹۷۸ء مضمون غازی میاں محمد شہیدؒ تحریر میاں محمد ملک تلہ گنگ/ روزنامہ نوائے وقت
لاہور ۱۳۔ فروری ۱۹۷۵ء از کیپٹن ممتاز ملک/ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۲۔ اپریل
۱۹۸۲۔ ص ۵/ نوائے وقت میگزین ۱۳۔ اپریل ۱۹۸۴۔ تحریر میاں محمد ملک (۳۱) ماہنامہ
"نورِ اسلام" شرقپور شریف، دسمبر ۱۹۸۶۔ تحریر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ۔ ص ۹/ ماہنامہ ضیائے حرم
جنوری ۱۹۸۷ ص ۷۳/ اسلام کے ایک گمنام شہید کی داستان" ایم اے حکیم ص ۵/
روزنامہ مشرق ۳۰ جون۔ ۱۹۹۰۔ تحریر رائے محمد کمال۔ ص ۱۱ (۳۲) راجا رشید محمود
"غازی علم الدین شہیدؒ، ایس ایس پبلی کیشنز، لاہور ص ۴ (۳۳) ہفت روزہ "ختم نبوت"
کراچی ۳۔ اپریل تا ۹ اپریل ۱۹۸۷۔ مضمون غازی عبدالقیوم تحریر میجر مولانا قاری فیوض الرحمٰن
ایم اے ص ۹، ۱۰/ جنگ ڈائجسٹ مضمون غازی عبدالقیوم شہیدؒ تحریر ابوالفضل صدیقی/
ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ نومبر ۱۹۷۴، مضمون غازی عبدالقیوم شہیدؒ۔ تحریر سید
وحید الدین ص ۶۹ ـــ ۷۱۔ (۳۴) محمد منیر نوابی "عاشق رسولؐ غازی مرید حسین شہیدؒ۔

Marfat.com

ص ۶۴، ۶۵ (۳۵) رائے محمد کمال "میاں محمد شہید۔ ص ۸۵ (۳۶) راجا رشید محمود "غازی علم الدین شہیدؒ ص ۴ (۳۷) رائے محمد کمال "علم الدین شہیدؒ۔ ص ۱۳۸۔ (۳۸) روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۲۵ نومبر ۱۹۸۸ "محمد صدیق شہیدؒ رائے محمد کمال ص ۷/غازی محمد صدیق شہید مصنف رائے محمد کمال۔ مسودہ (۳۹) ایضاً (۴۰) ایضاً (۴۱) محمد منیر نوابی "عاشق رسولؐ غازی مرید حسین شہیدؒ ص ۸۹ (۴۲) ایضاً ص ۹۱ (۴۳) رائے محمد کمال "غازی میاں محمد شہیدؒ ص ۶۲ (۴۴) ایضاً ص ۱۳۷ (۴۵) ماہنامہ "حکایت" لاہور۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء مضمون قیدی نمبر ۵-۱ تحریر ایم ایس ناز ص ۲۲/ہفت روزہ اشاعت "امروز" ۹ فروری ۱۹۷۹ مضمون "غازی علم الدین شہید ناموسِ رسولؐ پر قربان ہو گئے" تحریر مقبول جہانگیر ص ۴/نوائے وقت میگزین لاہور ۲۲ جولائی ۱۹۸۳ء مضمون "غازی علم الدین شہید فانی حیات کے بدلے ابدی حیات" تحریر رخسانہ دلپذیر۔ ص ۵/نوائے وقت ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء مضمون علم الدین شہیدؒ تحریر ایم۔ ایس ناز/میاں محمد ابوالفتح "غازی علم الدین شہید ص ۳۸ (۴۶) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور نومبر ۱۹۷۴۔ ص ۶۹/جنگ ڈائجسٹ مضمون غازی عبدالقیوم شہیدؒ، تحریر ابوالفضل صدیقی/ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی۔ ۳ اپریل تا ۹ اپریل ۱۹۸۷ مضمون غازی عبدالقیوم۔ تحریر میجر مولانا قاری فیوض الرحمٰن ایم اے ص ۸ (۴۷) نوائے وقت میگزین لاہور، ۲۵ نومبر ۱۹۸۸ء مضمون غازی محمد صدیق شہیدؒ، تحریر رائے محمد کمال ص ۷/غازی محمد صدیق شہیدؒ۔ رائے محمد کمال۔ مسودہ۔ (۴۸) ہفت روزہ "ہلال" راولپنڈی۔ ص ۱۴۹/کلام عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مرتبہ محمد منیر نوابی ایم اے۔ ص ۱۲/عاشق رسولؐ غازی مرید حسین شہیدؒ مرتبہ محمد منیر نوابی۔ ص ۴۷/نوائے وقت ۷ مارچ ۱۹۸۴ء، مضمون غازی مرید حسین، تحریر خالد محمود کریالہ، چکوال (۴۹) نوائے وقت میگزین ۱۳۔ اپریل ۱۹۸۴ء مضمون

Marfat.com

غازی میاں محمد شہیدؒ ص ۸/ روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۱۳ فروری ۱۹۷۵ء مضمون غازی
میاں محمد از کیپٹن ممتاز ملک/ ماہنامہ نقیب اہلسنت اگست ۱۹۸۹ء مضمون ناموس
رسالتؐ کا ایک پروانہ تحریر میاں محمد ملک۔ ص ۴۴/ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ستمبر ۱۹۸۴ء
ص ۶۶/ رائے محمد کمال غازی میاں محمد شہید ص ۸۳/ نوائے وقت راولپنڈی ۱۳ اپریل
۱۹۸۲ء ص ۵ (۵۰) ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور ستمبر ۱۹۸۴ء مضمون غازی میاں
محمد شہیدؒ تحریر میاں محمد ملک۔ ص ۶۸/ ماہنامہ نقیب اہلسنت اگست ۱۹۸۹ء۔ ص ۴۵ /
رائے محمد کمال، غازی میاں محمد شہیدؒ ص ۱۱۳ (۵۱) رائے محمد کمال غازی میاں محمد
شہیدؒ ص ۱۱۲، ۱۱۳/ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ستمبر ۱۹۸۴ء ص ۶۷/ نوائے وقت میگزین
۱۳ اپریل ۱۹۸۴۔ ص ۸/ ماہنامہ نقیب اہلسنت، اگست ۱۹۸۹۔ ص ۴۵۔ تحریر میاں
محمد ملک تلہ گنگ/ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی۔ ۱۳۔ اپریل ۱۹۸۲۔ ص ۵ (۵۲)
ماہنامہ نورِ اسلام شرقپور شریف دسمبر ۱۹۸۸۔ ص ۵ (۵۳) ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ
ستمبر ۱۹۷۸ء مضمون دو عاشقانِ رسولؐ۔ تحریر ضیا جالوی۔ ص ۴۴ (۵۴) امروز
۲۴ اکتوبر ۱۹۸۷ء مضمون غازی علم الدین شہیدؒ تحریر پروفیسر محمد اکرم رضا۔ (۵۵)
محمد منیر نوابی۔ غازی مرید حسین شہیدؒ ص ۶۵۔ ۶۷ (۵۶) رائے محمد کمال "غازی
میاں محمد شہیدؒ۔ ص ۹۱ (۵۷) روزنامہ مشرق۔ ۳۰ جون ۱۹۹۰ء مضمون غازی محمد عبداللہ
شہیدؒ تحریر رائے محمد کمال۔ ص ۱۱ (۵۸) قیدی نمبر ۱۰۵ ماہنامہ حکایت لاہور۔ اکتوبر
۱۹۷۸ء۔ ص ۲۶ (۵۹) کوہستان یکم نومبر ۱۹۶۴ء مضمون غازی علم الدین شہیدؒ تحریر
انور سعید (۶۰) امروز ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۷ء مضمون غازی علم الدین شہیدؒ۔ تحریر پروفیسر
محمد اکرم رضا/ نوائے وقت میگزین لاہور ۲۲ جولائی ۱۹۸۳ء ص ۵/ رضائے مصطفیٰ
گوجرانوالہ ص ۲/ ظفر اقبال نگینہ "غازی علم الدین شہید" ص ۵۹/ راجا رشید محمود، "غازی
علم الدین شہیدؒ" ص ۶ (۶۱) ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی۔ ۸ مئی ۱۹۸۷ء ص ۲

Marfat.com

(۶۲) پروفیسر محمد اکرم رضا "غازی علم الدین شہیدؒ۔ امروز ۲۴، اکتوبر ۱۹۸۷۔ ص ۵ (۶۳) نوائے وقت میگزین لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۸۸ء ص ۷ (۶۴) محمد منیر نوابی "عاشق رسولؐ غازی مرید حسین شہیدؒ۔ ص ۹۷ (۶۵) ایضاً۔ ص ۸۳ (۶۶) ہفت روزہ "ہلال" راولپنڈی ۱۶ تا ۲۲ ستمبر ۱۹۸۷ء ص ۲۵ / نوائے وقت پنڈی۔ ۱۲۔ اپریل ۱۹۷۸ء مضمون غازی میاں محمد شہیدؒ تحریر میاں محمد ملک تلہ گنگ / روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳، فروری ۱۹۷۵ء مضمون غازی میاں محمد از کیپٹن ممتاز ملک / روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۳۔ اپریل ۱۹۸۲ء مضمون غازی میاں محمد تحریر میاں محمد ملک۔ ص ۵ / نوائے وقت ۱۲، اپریل ۱۹۸۷ مضمون غازی میاں محمد شہید۔ تحریر میاں محمد ملک تلہ گنگ / ماہنامہ نقیب اہلسنت، اگست ۱۹۸۹ء ص ۴۶ / ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور ستمبر ۱۹۸۴۔ ص ۷۰ / رائے محمد کمال "غازی میاں محمد شہیدؒ ص ۱۳۷ (۶۷) رائے محمد کمال "غازی علم الدین شہیدؒ۔ ص ۱۰۹ (۶۸) رائے محمد کمال "غازی محمد شہیدؒ مسودہ (۶۹) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ستمبر ۱۹۸۴ مضمون غازی میاں محمد شہیدؒ تحریر میاں محمد ملک تلہ گنگ۔ ص ۶۸ / رائے محمد کمال "غازی میاں محمد شہیدؒ۔ ص ۹۰ / ماہنامہ نقیب اہلسنت۔ اگست ۱۹۸۹ء۔ ص ۵۴ / نوائے وقت راولپنڈی ۱۲، اپریل ۱۹۷۸

(۷۰) رائے محمد کمال "غازی میاں محمد شہیدؒ۔ ص ۹۰ (۷۱) ماہنامہ نقیب اہلسنت اگست ۱۹۸۹۔ ص ۵۴ / روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۳، اپریل ۱۹۸۲ء۔ ص ۵

(۷۲) روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۱۳۔ فروری ۱۹۷۵ء "غازی میاں محمد" از کیپٹن ممتاز ملک۔

بسمه تعالی

بلغ العلی بکماله

کشف الدجی بجماله

حسنت جمیع خصاله

صلوا علیه وآله

Marfat.com

قوسِ قزح

(اسلامی موضوعات پر دھنک رنگ مضامین)

شہناز کوثر

اختر کتاب گھر
اظہر منزل نیو شالیمار کالونی
ملتان روڈ — لاہور

Marfat.com